بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ○

اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات

(حصہ اول)

ازافادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

حضرت مولانا محمد انعام الحق قاسمی زید مجدہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

نام کتاب ——— اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات (جلد اول)

از افادات ——— حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب ——— حضرت مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی غفرلہ
(مہتمم دارالعلوم اہلیت للاسلام ہالیپور، نوساری، گجرات، ہند)
(متوطن: حسن پور، بریرواہ، باجپٹی، سیتامڑھی، بہار، ہند)

اشاعت اول ——— جون 2008ء

اشاعت ششم ——— نومبر 2010ء

اشاعت ہفتم ——— مارچ 2011ء

تعداد ——— 1100

ناشر

223 سنت پورہ فیصل آباد ☎+92-041-2618003

استقامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

کلام ربانی اور کتاب الٰہی کا ایک حصہ واقعات و قصص پر مشتمل ہے جس کا مقصد کسی بڑی حقیقت کو واقعاتی اور تمثیلی انداز میں ذہن نشین کرنا‘ خوابیدہ دلوں کو بیدار کرنا‘ اور خاصان خدا کے نقش پا پر چلنے کی ترغیب دینا ہے‘ اور قوموں کے عروج و زوال کی داستان سنا کر اعلیٰ اخلاق و کردار کا مشعل دکھلانا ہے‘ اسی حکمت و مصلحت کے پیش نظر ہر دور میں علوم نبوت کے پاسبان تقریر و تحریر میں‘ طاعت و عبادت‘ محبت و معرفت‘ علم و استقامت اور اخلاق حسنہ سے پیراستہ ہونے کیلئے تڑپا دینے والے واقعات بیان کرتے آئے ہیں‘ اسی قسم کے واقعات کا یہ مجموعہ ہے جو حضرت اقدس عارف باللہ حضرت ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہیں۔

اس کی ترتیب میں مندرجہ باتیں ملحوظ رہی ہیں:

(۱)..... ہر واقعہ کو کسی نہ کسی عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

(۲)..... واقعات حضرت والا کے الفاظ میں ہی نقل کئے گئے ہیں۔

(۳)..... ایک ہی واقعہ کے چند پہلوؤں کے پیش نظر حضرت نے مختلف مقامات پر ایک ہی واقعہ کو بیان فرمایا ہے‘ لیکن یہاں طوالت سے بچنے کیلئے کسی ایک ہی باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴)..... حضرت کی سترہ کتابوں (خطبات ذوالفقار ۱۲/ حصے‘ سکون دل‘ تمنائے دل اور دوائے دل‘ عشق الٰہی‘ عشق رسول ﷺ میں مذکورہ واقعات اس میں جمع کئے گئے ہیں۔

(۵) ۱۴۲۷ھ میں موسم حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کو یہ مسودہ پیش کیا تو حضرت اقدس نے ہی اس کتاب کا نام تجویز فرمایا

(۶) پہلی دفعہ یہ مجموعہ ایک حصے میں مرتب کیا گیا تھا‘ بعد میں پھر اسے دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے‘ تاکہ جلد کافی ضخیم نہ رہے۔ البتہ ان دونوں حصوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ

جن حضرات کے واقعات اس میں شامل ہیں' ان کی مختصر تاریخ حاشیہ میں لکھ دی گئی ہے' تا کہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ کون بزرگ کس صدی کے ہیں' اور کن کن بزرگوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

امتنان و تشکر

اس کتاب کی تالیف میں اپنے ان تمام محسنین کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کا تعاون شامل رہا' جن میں بطور خاص حضرت اقدس کے خلیفہ خاص جناب مولانا صلاح الدین صاحب نقشبندی ہیں جن کی ہمت افزائی اور رہنمائی سے حوصلہ ملا' اور ان کے مفید مشورے اور دعائیں اس عاجز کے لئے زاد راہ ہیں' نیز رفیق مکرم جناب مولانا رضی عالم صاحب قاسمی کا تہہ دل سے بھی ممنون ہوں جنہوں نے ہر قسم کی مشغولیات کے باوجود تصحیح کا کام بخوبی انجام دیا۔ نیز رفیق محترم جناب مولانا مظہر عالم صاحب قاسمی کا بھی بصمیم قلب مشکور ہوں جنہوں نے نقل و تبییض میں بھرپور تعاون پیش فرمایا' اسی کے ساتھ مولانا ساجد صاحب بھائی جی خان پوری کا بھی شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے اپنی کشادہ ظرفی کے ساتھ کمپوزنگ کا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔

"جزاهم الله خير الجزاء في الدارين"

✢ ..... ✢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"والذین آمنوا اشد حبا للہ"

محبت الٰہی

پتھر سے ہو خدا سے یا پھر کسی سے ہو
آتا نہیں ہے چین محبت کے بغیر

دل بجز محبت ہے محبت ہی کرے گا
لاکھ اس کو بچاؤ کسی پہ تو مرے گا

از افادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر حبیب نے تڑپادیا دل

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا۔ گزرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ ذرا بلند آواز سے کہے:

﴿سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ الْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ﴾

﴿پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا پاک ہے وہ عزت بزرگی ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی و دبدبے والا ہے﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے محبوب حقیقی کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سنی تو دل مچل اٹھا۔ فرمایا کہ اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیتا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدھا ریوڑ۔ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا مزہ آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے۔ فرمایا بقیہ آدھا ریوڑ۔ اس نے یہ الفاظ سہ بارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا سرور ملا کہ بے ساختہ کہا اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دینے کیلئے کچھ بچا نہیں اب آپ کیا دیں گے۔ فرمایا اے بھائی میں تیری بکریاں چرایا کروں گا تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کر دو۔ اس نے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپ کو مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے۔ سبحان اللہ (عشق الٰہی ص ۳۱)

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے نام لیا
جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دربار حبیب میں پہنچ جاؤں کب؟

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح لینے کیلئے ملک الموت آئے انہوں نے فرمایا:

"هل رایت خلیلا یقبض روح خلیله" کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا جو اپنے خلیل کی روح کو قبض کر رہا ہو؟ انہوں نے کہا کہ اچھا اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہوں' ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اللہ نے فرمایا: کہ جاؤ میرے حبیب کو پیغام دے دو "هل رایت خلیلا یکره لقاء خلیله" کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا کہ اپنے دوست کی ملاقات سے انکار کر رہا ہو؟ تو جیسے ہی ان کو پتہ چلا کہ موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا طریقہ ہے' کہنے لگے ملک الموت "عجل عجل" جلدی کر جلدی کر روح قبض کر' مجھے اپنے مالک سے واصل کر دے' یہ تھی تمنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ اب تو جلد سے جلد اپنے پیارے اللہ کے حضور جا پہنچیں اور ملاقات حبیب سے لطف اندوز ہوں۔ اسی لیے حدیث پاک میں فرمایا حدیث قدسی ہے:

﴿"اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْهِمْ لَاَ شَدُّ شَوْقًا"﴾

ملاقات کر کہ میرے نیک لوگوں کا شوق میری ملاقات کیلئے بڑھ گیا اور میں ان کی ملاقات کیلئے ان سے بھی زیادہ مشتاق ہوں۔ (تمنائے دل ص ۲۳۹)

الفت میں جب مزا ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

عبادتوں کا تحفہ غلاف محبت کے ساتھ......

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[1] بیٹھی ہوئی' درہم دھو رہی ہیں نبی علیہ السلام حیران ہوئے فرمایا: حمیرا......! جواب دیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... یہ کیا کر رہی ہو؟ فرمانے لگیں اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں درہم دھو رہی ہوں' فرمایا کس لیے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی جب اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والا کسی سائل کو دیتا ہے تو وہ پیسے سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتے ہیں جب سے میں نے یہ بات سنی میں ہمیشہ سے صدقہ ان پیسوں کا دیتی ہوں جن کو پہلے دھو لیتی ہوں میرے آقا کے ہاتھوں میں صاف اور پاک مال پہنچ جائے۔

---

[1] ہجرت سے تین سال قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ۶ سال کی عمر میں آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی دور امیر معاویہ میں ۵۸ھ میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ص ۸ ج ۲)

اللہ اکبر یہ ہے محبت دیکھئے جس سے محبت ہوتی ہے اس کو پھلوں کی ٹوکری بھی بھیجتا ہے تو اس کو گفٹ پیک کر کے بھیجتا ہے' منگنی وعید پر تو اگر بسکٹ کا ڈبا ہو تو اس کو بھی گفٹ پیک کر کے بھیجتے ہیں' اللہ والے بھی اسی طرح جب اللہ رب العزت کی عبادت کرتے ہیں تو وہ بھی اپنی نمازوں کو محبت کے غلاف میں پیک کر کے اللہ کے حضور بھیج رہے ہوتے ہیں۔ (تمنائے دل ص/۵۱)

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

میرے محبوب کو قسم کی ضرورت کیا ہے؟

ایک صحابی رضی اللہ عنہ بکریاں چراتے تھے جب بھی مدینہ طیبہ واپس آتے تو پوچھتے کہ قرآن پاک کی کون سی نئی آیات اتری ہیں؟ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص بات ارشاد فرمائی؟ ان کو بتا دیا جاتا ایک دفعہ واپس آ کر پوچھا تو انہیں بتا دیا گیا کہ یہ آیات اتری ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میرے بندو! میں ہی تمہیں رزق دینے والا ہوں جب انہوں نے یہ بات سنی تو وہ ناراض ہونے لگے' اور کہنے لگے کہ وہ کون ہے جس کو یقین کیلئے میرے اللہ کو قسم کھانی پڑی' سبحان اللہ' یہ محبت ن بات ہے۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی تو دیکھ کیا چاہتا ہوں

حضرت زنیرہ کی محبت الٰہی میں بے تابی

سیدہ زنیرہ[1] ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ ابوجہل کی خادمہ تھیں آپؓ نے کلمہ پڑھ لیا' ابوجہل کو بھی پتہ چل گیا' اس نے آ کر پوچھا کیا کلمہ پڑھ لیا؟ فرمایا ہاں آپؓ بڑی عمر کی تھیں' مشقتیں نہیں اٹھا سکتی تھیں' مگر ابوجہل نے اپنے دوستوں کو ایک دن بلایا اور ان کے سامنے بلا کر انہیں مارنا شروع کر دیا' لیکن برداشت کرتی رہیں' کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اس سے بڑی تکالیف بھی برداشت کرنے کیلئے تیار تھیں جب اس نے دیکھا کہ اتنا ..نے کے باوجود اس کی زبان سے کچھ نہیں ..' تو اس نے آپؓ کے سر میں کوئی چیز ماری جس سے آپؓ کی بینائی زائل ہو گئی۔

[1] آپ قریش کے خاندان بنو مخزوم کی باندی تھیں آپ پر مشرکین اور خاص کر ابوجہل ظلم و ستم کا پہاڑ توڑا کرتا تھا مشرف باسلام ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد فرمایا.... (تذکار صحابیات ص/۲۵۰)

اور آپؓ نابینا ہو گئیں' اب انہوں نے مذاق کرنا شروع کر دیا' کہنے لگے۔ دیکھا ہمارے بتوں کی پوجا چھوڑ چکی تھی' لہٰذا ہمارے معبودوں نے تمہیں اندھا کر دیا' مار برداشت کر چکی تھیں۔ مشقتیں اٹھا چکی تھیں۔ یہ سب سزائیں برداشت کرنا آسان تھیں۔ مگر جب انہوں نے یہ بات کہی تو آپؓ برداشت نہ کر سکیں' چنانچہ فوراً تڑپ اٹھیں' اسی وقت کمرے میں جا کر سجدہ میں گر گئیں اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگ گئیں' عرض کیا' اے اللہ! انہوں نے مجھے سزائیں دیں تو میں نے برداشت کیا' وہ میری ہڈیاں بھی توڑ دیتے' وہ میرے جسم کو بھی چھلنی کر دیتے تو میں یہ سب کچھ برداشت کر لیتی مگر تیری شان میں گستاخی کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی' وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہاری بینائی چھین لی' اے اللہ! جب میں کچھ نہیں تھی تو' تو نے مجھے بنا دیا' بینائی بھی عطا کر دی' اب تو نے ہی بینائی واپس لی ہے' اے اللہ! تو مجھے دوبارہ بینائی عطا فرما دے تاکہ ان پر تیری عظمت کھل جائے' ابھی دعا والے ہاتھ چہرے پر نہیں پھیرے تھے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی بینائی لوٹا دی' سبحان اللہ' اس وقت مرد تو مرد عورتوں میں بھی یوں محبت الٰہی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔ (خطبات ص ۳۶/ج ۲)

جب عشق سے تیرے بھر گئے ہم
تو ہی رہا جدھر گئے ہم
تیری ہی طرف کو راہ نکلی
بھولے بھٹکے جدھر گئے ہم

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ اور محبت الٰہی

محبت الٰہی کا جذبہ انسان کے دل میں ہو تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر دانی فرماتے ہیں' محبت میں ایسی کیفیت ہو جیسی حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کو نصیب تھی۔

یہ ایک نوجوان صحابیؓ تھے جو مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک بستی میں رہتے تھے' دوستوں سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ایک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں' چنانچہ حاضر ہوئے اور چوری چھپے کلمہ پڑھ لیا' واپس گھر آ گئے' گھر کے سب لوگ ابھی کافر تھے لیکن محبت تو وہ چیز ہے جو چھپ نہیں سکتی' اپنی طرف سے چھپایا کہ کسی کو پتہ نہ چلے مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا کوئی تذکرہ کرتا تو یہ متوجہ ہوتے۔

؎ اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

چنانچہ گھر والوں نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی نہ کوئی معاملہ ضرور ہے ایک دن چچا نے کھڑا کر کے پوچھا' بتاؤ بھئی! کلمہ پڑھ لیا ہے؟ فرمانے لگے' جی ہاں' چچا کہنے لگا' اب تیرے سامنے دو راستے ہیں یا تو کلمہ پڑھ کر اس گھر سے نکل جا اور اگر گھر میں رہنا ہے تو پھر ہمارے دین کو قبول کر لے' چنانچہ ایک ہی لمحہ میں فیصلہ کر لیا' فرمایا' میں گھر تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن اللہ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا' چچا نے مارا پیٹا بھی سہی اور جاتے ہوئے جسم کے کپڑے بھی اتار لئے جسم پر بالکل کوئی کپڑا نہ تھا' ماں بالآخر ماں تھی' شوہر کی وجہ سے کچھ ظاہر میں تو نہ کہہ سکی لیکن چھپ کر اپنی چادر پکڑا دی کہ بیٹا! ستر چھپا لینا' وہ چادر لے کر جب باہر نکلے تو اس کے دو ٹکڑے کئے' ایک سے ستر چھپا لیا اور دوسری اوپر اوڑھ لی اسی لئے ذوالبجادین یعنی دو چادروں والے مشہور ہو گئے۔ اب کہاں گئے؟ جہاں سواد کر چکے تھے' قدم بے اختیار مدینہ طیبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں' رات کا سفر کر کے صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو چہرہ پر عجیب خوشی کی کیفیت ظاہر ہوئی' صحابہ کرام متوجہ ہوئے کہ یہ کون آیا ہے کہ جس کو دیکھ کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ یوں تمتما اٹھا ہے۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آ رہا ہے کوئی شب غم گزار کے

حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ چھوڑ چکا ہوں' اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوں' چنانچہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے' اور وہیں رہنا شروع کر دیا۔

چونکہ قربانی بہت بڑی دی تھی' محبت الٰہی میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا اس لئے اس کا بدلہ بھی ایسا ہی ملنا چاہیئے تھا' چنانچہ ان کو ایسی کیفیات حاصل تھیں کہ محبت الٰہی میں بعض اوقات جذب میں آ جاتے' آج کل بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ جی جذب کیا ہوتا ہے؟ جناب احادیث مبارکہ پڑھو' پھر پتہ چلے گا کہ جذب صحابہ کرامؓ پر بھی طاری ہوتا تھا' حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ (حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ) مسجد نبوی کے دروازے پر بعض اوقات بیٹھے

ہوتے تھے اور ایسا جذب طاری ہوتا تھا کہ اونچی آواز سے اللہ اللہ اللہ کہہ اٹھتے' حضرت عمرؓ نے دیکھا تو انہوں نے ڈانٹا کہ کیا کرتا ہے یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمر! عبداللہ کو کچھ نہ کہو' یہ جو کچھ کر رہا ہے اخلاص سے کر رہا ہے۔

کچھ عرصہ گزرا نبی کریم ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے' حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ بھی ساتھ تھے' راستہ میں ایک جگہ پہنچے تو بخار ہو گیا' نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ ابوبکرؓ کو لے کر تشریف لائے' جب وہاں پہنچے تو حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کے چند لمحات باقی تھے' نبی اکرم ﷺ نے ان کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھ دیا یہ وہ خوش نصیب صحابیؓ ہیں جن کی نگاہیں چہرہ رسول ﷺ پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے' سبحان اللہ! گود مبارک میں ہی اپنی جان اس کیفیت میں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کے کفن دفن کی تیاری کرو' آپ ﷺ نے اپنی چادر بھجوائی اور فرمایا کہ عبداللہ کو اس چادر میں کفن دیا جائے گا' سبحان اللہ! واہ اللہ! تو بھی کتنا قدردان ہے کہ جس بدن کو تیری راہ میں ننگا کیا گیا تھا آج اس بدن کو تو اپنے محبوب ﷺ کی کملی سے چھپا رہا ہے۔ سبحان اللہ! سودا تو کر کے دیکھیں پھر دیکھیں اللہ رب العزت کیسی قدردانی فرماتے ہیں' ہم لوگ ہی بے قدرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی کہنا پڑا ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔ خود نبی اکرم ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا' پھر جنازہ لے کر قبرستان کی طرف چلے شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو تو وہ قبر میں اس کو اتارنے کیلئے اترے' اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی کھڑے تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خود قبر میں اتر کر فرمایا' اپنے بھائی کو پکڑاؤ مگر ان کے ادب کا خیال رکھنا آپ ﷺ نے اس عاشق صادق کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور زمین پر لٹا دیا' گویا امانت کو زمین کے سپرد کر دیا۔

حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے جب ان کو زمین پر رکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ! میں عبداللہؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا'' یہ ایسے الفاظ تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سن کر وجد میں آ گئے اور کہنے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! آج نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں میری میت ہوتی' دیکھا محنت

مجاہدہ اور قربانیاں کرنے والوں کو اللہ رب العزت یوں بدلہ دیا کرتے ہیں' آپ سوچئے کہ جو آقا اپنے کمزور بندوں کو حکم ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ تو اگر کوئی اس کے لئے قربانیاں دے تو کیا اللہ رب العزت قدردانی نہیں فرمائیں گے؟ ضرور فرمائیں گے۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ص ۳۳۶۲ ج:۳)

محبت پر لاکھ روپیہ کا شعر

خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے' انہوں نے ایک شعر لکھا اور اپنے پیرومرشد کو سنایا' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شعر سن کر فرمایا کہ اگر میں صاحب استطاعت ہوتا تو ایک لاکھ روپے انعام دے دیتا' یہ اس زمانے کی بات ہے جب اسکول جانے کیلئے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا تھا' یہ اس دور کی بات ہے جب انجینئر کی تنخواہ پندرہ ہزار روپے ہوا کرتی تھی' وہ شعر کیا تھا؟ بڑا مختصر' بہت سادہ' دل میں اتر جانے والا' عجیب بات کہی مگر حکایت دل بیان کر دی فرمایا:

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

(خطبات ذوالفقار ص ۵۹ ج:۳)

محبوب کی رضا میں کھوٹے سکے بھی منظور

حضرت عثمان خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں' ان کی ایک دکان تھی' ان کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک آتا اور اس کے پاس کبھی کوئی کھوٹا سکہ ہوتا تو وہ پہچان تو لیتے مگر پھر بھی وہ رکھ لیتے اور سودا دے دیتے' اس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے ہوتے تھے' وہ سکے گھسنے کی وجہ سے کھوٹے کہلاتے تھے' وہ کھوٹے سکے جمع کرتے رہتے' ساری زندگی یہی معمول رہا' جب موت کا وقت قریب آیا تو آخری وقت انہوں نے پہچان لیا' اس وقت اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے کہ اللہ میں ساری زندگی تیرے بندوں کے کھوٹے سکے وصول کرتا رہا تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرمالے' سبحان اللہ محبت الٰہی کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۸۵ ج ۳)

عشق و محبت کی دکان دیکھی ہے آپ نے؟

میرے دوستو! اللہ کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں اس عاجز نے مجمع میں کبھی اس طرح قسمیں نہیں کھائیں مگر آج میرے جی نے چاہا کہ یہ بات عرض کر دی جائے کہ اس عاجز نے بھی اپنی زندگی میں عشق کی ایک دکان دیکھی ہے' اس کے گواہ حضرت حکیم عبداللطیف صاحب مدظلہ العالی بیٹھے ہیں۔ وہ عشق کی دکان چکوال میں دیکھی تھی' وہاں پینے والے آتے تھے کوئی مشرق سے آتا تھا' کوئی مغرب سے آتا تھا' کوئی پشاور سے آتا تھا' کوئی کراچی سے آتا تھا' کہیں سے منیر صاحب چلے آرہے ہوتے تھے' کہیں سے حکیم عبداللطیف صاحب آرہے ہوتے تھے' کہیں سے مولانا نعیم اللہ صاحب آرہے ہوتے تھے' کہیں سے کوئی عشق کی پڑیا لینے آتا تھا اور کہیں سے کوئی عشق کا پیالہ پینے کیلئے آتا تھا' یہ عشق کے سودائی' یہ محبت الٰہی کے منگتے یہ محبت الٰہی لینے والے فقیر بے تاب ہو کر اپنے گھروں سے کھنچے چلے آتے تھے۔

یہ وہاں جاتے تھے وہاں ایک مربی اور شیخ تھے جن کی زندگی اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق ڈھل چکی تھی جن کا سینہ عشق الٰہی سے بھر چکا تھا' وہ عشق کی دوا پیتے تھے' کبھی کسی کو تنہائی میں بٹھا کر دیتے' کبھی کسی سے بیان کروا کر دیتے' کبھی کسی کو سامنے بٹھا کر دیتے' کبھی کسی کو ڈانٹ پلا کر دیتے' جو عشق کی دوا پی لیتے تھے وہ اپنے سینوں میں عشق کی گرمی لے کر جاتے تھے' میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جب ان حضرات کے دلوں میں انہوں نے عشق کی ایسی گرمی بھر دی تو پتہ نہیں کہ اللہ نے ان کے اپنے دل میں عشق کی کیا حرارت رکھی ہوگی۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی

اہلِ محبت آزمائے بھی جاتے ہیں

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ان کی شادی ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال بھی عجیب دیا تھا اور شادی بھی ایک بڑے امیر کبیر صحابیؓ سے ہوئی کہ جن کے پاس رزق کی فراخی تھی' ہر طرح کی عیش و آرام کے سامان تھے' میاں بیوی میں خوب محبت تھی' اور اچھا وقت گزر رہا تھا' حتیٰ کہ بیوی اپنے خاوند کی خدمت بھی کرتی اور انہیں خوش بھی رکھتی دونوں میاں بیوی خوشی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔ ایک رات خاوند سو چکا تھا' وہ پانی کا پیالہ

لے کر کھڑی رہی حتیٰ کہ جب ان کی دوبارہ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لے کر کھڑی ہے وہ بڑے خوش ہوئے انہوں نے اٹھ کر پانی پیا اور بیوی سے کہا میں اتنا خوش ہوں کہ تم اتنی دیر پانی کا پیالہ لے کر میرے انتظار میں کھڑی رہی آج تم جو کہو گی میں تمہاری فرمائش پورا کروں گا۔ جب خاوند نے یہ کہا تو بیوی کہنے لگی کیا آپ اپنی بات میں پکے ہیں کہ جو کہوں گی آپ پورا کریں گے؟ کہنے لگے ہاں پورا کر کے دکھاؤں گا۔ کہنے لگی کہ اچھا پھر آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیجئے۔ اب جب طلاق کی بات ہوئی تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے کہ اتنی خوبصورت' خوب سیرت' اتنی وفادار اور خدمت گار بیوی کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجئے پوچھنے لگے بی بی! کیا تجھے مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ کہنے لگی بالکل نہیں' بی بی! کیا میں نے آپ کی بے قدری کی ہے؟ ہرگز نہیں' کوئی آپ کی امیدوں کو توڑا ہے' کوئی آپ کی بات پوری نہیں کی؟ نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں' بی بی! کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟ کہنے لگی ہرگز نہیں' تو پھر مجھ سے طلاق کیوں چاہتی ہو کیا آپ مجھے پسند نہیں کرتیں؟ کہنے لگی یہ بات بھی نہیں' پسند بھی بہت کرتی ہوں' محبت کرتی ہوں اسی لیے خدمت کرتی ہوں آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کی بات کو پورا کروں گا لہٰذا آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیں' وہ صحابیؓ حیران ہیں کہ قول بھی دے بیٹھے' کہنے لگے اچھا صبح ہو گی تو ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر فیصلہ کروالیں گے وہ کہنے لگی بہت اچھا چنانچہ میاں بیوی رات کو سو گئے۔

صبح ہوئی تو بیوی کہنے لگی کہ چلو جلدی چلتے ہیں' چنانچہ دونوں میاں بیوی گھر سے نکلے تھے کہ خاوند کا کسی وجہ سے پاؤں اٹکا اور وہ نیچے گرے اور ان کے جسم سے خون نکلنے لگا' بیوی نے فوراً اپنا دوپٹہ پھاڑا اور خاوند کے زخم پر پٹی باندھی اس کے بعد اس کو سہارا دیا' اور کہنے لگی کہ چلو گھر واپس چلتے ہیں۔ میں آپ سے طلاق نہیں لیتی' وہ حیران ہوئے کہ جب تم نے طلاق کا مطالبہ کیا تو نہ مجھے اس وقت سمجھ میں آیا اور اب کہتی ہو کہ طلاق نہیں چاہئے تو نہ اب مجھے سمجھ میں آسکا' کہنے لگی گھر تشریف لے چلیں وہاں جا کر میں آپ کو بات بتا دوں گی۔ جب گھر جا کر بیٹھے تو کہنے لگے' کہ مجھے بتاؤ تو سہی کیا بات ہے کہنے لگی' آپ نے چند دن پہلے نبی علیہ السلام کی حدیث سنائی تھی کہ جس بندے سے اللہ رب العزت محبت کرتے ہیں اس بندے کے اوپر اس طرح پریشانیاں آتی ہیں جس طرح پانی اونچائی سے ڈھلوان کی طرف جاتا

کرتا ہے میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان سنا میں دل میں سوچتی رہی کہ میں نے آپ کے گھر میں کوئی پریشانی نہیں دیکھی کوئی غم نہیں دیکھا' کوئی مصیبت نہیں دیکھی' تو میرے دل میں خیال آیا کہ میرے آقا کی بات سچی ہے' ایسا تو نہیں کہ میرے خاوند کے ایمان میں فرق ہو' میرے خاوند کے اعمال میں فرق ہو' میرے خاوند سے اگر پروردگار کو محبت نہیں تو میں اس بندے کی کیا خدمت کروں گی' اس لیے جب آپ نے کہا کہ میں تمہاری بات پوری کروں گا تو میں نے کہا کہ میں اس بندے سے طلاق چاہتی ہوں' جس سے میرے پروردگار محبت نہیں کرتے' پھر جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم حاصل کرنے کیلئے جارہے تھے یہ اللہ کا راستہ تھا آپ گرے اور خون نکلا تو میں فوراً سمجھ گئی کہ آپ کو اللہ کے راستہ کا غم پہنچا' مصیبت پہنچی' تکلیف پہنچی' یقیناً اللہ تعالیٰ کو آپ سے پیار ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ناراضگی کی وجہ سے خوشیاں نہیں دی ہوئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے' اب مجھے طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے میں ساری زندگی آپ کی خادمہ بن کر آپ کی خدمت کیا کروں گی۔ سبحان اللہ۔ (خطبات ص ۴۷ ج:۵)

ذکر دنیا کر کے دیکھا فکر عقبیٰ کر کے دیکھ
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

حکومت تو لیلیٰ کو بجتی ہے

ایک دفعہ مجنون جارہا تھا ان دنوں حضرت حسنؓ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہوگئے تھے' اور حکومت ان کے حوالے کر دی تھی' ملاقات ہوئی سلام جواب ہوا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خلافت سے دست بردار ہوگیا ہوں۔ اور میں نے حکومت انہیں کو دے دی' جن کو بجتی تھی' جب اس نے سنا تو کہنے لگا کہ حضرت میرے خیال میں تو حکومت لیلیٰ کو بجتی ہے' حضرت نے فرمایا' "انت مجنون" "تو تو مجنون ہے" تب سے اس کا نام قیس کی جگہ مجنون پڑ گیا' دیوانہ تھا بے چارہ اپنے بس میں نہیں تھا۔ (تمنائے دل ص ۳۵)

☆..... ایک مرتبہ اس کے باپ نے کہا بیٹا بہت بدنامی ہوگئی' لہٰذا دعا مانگ کہ اے اللہ لیلیٰ کی محبت کو میرے دل سے نکال دیجئے ختم کر دیجئے' اس نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی کہ "اللھم زدنی حب لیلی" اے اللہ لیلیٰ کی محبت کو اور بڑھا دیجئے چنانچہ اس کے والد ایک

مرتبہ پکڑ کر بیت اللہ لے گئے' کہنے لگے کہ بہت بدنامی ہوگئی آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تو سچی توبہ نہ کرے چل توبہ کر یہ توبہ کرنے لگا تو اس نے کہا۔

الٰهی تبت من کل المعاصی ولکن حب لیلیٰ لا اتوب

اللہ میں نے ہر گناہ سے توبہ کر لی لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا

اس کے والد نے ناراض ہو کر کہا کہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ جب وہ بہت زیادہ ناراض ہوئے تو اس نے مجبور ہو کر ہاتھ اٹھائے اور والد کے سامنے دعا مانگنے لگا۔ (عشق الٰہی ص ۵۵)

الٰهی لا تسلبنی حبها ابدا ویرحم الله عبدا قال آمینا

یا اللہ اس کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا اور اللہ اس بندے پر رحم کرے جو اس دعا پر آمین کہے

محبت میں دیوار اور کتے کی قدم بوسی

ایک مرتبہ مجنوں کو کسی نے دیکھا کہ ایک کتے کے پاؤں چوم رہا ہے اس نے پوچھا کہ مجنوں تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجنوں نے کہا یہ کتا لیلیٰ کی گلی سے ہو کر آیا ہے میں اس لیے اس کے پاؤں چوم رہا ہوں۔ ایسے مغلوب الحال اور فاتر العقل انسان کو مجنوں پاگل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ کسی فارسی شاعر نے یہی بات شعر میں کہی ہے۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود

گفت گاہے ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

مجنوں لیلیٰ کی گلی کا طواف کیا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اطوف علی جدار دیار لیلیٰ

اقبل ذالجدار وذالجدار

وما حب الدیار شغفن قلبی

ولکن حب من سکن الدیارا

(میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں۔ کبھی یہ دیوار چومتا ہوں کبھی وہ دیوار چومتا ہوں۔ اور در اصل ان گھروں کی محبت میرے دل پر نہیں چھا گئی بلکہ اس کی محبت جو ان گھروں میں رہنے والی ہے۔

☆......ایک مرتبہ حاکم شہر نے سوچا کہ لیلیٰ کو دیکھنا چاہیے کہ مجنوں اور اس کی محبت کے افسانے زبان زدِ عام ہیں' جب سپاہیوں نے لیلیٰ کو پیش کیا تو حاکم حیران رہ گیا کہ ایک عام سی لڑکی تھی نہ شکل نہ رنگ نہ روپ تھا۔ اس نے لیلیٰ سے کہا:

از دگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

(تو دوسری حسیناؤں سے زیادہ بہتر نہیں کہنے لگی خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں)
(عشق الٰہی ص ۵۵)

دیکھئے مگر مجنوں کی آنکھ سے

ایک بادشاہ نے لیلیٰ کے بارے میں سنا کہ مجنوں اس کی محبت میں دیوانہ بن چکا ہے' اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں لیلیٰ کو دیکھوں تو سہی چنانچہ جب اس نے دیکھا تو اس کا رنگ کالا تھا اور شکل بھدی تھی' وہ اتنی کالی تھی کہ اس کے ماں باپ نے لیلیٰ (رات) سے مشابہت کی وجہ سے اس کو (کالی) کا نام دیا' لیلیٰ کے بارے میں بادشاہ کا تصور یہ تھا کہ وہ بڑی نازنین اور پری چہرہ ہوگی مگر جب اس نے لیلیٰ کو دیکھا تو اسے کہا:

از دگر خوباں تو افزوں نیستی

دوسری عورتوں سے تو زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے!...... جب بادشاہ نے یہ کہا تو لیلیٰ نے آگے سے جواب دیا۔

گفت خامش تو چوں مجنوں نیستی

کہ خاموش ہو جا تیرے پاس مجنوں کی آنکھ نہیں ہے' اگر مجنوں کی آنکھ ہوتی تو تجھے دنیا میں میرے جیسا خوبصورت کوئی نظر نہ آتا۔ اسی طرح میرے دوستو! محبت الٰہی کی آنکھوں سے اس کائنات کو دیکھیں گے تو ہر جگہ جمال خداوندی نظر آئے گا۔ (خطبات ص ۲۲ ج: ۱۱)

☆ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کو کسی نے دیکھا کہ ریت کے ڈھیر پر بیٹھے کچھ لکھ رہا ہے اس پر انہوں نے کہا:

دید مجنوں را یکے صحرانورد
در بیابان غمش بنشستہ فرد

ریگ کاغذ بود انگشتان قلم

می نویسی نامہ بہر کیست ایں

گفت مشق اسم لیلیٰ می کنم

خاطر خود را تسلی می کنم

ایک صحرانورد نے ایک بار مجنوں کو دیکھا' غم کے بیاباں میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا' ریت کو اس نے کاغذ بنایا ہوا تھا' اور اپنی انگلیوں کو قلم' اور کسی کو کوئی خط لکھ رہا تھا' اس نے پوچھا' اے مجنوں شیدا تو کیا لکھ رہا ہے؟ تو کس کے نام خط لکھ رہا ہے؟ مجنون نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں' اس کے نام کو لکھ کر میں اپنے آپ کو تسلی دے رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب دنیا کے محبوب کا نام لکھنے اور بولنے سے سکون ملتا ہے تو محبوب حقیقی کے ذکر و نام لینے پر کس قدر سکون ملے گا۔ (تمنائے دل ص ۳۵)

نمازی کو مجنوں کی تنبیہ

ایک دفعہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا' مجنوں لیلیٰ کی محبت میں غرق تھا' وہ اسی مدہوشی میں اس نمازی کے سامنے سے گذر گیا' اس نمازی نے نماز مکمل کرنے کے بعد مجنوں کو پکڑ لیا' کہنے لگا تو نے میری نماز خراب کر دی کہ میرے سامنے سے گذر گیا' تجھے نظر نہیں آیا؟ اس نے کہا' خدا کے بندے! میں مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوں مگر وہ محبت اتنی غالب آئی کہ مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ میں کسی کے سامنے سے گذر رہا ہوں اور تو خالق کی محبت میں گرفتار ہے کہ نماز پڑھ رہا تھا تجھے اپنے سامنے سے جانے والوں کا پتہ چل رہا تھا۔ (خطبات ص ۳/۴۸)

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے

بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں

محبت و توحید کا درس دیا بھی تو کس نے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے تھے کہ مجھے تو ایک عورت نے توحید سکھا دی' کسی نے پوچھا کہ حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک عورت آئی جو پردے میں تھی'

[1] آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی' اپنے ماموں حضرت سری سقطی کی مصاحبت اختیار کی' آپ کی وفات ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ (طبقات الصوفیہ ۱۵۵۔۔۔ طبقات اولیاء ص ۱۴۰)

کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ آپ یہ فتویٰ لکھ کر دیں کہ اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے' انہوں نے سمجھایا کہ اللہ کی بندی! اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے میں کیسے لکھ کے دے سکتا ہوں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس عورت نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی کہ حضرت! شریعت کا حکم راستہ میں رکاوٹ ہے ورنہ اگر اجازت ہوتی اور میں آپ کے سامنے چہرہ کھول دیتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو آپ اس بات کو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں' فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بات کہہ کر چلی گئی مگر میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ! آپ نے عورت کو عارضی حسن و جمال عطا کیا اس کو اپنے حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس کی بیوی میں ہوں اب اس کو محبت کی نظر دوسرے کی طرف ڈالنے کی اجازت نہیں' تو اے پروردگار! تیرے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہے......!!! آپ کہاں پسند کریں گے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بندہ محبت کی نظر کسی غیر کی طرف اٹھا سکے۔ (خطبات ص ۲۹۶/۵)

ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت......

حضرت حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ[1] فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا' میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گری کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا' ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی پوچھا' بھائی خیریت تو ہے کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں برداشت کیں فاقے کاٹے' سادہ لباس پہنا' مشقتیں اٹھائیں' ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کیلئے اب بھی تیار ہوں' لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کر لے تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا مگر تیرے ساتھ کبھی میں نہیں رہ سکتی

---

[1] آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ جب کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے' آپ کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھیں' حضرت ام سلمہ سے رضاعت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے' عارفین نے لکھا ہے کہ آپ کی فصاحت و بلاغت' اور کلام میں تاثیر اسی دودھ کی برکت کی وجہ سے تھا' آہ و زاری' زہد و قناعت میں آپ ممتاز تھے۔ آپ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے جو بھی گناہ لے کر آئے گا میں چاہوں گا سب معاف کر دوں گا لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔
(تمنائے دل ص ۳۸)

شبلی! جوش محبت میں نہ دکھلا......

ایک مرتبہ حضرت شیخ شبلی[1] رحمۃ اللہ علیہ وضو کر کے گھر سے نکلے‘ راستے میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا شبلی! ایسا گستاخانہ وضو کر کے تو میرے گھر کی طرف جا رہا ہے‘ وہ سہم گئے اور پیچھے ہٹنے لگے جب وہ پیچھے ہٹنے لگے تو وہ دوبارہ الہام ہوا شبلی تو میرا گھر چھوڑ کر کہاں جائے گا؟ وہ پھر ڈر گئے اور زور سے ”اللہ“ کی ضرب لگائی‘ جب اللہ کا لفظ کہا تو الہام ہوا شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر دبک کر بیٹھ گئے‘ پھر تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے بالآخر کہنے لگے اے اللہ میں تیرے ہی سامنے فریاد کرتا ہوں اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کے ساتھ ذرا محبت کی باتیں کرنا چاہتے تھے۔ (خطبات ص ۱۲۸/۷)

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی تو دیکھ کیا چاہتا ہوں

ناز کا معاملہ ہی الگ ہے

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ عجیب کیفیت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام فرمایا شبلی! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں پر کھول کر ظاہر کر دوں تاکہ تجھے دنیا میں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے‘ وہ بھی ذرا ناز کے موڈ میں تھے لہٰذا جب یہ الہام ہوا تو وہ اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور کہنے لگے اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کھول کر لوگوں پر ظاہر کر دوں تاکہ آپ کو دنیا میں سجدہ کرنے والا نہ رہے‘ جیسے ہی یہ بات کہی اوپر سے الہام ہوا‘

[1] علاقہ سمرقند کے قریب ایک مقام شبلی ہے اس کی طرف منسوب ہیں حضرت جنید بغدادی کی صحبت اختیار فرمائی اور انہوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا آپ نے ۸۷ سال کی عمر میں ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ (حقیقت الاولیاء ص ۱۶۳ طبقات صوفیہ ص ۳۳۷)

شبلی! نہ تو میری بات کہتا اور نہ میں تیری بات کہتا ہوں سوچئے تو سہی کہ نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے ساتھ کس طرح راز و نیاز اور محبت و شفقت کی باتیں کرتے ہیں۔ (خطبات ص ۱۲۸/ ۷)

محبت میں رابعہ بصریہ کا غلبہ حال

رابعہ بصریہ[1] ایک ہاتھ میں پانی لے کر دوسرے میں آگ لے کر ایک بار جا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ آگ سے جنت کو جلاؤں گی اور پانی سے جہنم کو بجھاؤں گی تا کہ لوگ جنت اور جہنم کیلئے عبادت نہ کریں' یہ رابعہ بصریہ کے غلبہ حال کا واقعہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اگر رابعہ بیچاری بھید سے واقف ہوتی تو وہ ایسا کام نہ کرتی' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود جنت کی طرف بلا رہے ہیں' "وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ" اور جس کی طرف اللہ بلائیں اس کی طرف جانا عین منشائے خداوندی ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی محبت الٰہی کے غلبہ میں ایسی باتیں کر جانا یہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (سکون دل ص ۲۱۶)

نفسانی اور رحمانی محبت کا بدلہ

حضرت یوسف علیہ السلام ایک جگہ سے جا رہے تھے آواز سنی کہ ویرانہ میں کوئی آواز دے رہا ہے:

(سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِالْمَعْصِيَةِ وَجَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِالطَّاعَةِ)

پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو نافرمانی کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کو فرمانبرداری کی وجہ سے وقت کا بادشاہ بنا دیا۔ سبحان اللہ واقعی اللہ تعالیٰ ایسی ہی ذات ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عزتیں دیتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ اے بڑھیا تو کون ہے؟ کہنے لگی انا التی اشتریتک بالجواھر والذھب والفضۃ" میں ہی وہ ہوں جس نے تمہیں سونے' چاندی' ہیرے اور موتیوں کے بدلے خریدا تھا۔ اللہ اکبر

[1] آپ بہنوں میں چوتھے نمبر پر تھیں اس لئے رابعہ نام رکھا گیا' آپ نے شادی نہیں کی آپ سے حضرت سفیان ثوری' مالک بن دینار' شقیق بلخی نے فیض حاصل کیا پیدل حج کیا۔ آپ کی ولادت ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء اور وفات ۱۸۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مدفن بصرہ میں ہے۔ (تیس بڑے اولیاء ص ۷۶)

زلیخا کو یوسف علیہ السلام سے محبت تھی ملکہ سے ہٹا کے بھکارن بنادی گئی اور یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی اللہ نے غلامی سے نکال کر وقت کا بادشاہ بنادیا۔

یہی نفسانی اور رحمانی محبت میں فرق ہوتا ہے ہر دور ہر زمانہ میں جو یوسف علیہ السلام کے نقش قدم پر چلے گا اللہ اسے فرش سے اٹھائیں گے اور عرش تک پہنچائیں گے اور جو زلیخا کے نقش قدم پر مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ملکہ کے درجہ سے ہٹا کر اس کو بھکارن بنا کر کھڑا کر دیں گے اس لیے اللہ کی محبت اصل ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے اللہ کی محبت مانگنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کی محبت جب دل میں ہو تو پھر غم غم نہیں رہتا۔ (تمنائے دل ص ۴۵)

کریم مجھ پہ کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور حجاب میں ہوں

محبت کی شمع کہاں جلتی ہے؟......

حضرت ابراہیم بن ادہم[1] رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ لکھ رہا تھا پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ اللہ کے عاشقوں کا نام لکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی ہے فرشتہ نے کہا کہ تمہارا نام نہیں ہے تو کہنے لگے کہ ایسا کرو کہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کرنے والوں میں میرا نام لکھو وہ فرشتہ کہتا ہے بہت اچھا اور چلا گیا پھر کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا دیکھتے ہیں کہ فرشتہ لکھ رہا ہے پوچھا کیا لکھ رہے ہو کہنے لگا کہ ان لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام بھی کہیں ہے تو اس نے دکھایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اس صفحے کے سب سے اوپر ابراہیم بن ادھم کا نام لکھا ہوا تھا اللہ نے فرمایا کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کیا کرتا ہوں اس لیے اللہ والوں سے محبت اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے جب اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ کے نام سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ (تمنائے دل ص ۴۷)

ایک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے نام لیا

---

[1] آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی آپ شاہی خاندان سے تھے ہاتف غیبی نے زندگی کا رخ پلٹ دیا آپ کا وطن بلخ ہے مگر شام منتقل ہو گئے تھے وہاں آپ کا مزار ہے آپ کو حضرت فضیل بن عیاض سے خلافت ملی نیز شیخ منصور سلمی اور امام باقر سے بھی خلافت عطا ہوئی آپ کے مشہور خلیفہ شقیق بلخی ہیں۔

دیدار الٰہی کا یہ نسخہ بھی عجیب

ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ[1] کے پاس ایک آدمی آیا' وہ کہنے لگا حضرت! اذکار و اذکار اور عبادات میں زندگی گزر گئی ہے مگر میرا دل ایک تمنا کی وجہ سے جل رہا ہے' جی چاہا کہ آج آپ کے سامنے وہ تمنا ظاہر کردوں آپ نے پوچھا' کونسی تمنا ہے؟ کہنے لگا حضرت! امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار ہوا تھا' میرا بھی جی چاہتا ہے کہ مجھے بھی اپنے خالق کا دیدار نصیب ہو جائے۔

حاجی صاحب بھی حاذق طبیب تھے' فرمانے لگے' اچھا تم آج عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سو جانا اس میں حکمت تھی مگر وہ بندہ سمجھ نہ سکا وہ گھر آیا جب مغرب کے بعد وقت ہوا تو سوچنے لگا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم عشاء کی نماز پڑھے بغیر ویسے ہی سو جانا لیکن فرض تو بالآخر فرض ہے چلو میں فرض پڑھ کر سنت چھوڑ کر سو جاؤں گا اور بعد میں پڑھ لوں گا' چنانچہ وہ فرض پڑھ کر سو گیا۔

رات کو خواب میں اسے نبی ﷺ کا دیدار ہوا آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تم نے فرض تو پڑھ لئے مگر سنتیں کیوں نہ پڑھیں' اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی' صبح آ کر اس نے حاجی صاحب کو بتایا' حاجی صاحب نے فرمایا: او اللہ کے بندے تو نے اتنے سال نمازیں پڑھتے گزار دیئے بھلا اللہ تیری قضا ہونے دیتے' کبھی ایسا نہ ہوتا بلکہ وہ تیرے عملوں کی حفاظت فرماتے' اگر تو مغرب کے بعد سو جاتا تو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوتا وہ تجھے جگا بھی دیتے اور تجھے عشاء کی توفیق بھی عطا فرما دیتے مگر تو راز کو نہ سمجھ سکا تو نے فقط سنتیں چھوڑیں تو محبوب ﷺ کا دیدار ہوا اگر تو فرض چھوڑ دیتا تو تجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو جاتا۔

(خطبات ص ۱۲۹/۴)

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

---

[1] ۱۸۱۷ء میں آپ کی ولادت ہوئی' نام امداد حسین رکھا گیا' مگر حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی نے امداد اللہ رکھا' سب سے پہلے نصیر الدین دہلوی نقشبندی سے بیعت ہوئے ان سے خلافت ملی۔ پھر دربار نبوت سے اشارہ ملا تو حضرت میاں جی نور محمد سے بیعت ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ چہارشنبہ بوقت اذان فجر ۸۴ سال کی عمر میں ہوئی' جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تیس بڑے اولیاء ص ۸۴)

محبت کے غلبہ میں دو بوڑھوں کی ہاتھاپائی

مقامات زواریہ میں ایک عجیب بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ فیصلہ میں دو بوڑھے آپس میں الجھنا شروع ہوگئے دیکھنے والے بڑے حیران ہوئے کہ یہ دونوں ظاہر میں بڑے نیک اور متقی نظر آتے ہیں اور اتباع سنت بھی ان کے جسم پر بالکل ظاہر ہے مگر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں ایک اس کو تھپڑ لگاتا ہے دوسرا اس کو لگاتا ہے' وہ اسے کھینچتا ہے اور وہ اسے کھینچتا ہے اور کچھ باتیں بھی کر رہے ہیں ایک صاحب قریب ہوئے کہ آخر بات کیا ہے؟ جب قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں محبت الٰہی میں مستغرق تھے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ان میں سے ایک نے کہہ دیا' اللہ میڈے رے'' یعنی اللہ میرا ہے جب دوسرے نے سنا تو وہ الجھنے لگا کہ نہیں'' اللہ میڈا رے'' وہ اسے مارتا ہے اور کہتا ہے اللہ میڈا رے اور وہ اسے مارتا ہے اور کہتا ہے اللہ میڈا رے'' اور محبت کا کتنا غلبہ تھا کہ دونوں اس بات پر الجھ رہے تھے۔ اللہ اکبر (خطبات ص ۶۸)

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے
بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں

شربت دیدار سے روزہ کا افطار

مواہب لدنیہ میں واقعہ لکھا ہوا ہے کہ عبداللہ بن مخزومہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے انہوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ جنگ یمامہ کے لئے جا رہا ہوں اب اس جنگ میں میرے جسم کے ہر عضو کے اوپر زخم آئے' یہ دعا مانگی اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ وہ گھمسان کے رن میں اس طرح گھر گئے کہ ان کے جسم کے ہر ہر عضو پر زخم آئے جب زخمی حالت میں تھے اور روح پرواز کرنے کے قریب تھی ایک مسلمان قریب ہوا تو اس مسلمان نے کہا کہ آپ کو پانی پلاؤں آپ کے جسم کا ہر ہر عضو زخمی ہو چکا ہے تو عبداللہ بن مخزومہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ نہیں میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں میں شربت دیدار سے اپنے روزے کا افطار کرنا چاہتا ہوں ایسی بھی محبت ہوتی ہے اللہ اکبر۔

اللہ تعالیٰ اس محبت کا تھوڑا سا نشہ ہمیں بھی عطا فرمادے پھر ہمیں عبادات کے اندر سکون نصیب ہو جائے گا۔ اس لیے کہا کہ (العشق نار یحرق ماسوی اللہ) عشق ایک آگ ہے

جو ماسوا اللہ کو جلا کر رکھ دیتی ہے اللہ کی محبت دل میں آتی ہے غیرت سے انسان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں۔

(تمنائے دل ص ۵۵)

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا
ماسوی معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ ''لا'' سے قتل غیر حق ہوا
دیکھئے پھر بعد اس کے کیا بچا
پھر بچا اللہ باقی سب فنا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

محبت الٰہی آخر تو سنبھال لیتی ہے......

امریکہ میں ایک نوجوان کلمہ گو مسلمان تھا' دفتر میں کام کرتا تھا' دفتر میں کام کرنے والی ایک امریکن لڑکی سے اس کا تعلق بن گیا' اور اس کی محبت کا یہ تعلق اتنا بڑھا کہ اس نے یہ محسوس کیا کہ اب میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا' چنانچہ اس نے اس کے والدین کو پیغام بھیجا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں' اس کے والدین نے کہا کہ ہماری کنڈیشن ہے کہ ہم عیسائی ہیں آپ کو اپنا دین چھوڑ کر عیسائی بننا پڑے گا۔ والدین سے قطع تعلق کرنا پڑے گا' آپ اپنے ملک واپس نہیں جایا کریں گے' جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں اس سے بالکل آپ ملاقی نہیں کریں گے' اگر آپ یہ سب شرائط پوری کر سکتے ہیں تو ہم اپنی بیٹی کی شادی کر دیں گے۔ یہ اپنے جذبات میں اس قدر مغلوب الحال تھا کہ اللہ کے اس بندے نے یہ تمام شرائط قبول کر لیں' ماں باپ سے رشتہ ختم' عزیز واقارب سے رشتہ ختم' ملک سے رشتہ ختم اور جس کمیونٹی میں یہ رہتا تھا' ان سب سے رشتہ ختم' حتیٰ کہ یہ عیسائی بن کر عیسائیوں کے ماحول میں زندگی گزارنے لگ گیا' اور اس نے شادی کر لی' مسلمان بڑے پریشان' کبھی کبھی وہ اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے مگر یہ ان سے ملنے سے بھی گھبرایا کرتا' کبھی کہیں کسی کو دیکھ لیتا تھا تو دور کترا جاتا تھا لوگ بالآخر تھک گئے کسی نے کہا کہ اس کے دل پر مہر لگ گئی کسی نے کہا کہ مرتد ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ اس نے جہنم خرید لی کسی نے کہا کہ اس نے بڑا مہنگا سودا خریدا...... ہر ایک کی اپنی اپنی

باتیں تھیں۔

تین چار سال اسی حال میں گزر گئے' یہاں تک کہ دوست احباب سب کی یادداشت سے بھی نکلنے لگ گیا' بھولی بسری چیز بنتا چلا گیا' ایک دن امام صاحب نے فجر کی نماز کیلئے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ یہ نوجوان آیا اس نے وضو کیا اور مسجد میں نماز کی صف میں بیٹھ گیا' امام صاحب بڑے حیران ان کیلئے تو یہ چیز بالکل عجیب تھی نماز پڑھائی اور اس کے بعد اس سے سلام کیا پھر اس کو لے کر اپنے حجرے میں گئے۔ اور محبت پیار سے ذرا پوچھا کہ آج بڑی مدت کے بعد آپ کی زیارت نصیب ہوئی' اس وقت اس نے اپنی حالت بتائی کہ میں نے اس لڑکی کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا' بہت کچھ میں نے اپنا ضائع کر دیا' لیکن جس گھر میں رہتا تھا میرے اس گھر میں اللہ کا قرآن رکھا ہوتا تھا' میں جب کبھی آتا جاتا' اس پر میری نظر پڑتی تو میں اپنے دل میں سوچتا کہ یہ میرے مولیٰ کا کلام ہے' یہ میرے اللہ کا قرآن ہے اور میرے گھر میں موجود ہے میں اپنے نفس کو ملامت کرتا۔

اعمال تو میرے برے تھے لیکن دل مجھے کہا کرتا تھا کہ نہیں جس کا میں نے کلمہ پڑھا ہے اس سے محبت ضرور کرتا ہوں اس کی نشانی میں نے اپنے گھر میں رکھی ضرور ہے' اس طرح کئی سال گزر گئے ایک دن میں آیا اور حسب معمول میں نے گزرتے ہوئے اس جگہ پر نظر ڈالی مجھے قرآن نظر نہ آیا' میں نے بیوی سے پوچھا کہ یہاں ایک کتاب ہوا کرتی تھی وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے گھر کی صفائی کی تھی اس میں غیر ضروری چیزوں کو میں نے پھینک دیا ہے' اس نے پوچھا اس کتاب کو بھی؟ اس نے کہا ہاں یہ وہاں سے واپس گیا اور کوڑے پھینکنے کی جگہ سے اس کتاب کو اٹھا کر لے آیا' جب لڑکی نے دیکھا کہ یہ بہت زیادہ اس کتاب کا احساس کر رہا ہے تو وہ بھی احساس کرنے لگی کہ آخر وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بس میں اس کتاب کو رکھنا چاہتا ہوں اس لڑکی نے جب دیکھا کہ یہ عربی میں ہے تو اس نے کہا کہ ہاں کوئی نہ کوئی اس کا تعلق اسلام سے ہے تو اس نے کہا کہ دیکھو تو اس گھر میں یہ کتاب رہے گی یا پھر میں رہوں گی' تمہیں اس میں سے کسی ایک کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا' وہ کہنے لگا کہ جب اس لڑکی نے یہ کہا تو میرے لیے یہ زندگی کا عجیب وقت تھا میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ تو نے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے وہ کچھ کر لیا جو تجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔

آج تیرا رشتہ پروردگار سے ہمیشہ کیلئے ٹوٹ جائے گا۔ اب تو فیصلہ کر لے اب تو اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا اس کے پروردگار کو چاہتا ہے جب میں نے دل میں یہ سوچا تو دل نے یہ آواز دی کہ نہیں میں اپنے مولیٰ سے کبھی بھی نہیں کٹنا چاہتا میں نے لڑکی کو طلاق دی اور میں نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور اب میں ہمیشہ کیلئے پکا مسلمان بن چکا ہوں۔ سوچئے اتنے غافل مسلمان کے دل میں بھی اللہ رب العزت کی محبت کا بیج موجود ہوتا ہے۔ (تمنائے دل ص ۶۵)

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

محبت الٰہی کے کیسے اسیر ہو؟......

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے چار واقعات زندگی میں بڑے عجیب لگے لوگوں نے کہا کہ وہ کون سے؟ کہنے لگے کہ......

﴿۱﴾...... ایک نوجوان کے ہاتھ میں چراغ تھا تو میں نے نوجوان سے سوال کیا کہ بتاؤ یہ روشنی کہاں سے آئی تو جیسے ہی میں نے یہ پوچھا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی اس نے پھونک مار کے چراغ بجھایا' اور کہنے لگا حضرت جہاں چلی گئی وہاں سے آئی تھی فرماتے ہیں کہ میں اس نوجوان کی حاضر جوابی کے اوپر آج تک حیران ہوں۔

﴿۲﴾...... ایک مرتبہ دس بارہ سال کی لڑکی آرہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کر دیا' بارش ہوئی تھی' میں مسجد جا رہا تھا اور وہ بازار سے کوئی چیز لے کر آرہی تھی جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا' کہیں پھسل نہ جانا تو جب میں نے یہ کہا تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا' حضرت میں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا' آپ ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اٹھانا آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟......

﴿۳﴾ ایک مرتبہ میں نے ایک مخنث کو دیکھا جب اسے پتہ چل گیا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے تو مجھے کہنے لگا کہ میرا راز نہ کھولنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے رازوں پر پردہ ڈالیں گے۔

﴿۴﴾ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے کھلے سر کے ساتھ آگے سے گذری اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا' کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آئی دھیان نہیں ننگے سر کھلے چہرے کے ساتھ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گزر گئی' اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دے دی' اور میں اس وقت غمزدہ تھی مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں' میں اس حالت میں آپ کے سامنے سے گزر گئی مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت میں اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گزرنے کا پتہ نہ چلا تو تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہرہ رہے ہو' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی بات مجھے آج تک یاد ہے اور واقعی ہماری نماز کا یہی حال ہے۔ نیچے منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا ہماری نماز کی توجہ کا عالم ہونا یہ چاہئے تھا۔ (تمنائے دل ص ۳۰)

اللہ وہ دل دے جو تیرے عشق کا گھر ہو
دائم رحمت کا تری اس پر نظر ہو......
دل دے کہ تیرے عشق میں یہ حال ہو اس کا
محشر کا اگر شور ہو تو بھی خبر نہ ہو......

عشق ومحبت کی دکان کدھر کو ہے؟......

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جانا شروع کر دیا' یہ ذرا عقل مند تھے ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے رازدارانہ لہجہ میں پوچھا کہ محمد علی کیا تم نے کبھی عشق کی دکان دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہنے لگے' جی حضرت! میں نے عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں' ایک شاہ آفاق کی اور دوسری شاہ عبداللہ کی غلام علی دہلوی جو سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے ہیں' دکانوں سے مراد خانقاہیں ہیں' کیونکہ عشق الٰہی کا سودا اللہ والوں کی خانقاہوں سے ملتا ہے۔ (خطبات ص ۸۵/۳)

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

محبت کی حقیقت ان سے پوچھو......

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ[1] کے سامنے محبت کا لفظ آیا تو فرمایا کہ اگر اس کا لفظی معنی پوچھنا ہو تو ہم بھی بتا دیں گے' شش اقسام میں سے کونسا لفظ ہے ہفت اقسام میں سے کونسا ہے باب اس کا کونسا ہے یہ تو ہم بھی بتا دیں گے' لیکن اس کی حقیقت پوچھنی ہو تو تمہیں فلاں شیخ کے پاس جانا ہوگا' وہ تمہیں اس کی حقیقت سمجھائیں گے' اسی طرح امت کے علماء وقت کے مشائخ کے ساتھ ایک رابطہ رکھتے۔ (دوائے دل ص ۲۴۹)

جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ......

ایک بزرگ گذرے ہیں شاہ دولہ ان کی بستی کے قریب ایک بند باندھا ہوا تھا' سیلاب آتا بستی ڈوبنے کا خطرہ ہوتا' اس لیے لوگوں نے بند باندھ دیا' ایک دفعہ پانی بہت زیادہ آ گیا' اور ایک جگہ ڈر ہوا کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے' لہٰذا لوگ ان کے پاس گئے کہ جی دعا کریں کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے وہ اپنا کدال لے کر آئے اور اس جگہ کو دیکھا جہاں سے ٹوٹنے کا خطرہ تھا اور اس کو کھودنا شروع کر دیا' لوگ حیران کہ حضرت ہم تو آپ کو اس لیے لائے ہیں کہ بند ٹوٹے نہ آپ الٹا کھود رہے ہیں کہنے لگے: ''جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ''

اگر میرے رب کو توڑنا منظور ہے تو میں خود ہی کیوں نہ توڑ دوں؟ تو ان کی یہ عاجزی اللہ کو پسند آ گئی اور پانی گھٹنا شروع ہو گیا' سیلاب جہاں سے آیا تھا وہیں واپس ہو گیا' اللہ والے سراپا تسلیم و رضا ہوتے ہیں۔ (دوائے دل ص ۱۰۳)

تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے
کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

---

[1] آپ کا لقب امام دارالہجرۃ ہے' ۹۳ھ میں پیدا ہوئے خلافت عادت آپ شکم مادر میں تین سال رہے' ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (مختصر سوانح ائمہ اربعہ ص ۱۳۰)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ گورنری سے فقیری تک

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں۔ مختلف علاقوں کے گورنر اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم و نسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف و جوانب سے عدل و انصاف کی خبریں مل رہی تھیں تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی خلیفہ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسروں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکٹھے ہوں۔ بالآخر وہ دن آ پہنچا جس کے لئے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفہ وقت نے ایک خصوصی نشست میں سب کو جمع کیا۔ بعض اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف و اکرام سے نوازا اور بقیہ حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کی اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا۔ سب حضرات اپنی اپنی خصوصی پوشاک پہن کر اگلے دن دعوت میں آئے۔ پرتکلف کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلہ خیالات اور گذارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی۔ سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفہ وقت کی خوشی بھی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آ رہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کیلئے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔ سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ چھینک آنا ایک طبعی امر ہے۔ مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سبکی محسوس کر رہا تھا کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین اس لمحے خلیفہ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے۔ تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اسے دربار سے

باہر نکلوادیا۔ مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہوگئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔

وزیر باتدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخاست کر دیں' چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے۔ دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد دربان نے آ کر اطلاع دی کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے۔ خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ گورنر نے اندر آ کر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیار امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جاسکتی تھی؟

یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے محاسبے کی بو آتی ہے میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سر دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ مجھے بھی روز محشر اسی طرح ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر پھینکی اور کہا کہ میں پہلے خلعت انسانی کی قدر کروں تا کہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کو لات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادی کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہئے۔

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ محبت و معرفت کی دکان میں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے۔ آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔

حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو۔ جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القاء وعطا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں۔ فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث وتکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی۔ چاروناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ۔ اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا۔ ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہو گیا۔ عرض کیا پتہ نہیں۔ حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے۔ چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔ انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی مانگتے ہوئے۔ جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ۔ گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش بر جان درویش والا معاملہ۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کی بجائے خالق سے مانگنا چاہئے۔ پورا سال اسی کام میں گزر گیا۔......

ایک دن حضرت جنید بغدادی نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا

شبلیؒ فرمایا اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا۔ اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں۔ چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہو گیا۔ بالآخر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی کسی کا حق دبایا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کس کا حق آپ نے پامال کیا۔ آپ نے فہرست بنانا شروع کی۔ حضرت کی توجہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہوگئی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ۔ چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض نے تو جلد معاف کر دیا بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو۔ بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب تک کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو' آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے' اور اس سے حق بخشواتے رہے حتی کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔ اب آپ کو خانقاہ میں آتے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔ مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے۔ بس رحمت الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا۔ بس پھر کیا تھا' آنکھ کا دیکھنا بدل گیا' پاؤں کا چلنا بدل گیا' دل و دماغ کی سوچ بدل گئی غفلت کے تار و پود بکھر گئے۔ معرفت الٰہی سے سینہ پر نور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف اللہ بن گئے۔ (عشق الٰہی ۳۴ تا ۳۵)

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا
ہمیشہ وہ رنج و الم دیکھتے ہیں

گڑ کے بدلے سونے کی انگوٹھی

شیخ سعدی[1] اپنے ایک حکایت لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری والدہ نے مجھے سونے کی انگوٹھی بنوا کر دی میں انگوٹھی پہن کر باہر نکلا تو مجھے ایک ٹھگ مل گیا' اس کے پاس گڑ کی ڈلی تھی' اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ چکھو' میں نے گڑ کو چکھا تو میٹھا لگا پھر وہ کہنے لگا کہ اب اپنی انگوٹھی کو چکھو جب میں نے اپنی انگوٹھی کو چکھا تو کچھ لذت محسوس نہ ہوئی وہ مجھے کہنے لگا کہ یہ بے لذت چیز دے دو اور لذت والی چیز لے لو میں نے اس کی باتوں میں آ کر اسے سونے کی انگوٹھی دے دی اور گڑ کی ڈلی لے لی۔ اسی طرح اگر محبت الٰہی کی قدر و قیمت ہمارے دل میں نہ ہو تو آدمی غفلت و معصیت کی وجہ سے اس کو ضائع کر دیتا ہے۔ (خطبات ص ۱۲۲/۸)

حسن فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا

محبت کیلئے ہاں تو کہہ دیں

ایک بندے کی جھونپڑی تھی سرکنڈے کی بنی ہوئی ایک ہاتھی والا کہیں سے آ گیا ہاتھی والے نے اس جھونپڑی والے سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ جی میں تو نہیں کر سکتا' کیوں؟ اس نے کہا کہ آپ تو ہاتھی والے ہیں ہاتھی لے کر آئیں گے اور میری جھونپڑی میں تو ہاتھی آ نہیں سکتا تو ہاتھی والا مسکرایا اور کہنے لگا کہ بس تم ہاں کر دو' میں تمہاری جھونپڑی میں بھی محل بنا دوں گا' سوچئے جہاں ہاتھی آ جاتا ہے اگر ہاتھی والا محبت کے اقرار کرنے پر اس کی جھونپڑی کو محل بنا سکتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ پروردگار نے قرآن پاک میں فرما دیا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا ایمان والوں کی مثال ہاتھی والے کی طرح ہے اور مومن کی مثال جھونپڑی والے کی' اب اگر مومن ہاں کہہ دے اللہ تعالیٰ آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں' ہم بھی اس دوستی پر لبیک کہنا چاہتے ہیں تو آپ پروردگار ہماری جھونپڑیوں کو محل خود بنا دیں گے اور محبت کے آداب خود سکھا کر ہمیں اپنی محبت کی نعمت خود عطا فرما دیں گے تو بڑے

---

[1] آپ کا نام شرف الدین ہے لقب مصلح الدین اور تخلص اور سعدی ہے۔ آپ کی ولادت ۵۸۹ھ قریباً ۱۱۹۳ء اور وفات ۶۹۱ھ مطابق ۱۲۹۲ء میں ہوئی۔ (بہار بوستان ص ۳)

کی طرف سے محبت کا اشارہ ہے ﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ تو جب اشارہ ہے تو ہم اس کیلئے حاضر ہیں اے محبوب ہم آپ سے محبت کیلئے تیار ہیں آپ ہمیں اپنی محبت میں شامل فرمالیجئے۔
(خطبات ۱۰۹/۱، تمنائے دل ۲۱۲)

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

محبوب ملا سب کچھ ملا

سبکتگین بادشاہ[1] اپنی ایک بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا ایک مرتبہ دوسری بیویوں نے اس سے کہا کہ آپ اپنی فلاں بیوی سے زیادہ محبت رکھتے ہیں حالانکہ حسن میں ہم اس سے زیادہ ہیں' سمجھداری میں بھی ہم ان سے زیادہ ہیں آخر اس میں کون سی ایسی خاص بات ہے' ہمیں تو اس کے اندر کچھ نظر نہیں آتا مگر آپ کی محبت کی نگاہیں جو اس پر اٹھتی ہیں وہ کسی دوسری بیوی پر نہیں اٹھتیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ بادشاہ نے کہا' اچھا میں کبھی اس بات کا جواب دے دوں گا اس کے بعد اس کی بیویاں یہ بات بھول گئیں۔
ایک دن سبکتگین نے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر کہا کہ آج میں اچھے موڈ میں ہوں' اس لیے آج میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر ایک کو اچھے اچھے انعام سے نوازوں وہ یہ بات سن کر خوش ہو گئیں کہ آج ہمیں شاہی خزانے سے انعام ملے گا' صحن میں سونے چاندی اور جواہرات کے ڈھیر لگا دیے گئے' بادشاہ نے ان سب کو بلا کر کہا کہ اس صحن میں جو چیزیں پڑی ہوئی ہیں ان میں سے جس چیز پر جو بیوی بھی ہاتھ رکھ لے گی اس کو وہ چیز انعام کے طور پر دے دی جائے گی' چنانچہ جس وقت میں اشارہ کروں تم دوڑ کر اپنی پسند کی چیز پر ہاتھ رکھ لینا' بیویاں تیار ہو گئیں اور انہوں نے اپنی اپنی پسند کی چیزوں پر نگاہیں جمالیں' کسی نے یاقوت کے اوپر' کسی نے ہیرے کے اوپر کسی نے سونے کے اوپر' کسی نے چاندی کے اوپر' بادشاہ نے اشارہ کیا تو بیویوں نے دوڑ کر اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن وہ بیوی جس پر اس کی محبت کی خاص نظر رہتی تھی وہ اپنی جگہ کھڑی رہی جب سب نے دیکھا کہ ہم نے قیمتی چیزوں پر ہاتھ رکھ لیے ہیں مگر اس نے کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا تو وہ ہنسنے لگیں اور بادشاہ سے کہنے لگیں بادشاہ سلامت

[1] ہند میں حکومت غزنوی کا بانی ابو منصور سبکتگین ہے' جو ۹۷۷ سے ۹۹۷ تک حکومت کی۔ (واقعی عالمی تاریخ ص ۵۸)

ہم کہا کرتی تھیں کہ یہ بیوقوف ہے اور اس کے اندر عقل کی کمی ہے اور آج اس کی عقل کی کمی کھل کر سامنے آ گئی ہے یہ تو بس سوچتی ہی رہی لہٰذا آج اس کے پلے کچھ نہیں آئے گا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا' اے اللہ کی بندی' تو نے کسی چیز پر ہاتھ کیوں نہ رکھا؟ وہ کہنے لگی' بادشاہ سلامت! میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ نے یہی کہا ہے نا کہ آج جو جس چیز پر ہاتھ رکھے گی' وہ چیز اس کی ہو جائے گی' بادشاہ نے کہا' ہاں یہی تو میں نے کہا ہے اس نے یہ سنا تو آگے بڑھی اور بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا' اور کہنے لگی بادشاہ سلامت! جب میرے ہو گئے تو پھر سارا خزانہ میرا بن گیا۔ بادشاہ نے اس کی یہ بات سن کر اپنی دوسری بیویوں سے کہا کہ دیکھو اس کی اس عقلمندی اور محبت کی وجہ سے میں اس کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہوں اس طرح جب انسان محبت الٰہی کو تھام لیتا ہے تو کائنات کی چیزیں اس کیلئے مسخر ہو جاتی ہیں۔ (خطبات ص ۱۵۰/۷)

عشق کی دیوانگی طے کر گئی کتنے مقام

عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے

محبت الٰہی میں مولانا محمد علی جوہر سرشار

مولانا محمد علی جوہر[1] قریب زمانہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں' ہمارے نقشبندی بزرگوں کے سایہ میں رہے ان سے تربیت پائی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنی محبت بھر دی۔ دل میں عہد کر لیا کہ مسلمانوں کو جب تک آزادی نہیں ملے گی میں اس وقت تک قلم کے ذریعہ سے جہاد کرتا رہوں گا۔ چنانچہ انگلینڈ تشریف لے گئے وہاں کے اخبارات میں اپنے مضامین لکھتے تھے کہ انگریزوں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو آزادی دے دیں قلمی جہاد کرتے رہے اور یہ نیت کر لی کہ جب تک آزادی نہیں مل جاتی واپس گھر نہیں جاؤں گا اسی حالت میں کئی مرتبہ ان کو تکالیف بھی آئیں جیل میں بھی ڈالے گئے۔ انہوں نے جیل میں چند اشعار لکھے فرماتے ہیں۔ (خطبات ص ۱۱۴/۱)

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے

پر غیب میں سامان میرے لیے ہے

---

[1] آپ ضلع بجنور کے شہر نجیب آباد کے رہنے والے ہیں۔ ۸ء۱۸۷۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی علی گڑھ سے فارغ ہو کر آکسفورڈ لندن میں بھی تعلیم حاصل کی۔ آزادی کی خاطر لندن تشریف لے گئے وہاں ۴ جنوری ۱۹۳۱ء میں وفات ہوئی آپ کا جنازہ بیت المقدس لایا گیا اور مسجد عمر کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ (تیس بڑے اولیاء ص ۸۲۵)

توحید یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

مرنے سے پہلے ابا جی کی زیارت

حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی بیمار ہوئی' ڈاکٹروں نے جواب دے دیا' جوان العمر بیٹی تھی ماں نے پوچھا کہ کوئی آخری تمنا کوئی آخری خواہش؟ کہا ابا جی کی زیارت کو جی چاہتا ہے ماں نے خط لکھوا دیا' جوان العمر بیٹی کا خط پردیس میں ملا کہ میں اپنی عمر کی آخری گھڑیاں گن رہی ہوں' دل کی آخری تمنا ہے کہ ابا حضور تشریف لائیں تو میں آپ کا دیدار کر لوں کتنی بڑی بات تھی' حضرت کو وہ خط ملا حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کے پشت پر دو شعر لکھ کر وہ خط واپس بھیج دیا' بیٹی کو اس حال میں کیا جواب لکھا' فرماتے ہیں:

میں تو مجبور ہوں اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور ہوں وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں منظور ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

یہ کیفیت نصیب ہو جائے تو زندگی کا مزہ آ جائے اللہ رب العزت ہمارے لیے اپنی یہ نعمت آسان فرما دے۔ آمین (خطبات ص ۱/۱۱۵)

محبت الٰہی کی برکت سے ہو گئے سب اپنے

شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ نے جس کو جنت میں میرا ساتھی بنانا ہے دنیا میں میری اس سے ملاقات کرا دیجئے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ حبشہ کی رہنے والی ایک عورت میمونہ ہے جو جنت میں تمہاری ساتھی بنے گی' چنانچہ میں اس بستی کی طرف چل پڑا جا کر بستی والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو بکریاں چراتی ہے اور اس وقت وہ باہر کہیں بکریاں چرا رہی ہو گی' فرماتے ہیں کہ میں اس طرف چل پڑا' جب میں نے بستی سے باہر نکل کر دیکھا تو حیران ہوا کہ بکریاں ایک ہی جگہ پر چر رہی ہیں اور ادھر ادھر بھاگتی نہیں ہیں' اور ایک عورت درخت کے نیچے کھڑی نماز پڑھ رہی ہے۔ جب میں نے غور کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ جہاں بکریاں چر رہی تھی اس

چراگاہ کے کنارے پر مجھے کچھ بھیڑیے بیٹھے نظر آئے ان بھیڑیوں کی وجہ سے وہ بکریاں کہیں باہر بھی نہیں بھاگ رہی تھیں، اور ایک ہی جگہ پر چر رہی تھیں۔ جب اس عورت نے سلام پھیرا اور مجھے دیکھا تو کہنے لگی! عبدالواحد! اللہ رب العزت نے ملاقات کی وعدہ گاہ تو جنت بنائی ہے۔ اس لیے تم دنیا میں کیسے آ گئے! میں نے کہا کہ میں نے دعا مانگی تھی جو اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو گئی البتہ اب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی تھیں بکریاں چر رہی تھیں اور بھیڑیے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ بکریوں کو کچھ کہہ بھی نہیں رہے تھے۔ مجھے اس راز کی سمجھ نہیں آ رہی وہ کہنے لگی عبدالواحد! یہ بات سمجھنی آسان ہے کہ جس دن سے میں نے اپنے پروردگار سے صلح کر لی ہے اس دن سے بھیڑیوں نے میری بکریوں سے صلح کر لی ہے تو معلوم ہوا کہ ''فـاذکـرونـی اذکـرکـم'' کا ایک مطلب یہ بنا کہ اے بندو! تم مجھ سے صلح کر لو میں مخلوق کی تمہارے ساتھ صلح کر دوں گا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۳۵ ج ۷)

ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے
آنسو نہ ہو تو عشق میں کچھ آبرو نہیں

دربار الٰہی میں اہل محبت کی لاج

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی رفیق سفر بنے چونکہ دونوں کو ایک ہی منزل پر جانا تھا' لہٰذا سوچا کہ اکٹھا رہنے سے سفر اچھا گزرے گا' ابھی منزل پر پہنچنے میں دو دن باقی تھے کہ دونوں کا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ آپس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ مسلمان نے تجویز دی کہ ایک دن آپ دعا کریں تا کہ کھانا ملے دوسرے دن میں دعا کروں گا کہ کھانا ملے' عیسائی نے کہا کہ آپ پہلے دعا کریں چنانچہ مسلمان نے ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانے کا خوان لے کر آ گیا۔ مسلمان بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی۔ کھانا کھا کر دونوں اطمینان کی نیند سو گئے۔ دوسرے دن عیسائی کی باری تھی وہ بظاہر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک طرف خوشی کی نذر ہی مگر مسلمان اپنے دل میں بہت پریشان ہوا اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ کھانا کھائے۔ عیسائی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ کھانا کھائیں تو میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان نے

پوچھا کہ بتائیں کیا خوشخبری ہے عیسائی نے کہا کہ پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے یہ دعا مانگی تھی اے اللہ اگر اس مسلمان کا آپ کے ہاں کوئی مقام ہے تو آپ کھانا عطا فرما دیں۔ لہٰذا آج اللہ تعالیٰ نے دو خوان آپ کے اکرام کی وجہ سے عطا فرمائے۔ عاشق صادق کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

محبت میں باہر آنے نہیں دیتے

ایک آدمی نے مچھلی خریدی اور ایک مزدور سے کہا کہ گھر پہنچا دو تو اتنی مزدوری مل جائے گی۔ مزدور نے کہا بہت اچھا تاہم اگر راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر مچھلی پہنچاؤں گا۔ اس آدمی نے رضامندی کا اظہار کیا۔ جب چلے تو کافی دور جا کر اذان ہوئی مزدور نے کہا کہ حسب وعدہ میں تو نماز پڑھوں گا آدمی نے کہا بہت اچھا میں مچھلی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں تم جلدی سے نماز پڑھ کر آ جاؤ۔ مزدور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا جب دوسرے لوگ نماز پڑھ کر باہر نکل آئے تو بھی یہ مزدور نماز پڑھ رہا تھا۔

اس آدمی نے دیکھا کہ بہت دیر لگ گئی تو آواز دینے لگا۔ اے میاں اتنی دیر ہو گئی۔ تمہیں کون باہر آنے نہیں دیتا۔ اس مزدور نے جواب دیا کہ جناب جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا وہی مجھے باہر نہیں جانے دیتا۔ سبحان اللہ عشق و محبت والوں کا عجیب حال ہوتا ہے۔ وہ نماز میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہوں۔ (عشق الٰہی ص ۴۴)

اس کو محبت نہ ہوتی تو توفیق تہجد نہ دیتا......

ایک شخص بازار جا رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک باندی کا مالک اسے بیچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں۔ وہ باندی دیکھنے میں بہت دبلی پتلی سی نظر آ رہی تھی۔ اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا۔ جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کر رہی ہے او رکہہ رہی ہے کہ اے اللہ آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ اس شخص نے ٹوکا کہ یوں نہ کہو بلکہ یہ کہو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر وہ باندی بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے آقا اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ساری رات مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا۔ یہ کہہ کر اس باندی نے رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہیں مصلے پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پرواز کر گئی۔ (عشق الٰہی ص ۴۴)

محبت الٰہی میں بھوک و پیاس کا گزر کہاں؟

ایک مرتبہ حسنین کریمینؓ[1] بہت بیمار ہوئے۔ طبیعت سنبھل ہی نہیں رہی تھی۔ خاتون جنت نے دونوں شہزادوں کی صحت یابی کیلئے منت مانی کہ یا اللہ دونوں بچوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگاتار نفلی روزہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شہزادوں کو صحت عطا کر دی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے روزہ رکھنا شروع کیا جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کیلئے فقط ایک روٹی تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ پوچھا کون تو جواب ملا کہ میں مسکین ہوں بھوکا ہوں اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزارہ کر لیں گے مگر ہمیں سائل کو خالی نہیں بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ صبح سحری بھی فقط پانی پی کر ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کیلئے فقط ایک روٹی۔ جب افطاری کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کیلئے مانگ رہا ہے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزارہ کر لیں گے مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی گئی۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا۔ تیسرے دن حضرت علیؓ کچھ لے کر آئے مگر وہ بھی فقط اتنا کہ میاں بیوی بمشکل افطار کر سکتے تھے۔ لیکن اس دن ایک اسیر نے دستک دی اور سوال کیا۔ گویا کہ تین دن متواتر بھوکا رہنے سے سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اپنی حالت دگرگوں تھی۔ نقاہت بہت زیادہ تھی۔ بھوک کی شدت نے مضطرب کر دیا تھا۔ مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا۔ تیسرے دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی۔ اپنے اوپر تنگی برداشت کر لی مگر محبت الٰہی سے دل ایسے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر بھی روٹی کی بات تھی۔ عشاق کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ (عشق الٰہی ص ۴۶)

---

[1] حضرت امام حسن کی ولادت ۳ھ میں ہوئی وفات ماہ ربیع الاول ۴۹ھ میں زہر سے شہادت ہوئی۔ حضرت امام حسین کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (خاندان نبوت [illegible] ص ۱۴۴)

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

سجدہ میں محبوب نے پیار لے لیا......

حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ[1] ایک بہت بڑے شیخ تھے' ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے' حضرت نے فرمایا: اشرف علی! جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لیا ہو اور اشرف علی! جب قرآن پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے پروردگار سے ہم کلامی کر رہا ہوں اور مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت میں اگر کچھ حوریں میرے پاس آئیں تو میں ان سے کہوں گا بی بی! مجھے تھوڑا سا قرآن سنا دو سبحان اللہ

مجھے میرا محبوب بچائے گا......

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے ایک کافر نے دیکھا کہ تلوار لٹک رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اس نے سوچا کہ اچھا موقع ہے کچھ کام کر دکھاؤں' اس نے آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ میں لے لیا' اسی دوران نبی علیہ السلام بیدار ہو گئے تو وہ پوچھتا ہے "من یمنعك منی یا محمد" (اے محمد! اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا)

نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ' اس اللہ کے لفظ میں کوئی ایسی تاثیر تھی کہ اس کافر کے دل پر ایک ہیبت طاری ہوئی' اتنا کانپا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لی' فرمایا: "من یمنعك منی" اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟

وہ کافر منتیں کرنے لگا کہ آپ تو کریم ہیں آپ تو بڑے اچھے ہیں' فلاں ہیں اور فلاں ہیں' آپ مجھے معاف کر دیجئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رحمۃ للعالمین ہونے کا ثبوت دیا کہ اچھا تو ایسے سخی سے معافی مانگ رہا ہے جسے رحمۃ للعالمین کہا گیا فرمایا جا تجھے میں نے معاف کر دیا' کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے معاف کر دیا اور ذرا کلمہ پڑھا دیجئے تاکہ مجھے اللہ تعالیٰ بھی معاف فرما دیں میں آج سے آپ کے غلاموں میں شامل ہوتا ہوں۔

---

[1] آپ کی ولادت ۱۲۰۸ھ میں ہوئی' آپ کی وفات ۲۲ ربیع الاول بعد مغرب ہوئی' آپ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب کے خلیفہ تھے جو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ محمد سعید کی اولاد میں تھے۔ (سوانح علماء دیوبند ص ۱۹۵ ج ۱)

محبوب کی حفاظت دشمن کی گود میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کرلیا' نتیجہ کیا ہوا؟ ذرا یہ واقعہ مختصر سا سن لیجئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ﴾

﴿ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہ آپ اس بچے کو دودھ پلائے اور اگر آپ کو اس کے بارے میں ڈر لگ جائے (فرعون کے سپاہی کہیں پکڑ کے نہ لے جائیں اور ذبح نہ کردیں) تو اس کو پھر پانی میں ڈال دینا﴾ اور ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ﴾

﴿پھر اس کا وہ تابوت ساحل پر آ لگے گا' اس کو وہ پکڑے گا جو میرا بھی دشمن اس کا بھی دشمن ہے﴾

اب بتائیے کہ عقل سے پوچھیں عقل چیخے گی' چلائے گی اور کہے گی پروردگار آپ نے حفاظت بھی کرنی ہے تو یہ بچہ ان سپاہیوں کو نظر نہ آئے' وہ سپاہی ادھر آ ہی نہ سکیں' مجھے فرمادیں میں کہیں غار میں چھپا آتی ہوں چھت پر لٹا دیتی ہوں' رب کریم یہ کیا بات ہے کہ اس کو دریا میں ڈالیں بچہ ہے تابوت بنا کے ڈالنا پڑے گا۔ تابوت میں ڈالیں تو پانی بھرنے کا اندیشہ اور اگر پانی سے بچانے کیلئے واٹر ٹائٹ بنائیں تو ہوا بھی بند ہو جائے گی' ہوا بند ہونے سے مرے گا۔ سمجھ نہیں آتی کہ کیا کریں؟ ہوا کیلئے سوراخ رکھیں تو پانی جانے کا خطرہ اور پانی سے بچانے کی کوشش کریں تو ہوا بند ہونے کا خطرہ عقل کہتی ہے کہ یہ بچہ بچتا نہیں ہے مگر رب کریم کیا فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

﴿تم نے خوف بھی نہیں کھانا اور تم نے ڈرنا بھی نہیں ہے ہم اسے لوٹائیں گے تمہارے پاس اور ہم نے تو اسے رسولوں میں بنانا ہے﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس بات پر یقین کرلیا' چنانچہ بیٹے کو دریا میں ڈال دیا' اس کو فرعون کے کارندوں نے پکڑ لیا اب جب کھول کے دیکھا تو اس میں بچہ تھا' اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:

﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾

﴿ہم نے آپ پر محبت ڈال دی﴾۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں اتنی دل کش تھیں' جاذب تھیں کہ جیسے ہی فرعون اور اس کی بیوی نے دیکھا تو وہ اپنا دل دے بیٹھے' فرعون کی بیوی کہنے لگی:

﴿لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾

(تم نے اسے قتل نہیں کرنا ہم اس کو اپنا بیٹا بنائیں گے ہمیں نفع ہوگا)

فرعون کہنے لگا ٹھیک ہے لہٰذا شاہی فرمان جاری ہوئے کہ ہم نے اسے بیٹا بنالیا' ہزاروں بچوں کو ذبح کروانے والا اپنا دل دے بیٹھا ہے کہتا ہے ٹھیک ہے' اسے قتل نہیں کرنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾

(ہم نے ان پر باقی عورتوں کے دودھ کو حرام کر دیا)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ نہیں پیتے تو فرعون خود پریشان ہوتا ہے کہ بچہ دودھ نہیں پیتا' کیا بنے گا؟ چنانچہ عورتوں کو بلوایا' جو عورت آتی ہے بچہ دودھ نہیں پیتا' اسی حال میں رات گزر گئی۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی حالت بھی عجیب تھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾

(وہ تو اپنی بات کا اظہار کر ہی بیٹھتی اگر ہم نے اس کے دل پر گرہ نہ ڈال دی ہوتی)

بیچاری رو بیٹھی' آخر ماں تھی رات گزر گئی سوچتی تھی کہ کیا پتہ میرا بیٹا کس حال میں ہے؟ رو رہا ہے یا خوش ہے جاگ رہا ہے یا سویا ہوا ہے' کس کے ہاتھ میں ہے' کس کے ہاتھ میں نہیں' ماں تھی' ان خیالات نے بہت پریشان کیا ہوا تھا' چنانچہ مضطرب ہو کر اپنی بیٹی سے کہا' جاؤ ذرا بھائی کی خبر لاؤ' وہ بھاگی گئی' جا کر منظر دیکھتی ہے کہ بہت ساری عورتیں دودھ پلانے آ رہی ہیں مگر وہ بچہ کسی کا دودھ ہی نہیں پیتا' وہ آگے بڑھی اور فرعون سے کہا:

﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ﴾

(میں تمہیں بتاؤں ایسے گھر والوں کے بارے میں جو اسے دودھ بھی پلائیں گے اور اس کے بڑے خیر خواہ ہوں گے)

مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کو بات کھٹکی' کہنے لگا کون ہوں گے جو اس کے بڑے خیر خواہ ہوں گے' وہ بھی نبی کی بہن تھی' کہنے لگی' ہم آپ کی رعایا ہیں' اگر ہم آپ کی خیر خواہی نہیں کریں تو کون کرے گا' فرعون کہنے لگا' بات سمجھ میں آ گئی' اچھا لے آؤ' چنانچہ بہن آئی اور والدہ کو لے گئی' انہوں نے دودھ پلایا' جب بچے نے دودھ پی لیا تو فرعون بہت خوش ہوا اور کہنے لگا' بی بی اس بچے کو اپنے گھر لے جاؤ وہاں جا کر اسے دودھ پلانا اور دودھ پلانے کی تنخواہ ہم اپنے خزانے سے بھیج دیا کریں گے' رب کریم فرماتے ہیں:

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم زدہ نہ ہو اور وہ جان لے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے)

دیکھا اللہ رب العزت کے وعدے کیسے سچے ہیں اس لیے فرمایا: ﴿ومن اصدق من اللہ قیلا﴾ (اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچی بات کہنے میں) سبحان اللہ۔ اللہ اس طرح اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

راہِ عشق و وفا میں دھوکا بھی گوارا......

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ اپنے غلاموں میں سے کسی کو اچھے انداز سے نماز پڑھتے دیکھتے تو وہ اس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ جب آہستہ آہستہ غلاموں کو پتہ چلا تو ہر غلام نے یہی وطیرہ اپنا لیا۔ غلام اچھی طرح نماز پڑھ کر دکھا دیتے اور وہ انہیں آزاد کر دیتے' کسی نے کہا حضرت! آپ کے غلام ریاکاری کرتے ہیں وہ آپ کے سامنے بنا سنوار کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور آپ ان کو آزاد کر دیتے ہیں' وہ تو آپ کو اس طرح دھوکا دیتے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

والد مکرم کے ساتھ نابالغی کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے ۸۴ سال کی عمر میں ۷۳ھ میں وفات پائی مہاجرین کے مقبرہ ذی طوی میں مدفون ہیں (وفیات الاعیان ص ۲/۱۹)

''میں اللہ کی محبت میں سچا کیسے ہو سکتا ہوں؟ جب تک کہ اس کی محبت میں دھوکا نہ کھاؤں''(خطبات ذوالفقار، ص ۴۲/۰۱)

عشق الٰہی کے تین امتحان

عشق الٰہی کے میدان میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے راسخ قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو آزمایا تو وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوگئے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا۔

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾ (بقرۃ: ۱۲۴)

(اور یاد کر اس وقت کو جب آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں اور وہ اس میں کامیاب ہوا) ہمارے حضرت مرشد عالم فرمایا کرتے تھے کہ فَأَتَمَّهُنَّ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں Cent per cent (سو فیصد) کامیاب ہوئے۔ اب آپ کی خدمت میں ان چند باتوں کی تفصیل کرتا ہوں۔

(۱) بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق......

کتابوں میں لکھا ہے کہ:

''اوحی اللہ تعالیٰ الی نبیہ ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام یا ابراھیم انک لی خلیل فاحذر ان اطلع علی قلبک فاجد مشغولا بغیری فیقطع حبک منی فانی انما اختار لحبی من لو احرقتہ بالنار لم یلتفت قلبہ عنی''

(اللہ رب العزت نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے ابراہیم آپ میرے خلیل ہیں اس بات سے پرہیز کرنا کہ میں آپ کے قلب کی طرف توجہ کروں اور میں آپ کے قلب کو کسی غیر کے ساتھ مشغول پاؤں اس لیے کہ جس کو میں اپنی محبت کیلئے چن لیتا ہوں تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی جلا دے تو بھی اس کا قلب میری طرف سے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا)

چنانچہ زندگی میں وہ وقت بھی آیا جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ تفاسیر میں اس آگ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ان لکڑیوں کو ایک ہی وقت میں آگ لگائی گئی۔ جب ساری لکڑیاں جلنے لگیں تو نمرود اس سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

آگ میں کیسے ڈالے۔ بالآخر شیطان نمرود کے پاس آیا اور اس نے سمجھایا کہ ایک جھولا بنا لیجئے اور اس میں بٹھا کر ان کو آگ میں پھینک دیجئے' اس طرح یہ آگ کے وسط میں جا کر گریں گے' چنانچہ اس نے جھولا بنوالیا' اور آپ کو اس میں بٹھا کر آگ میں پھینک دیا گیا۔

ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھولا ہوا میں ہی تھا کہ فرشتے تعجب سے کہنے لگے' اے اللہ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں آپ کی کتنی محبت ہے' آپ کی محبت کی وجہ سے آگ میں ڈالے جا رہے ہیں انہوں نے اسباب کی کوئی پرواہ نہیں کی' اے اللہ ان کی مدد فرما دیجئے مگر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا' "تم لوگ ان کے پاس چلے جاؤ اور اپنی مدد پیش کرلو پھر میرا خلیل قبول کرلے تو تم مدد کر دینا ورنہ خلیل جانے اور خلیل کا رب جلیل جانے کیونکہ یہ میرا اور میرے خلیل کا معاملہ ہے"

چنانچہ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر مدد کی پیش کش کی مگر آپ علیہ السلام نے ان کی بات سن کر فرمایا: "لا حاجة لي اليكم" (مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں)۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور امداد پیش کی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا جبرئیل کیا آپ اپنی مرضی سے آئے ہیں یا اللہ رب العزت نے بھیجا ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا کہ میں آیا تو اللہ کی مرضی سے ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر مدد کو قبول کریں تو مدد کر دینا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: نہیں جب میرے اللہ کو میرے حال کا پتہ ہے تو پھر مجھے یہی کافی ہے کہ پروردگار جانتا ہے کہ ابراہیم کس حال میں ہے میرا مالک اور محبوب جانتا ہے کہ مجھے اس کے نام پر آگ میں ڈالا جا رہا ہے لہٰذا میں آگ میں جانا ہی پسند کروں گا۔

جب فرشتے واپس چلے گئے تو اللہ رب العزت نے آگ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

﴿يٰنَارُ كُونِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ (انبیاء، ۶۹)

(اے آگ! میرے ابراہیم پر سلامتی والی ٹھنڈک والی بن جا) اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے آگ کو گلزار بنا دیا۔

(۲) بے آب و گیاہ وادی میں......

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوگئی تو اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کو فرمایا "اے میرے پیارے خلیل! آپ اپنی بیوی کو بے آب و گیاہ وادی کے اندر چھوڑ آیئے"..... چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے قریب جہاں پانی اور سبزہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا' چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی بات بھی نہیں کرتے اور پھر واپس ملک شام جانے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا ذرا تصور کر کے دیکھئے کہ اپنی بیوی کو اکیلے مکان میں چھوڑ کر آنے کیلئے بندے کا دل آمادہ نہیں ہوتا حالانکہ شہر کے اندر ہوتا ہے۔ پھر اپنی بیوی اور بچے کو ایسے ویرانہ میں چھوڑ دینا جہاں پینے کو پانی بھی نہ ملے اور ہر طرف پتھر ہی پتھر نظر آئیں' کتنی بڑی آزمائش ہے..... جب اللہ کے حکم سے ان کو چھوڑ کر واپس آنے لگے تو بیوی نے پوچھا' آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ مگر آپ علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا' دوبارہ پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ مگر پھر بھی آپ علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بھی آخر نبی کی صحبت یافتہ تھیں چنانچہ تیسری بار پوچھنے لگیں' کیا آپ ہمیں اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں آپ نے جواب دینے کی بجائے سر ہلا دیا کہ ہاں میں اللہ کے حکم سے آپ کو یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب اس نیک بیوی نے یہ سنا تو کہنے لگیں' اگر آپ ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے' پھر آپ علیہ السلام اپنی بیوی کو چھوڑ کر وہاں سے واپس ملک شام چلے گئے۔

(۳) سکھائے کس نے اسماعیل علیہ السلام کو آداب فرزندی.....

اپنی جان دینا آسان ہوتا ہے لیکن اپنے سامنے اپنے بچے کو مرتے دیکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔ اسی لئے تو بچے کو بچانے کیلئے ماں باپ آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں مارو پھر بچے کو ہاتھ لگانا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالے جانے والا امتحان ایک درجہ پیچھے تھا اور اولاد کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا اس سے بھی ایک درجہ آگے تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو ملنے کیلئے ملک شام سے مکہ مکرمہ آئے' آپ علیہ السلام نے آٹھ ذوالحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں۔ آپ صبح اٹھے تو سوچنے لگے کہ شاید قربانی مطلوب ہے۔ چنانچہ آپ نے ستر اونٹ اللہ کے راستے میں قربان کر دیئے۔ پھر نویں کی شب کو پھر وہی خواب دیکھا۔ چنانچہ

دوسرے دن بھی ستر اونٹ قربان کر دیئے۔ لیکن دسویں کی رات کو پھر وہی خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کر رہا ہوں۔ جب تیسری بار بھی خواب دیکھا تو واضح طور پر سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے کی ہی قربانی مطلوب ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب میں نے اپنے سات سالہ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کو پیار کیا اور کہا' بیٹا میرے ساتھ چلو۔ بیوی نے پوچھا' کہاں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کسی بڑے کی ملاقات کرنی ہے۔ نام نہ بتایا کیونکہ وہ بلا آخر ماں ہے' ممکن ہے کہ قربانی کا نام سن کر اس کا دل پسیج جائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو آ جائیں اور صبر و ضبط میں کچھ فرق پڑ جائے' چنانچہ موٹی سی بات کر دی کہ کسی بڑے کی ملاقات کیلئے جانا ہے۔ بی بی ہاجرہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہلا دیا' سر پر تیل بھی لگایا اور کنگھی بھی کر دی۔ لیکن ان کو معلوم نہیں تھا کہ آج میرا بیٹا کس آزمائش میں جا رہا ہے۔ البتہ روانہ ہوتے وقت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو کہہ دیا بیٹا ایک رسی اور چھری بھی لے لو۔ اس نے پوچھا' ابا جان رسی اور چھری کس لئے لینی ہے؟ فرمایا: بیٹا! جب بڑے سے ملاقات ہوتی ہے تو پھر قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں' بیٹا سمجھا کہ شاید کسی جانور کو قربان کریں گے۔ یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کیلئے گھر سے چل پڑے۔

جب وہ اپنے گھر سے چلے گئے تو پیچھے شیطان ملعون بی بی ہاجرہ کے پاس آیا اور کہنے لگا' تجھے پتہ بھی ہے کہ آج تیرے بیٹے کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے پوچھا کیا؟ وہ کہنے لگا تیرا خاوند تیرے بیٹے کو ذبح کر دے گا' انہوں نے کہا بوڑھے! تیری عقل چلی گئی کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے جب اس نے یہ کہا کہ ہاں ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے تو بی بی ہاجرہ کہنے لگیں اگر اللہ کا حکم ہوا ہے تو میرے بیٹے کو قربان ہونے دو کیونکہ اگر میرے بارے میں اللہ کا حکم ہوتا تو میں بھی اس کے راستے میں قربان ہونے کیلئے تیار ہو جاتی۔

جب شیطان کا بی بی ہاجرہ کے سامنے کوئی بس نہ چلا تو وہ راستے میں حضرت اسماعیل

علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے پوچھا' بتاؤ! تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا کسی بڑے کی ملاقات کیلئے جا رہا ہوں' وہ کہنے لگا ہرگز نہیں تجھے ذبح کر دیا جائے گا' انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ کہنے لگا ہاں اللہ کا حکم ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے اگر اللہ کا حکم ہے تو میں حاضر ہوں چنانچہ شیطان پھر ناکام ہوا۔

پھر راستے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا' بیٹے کو ذبح کرتے ہو' کبھی خواب کے پیچھے بھی کوئی اپنی اولاد کو ذبح کرتا ہے' دیکھئے قابیل اور ہابیل کو قتل کیا تھا لیکن آج تک اس کا نام رسوائے زمانہ مشہور ہے اگر آپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں گے تو کہیں آپ کا نام بھی ایسے ہی برا نہ مشہور ہو جائے' لہٰذا ایسا کام ہرگز نہ کرنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے بدبخت! معلوم ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے' قابیل نے تو اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے بندے کو مارا تھا اور میں تو رحمانی خواب کو پورا کرنے کیلئے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خواب کا اس کے عمل کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ قابیل تو عورت کا وصل چاہتا تھا اور میں پاک پروردگار کا وصل چاہتا ہوں لہٰذا میں آج اپنے بیٹے کی قربانی دے کے دکھاؤں گا۔ اس کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے بڑھے تو شیطان آ کر راستے میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا' میں نہیں جانے دیتا۔ اس وقت انہوں نے سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کو ماریں اور اللہ تعالیٰ نے وہاں سے شیطان کو بھگا دیا۔ جہاں اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کنکریاں ماریں اس جگہ کا نام جمرۂ اولیٰ پڑ گیا۔ پھر دوسری جگہ پر جا کر راستہ روکا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں بھی اس کی رمی جمار کی۔ شیطان پھر بھاگ گیا۔ اس جگہ کا نام جمرہ وسطیٰ پڑ گیا۔ پھر تیسری جگہ بھی اس کو کنکریاں لگیں اور اس جگہ کا نام جمرہ عقبہ پڑ گیا۔ جمرہ عقبہ سے آگے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا ابا جان! آپ نے فرمایا کہ بڑے کیلئے جانا ہے' بتایئے کہ اس بڑے کی ملاقات کب ہوگی؟ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ساری بات بتائی کہ:

﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾

(اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں بتا تیری کیا رائے ہے) (الصٰفٰت:۱۰۲)

بیٹا بھی جدالانبیاء کے گھر کا چشم وچراغ تھا اور بعد میں منصب رسالت پر فائز ہونے والا تھا' اس لیے کم سنی کے باوجود سر تسلیم خم کرتے ہوئے نہایت ہی ادب سے عرض کرنے لگے:

﴿يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾

(اے ابا جان! کر گزریے جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے' آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے)(الصفت:۱۰۲)

سبحان اللہ! جب باپ کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے تو پھر گھر کے دوسرے افراد کے اندر بھی اس کے نمونے نظر آتے ہیں...... جب بیٹے نے یہ جواب دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہوگئے یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے۔ ابا جان! میں آپ سے چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میرے بیٹے! تم مجھے بتاؤ کہ تم اس وقت مجھے کیا کہنا چاہتے ہو؟ عرض کیا ابا جان! پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ چھری کو اچھی طرح تیز کر لیجئے ایسا نہ ہو کہ چھری کند ہو اور مجھے ذبح کرنے میں زیادہ وقت لگ جائے۔ میں نے جب اللہ کے نام پر ہی جان دینی ہے تو چھری تیز ہونے کی وجہ سے میری جان جلدی نکلے گی اور میں اللہ سے واصل ہو جاؤں گا''

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری اور بھی تیز کر لی اور پوچھا' بیٹا! دوسری بات کون سی ہے؟ بیٹے نے عرض کیا: ''ابا جان میں چھوٹا ہوں آپ مجھے رسی سے باندھ دیجئے''

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو رسی سے باندھ دیا اور پوچھا بیٹا تیسری بات کون سی ہے؟ بیٹے نے عرض کیا ابا جان جب آپ مجھے ذبح کریں گے تو آپ میرا چہرہ اوپر آسمان کی طرف نہ کرنا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے سجدہ کی حالت میں موت آئے۔ ویسے بھی جب آپ کی طرف میری پیٹھ ہوگی تو آپ کے دل میں محبت پدری بھی جوش نہیں مارے گی۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' بیٹا! میں یہ بھی کر دوں گا۔ آپ اور کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ عرض کیا'' ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کر چکیں تو آپ میرے کپڑے میری والدہ کو دکھا دینا اور کہنا کہ آپ کا بیٹا اللہ کے نام پر کامیاب ہو گیا ہے'' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی چوتھی بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام رو پڑے اور اللہ رب العزت سے فریاد

کی.....اے اللہ! آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد دی اور اب اس معصوم بچے کی قربانی مانگتے ہیں اے اللہ! اپنے خلیل پر رحم فرمانا اور اس بچے پر بھی رحم فرما دینا جو قربانی کیلئے تیار ہے“

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اوندھے منہ لٹا کر ان کے گلے پر چھری رکھ دی۔ وہ ان کو ذبح کرنا چاہتے ہیں مگر چھری ان کو ذبح نہیں کرتی۔ اللہ رب العزت نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا..... اے جبرئیل! جاؤ اور چھری کو تھام لو اگر رگوں میں سے کوئی رگ کٹ گئی تو فرشتوں کے دفتر سے تمہارا نام نکال دوں گا“ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام آ کر چھری کو تھام لیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری کو چلانے کی پھر کوشش کرتے ہیں۔ لیکن چھری نہیں چلتی۔ پھر اپنا پورا بوجھ اس کے اوپر ڈال دیتے ہیں مگر چھری نے بچے کو پھر بھی ذبح نہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام غصے میں آ کر چھری سے کہتے ہیں اے چھری تو کیوں نہیں چلتی؟ چھری نے جواب میں پوچھا: اے ابراہیم خلیل اللہ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو آپ کو آگ نے کیوں نہیں جلایا تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

”آگ کو اللہ کا حکم تھا کہ میرے ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلانا“ پھر چھری کہنے لگی اے ابراہیم علیہ السلام آپ مجھے ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ گلے کو کاٹو اور اللہ تعالیٰ مجھے ستر مرتبہ کہہ رہے ہیں کہ ہرگز نہیں کاٹنا اب بتائیں کہ میں گلا کیسے کاٹ سکتی ہوں۔ اللہ رب العزت کی شان دیکھئے کہ اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ بچالیا اور ان کی بجائے ایک مینڈھا قربان ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کو محفوظ بھی فرمالیا اور فرمایا:

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾

(اس کی جگہ ہم نے ایک بڑی قربانی دے دی) (الصفت: ۱۰۷)

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم کا لفظ اس لیے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیشانی میں دو نبوتوں کا نور تھا۔ ایک اپنی نبوت کا اور ایک سیدنا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾

(بے شک یہ بہت بڑی آزمائش تھی) (الصفت: ۱۰۶)

پھر فرمایا:

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ﴾

(اے ابراہیم تجھ پر سلامتی ہو) (الصٰفٰت: ۱۰۹)

یعنی اے ابراہیم! تجھے شاباش ہو ابراہیم علیہ السلام تو جیتا رہے کہ تو نے ایسی قربانی کر کے دکھائی۔ اللہ رب العزت نے اپنے خلیل کی اتنی حوصلہ افزائی کر فرمایا:

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾

(اور ہم نے آنے والوں میں اس عمل کو جاری کر دیا)

یعنی اے ابراہیم علیہ السلام! ہمیں تیرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ ہم تیرے اس عمل کو قیامت تک سنت بنا کر جاری کر دیں گے۔ دیکھئے جو عشق حقیقی میں کامیاب ہوتے ہیں اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو یوں عزتیں ملتی ہیں' آج بھی ایمان والوں کی زندگیوں میں محبت الٰہی کے آثار نظر آتے ہیں کتنی مائیں ہیں جو آج کے دور میں بھی اپنے بیٹوں کو دین اسلام کی سربلندی کیلئے میدان جہاد میں بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جائیے اور اپنی جان قربان کر دیجئے۔

آج بھی گر ہو ابراہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حضرت معروف کرخی پر محبت الٰہی

کتابوں میں لکھا ہے سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور انہیں قیامت کا منظر دکھایا گیا انہوں نے دیکھا کہ قیامت کا دن ہے' لوگ اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہیں اور ان میں ایک آدمی ہے جو اللہ کی محبت میں مست ہے اور دیوانوں ہے اور دیوانہ کی طرح اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا' اے اہل موقف! اے یہاں کھڑے ہونے والے لوگو! تم اس بندے کو حیران ہو کر دیکھ رہے ہو یہ میرا بندہ معروف کرخی ہے' اس پر میری محبت کا جذبہ طاری ہے' اس کو اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک کہ میرا دیدار نہیں کرے گا لہٰذا اللہ رب العزت ان کو اپنا دیدار عطا فرمائیں گے تب ان کے جسم میں سکون پیدا ہوگا۔ (خطبات ذوالفقار، ص ۳۳۶ ج ۵)

محبت الٰہی کی پہچان

ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک باندی خرید کر لایا۔ دیکھنے میں وہ کمزوری تھی۔ بیمار لگتی تھی۔ سارا دن اس نے گھر کے کام کئے اور عشاء کے بعد مجھ سے پوچھنے لگی کہ کوئی اور کام بھی میرے ذمہ ہے۔ میں نے کہا جاؤ آرام کرلو۔ اس نے وضو کیا اور مصلی پر آ گئی اور مصلے پر آ کر اس نے نفلیں پڑھنی شروع کر دیں۔ کہنے لگے میں سو گیا تہجد کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی۔ مناجات کر رہی تھی اور مناجات میں یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! آپ میری یہ بات پوری فرما دیجئے' کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم تو میں نے اس کو ٹوکا اور کہا اے لڑکی! یہ نہ کہہ کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم بلکہ یوں کہہ کہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم فرماتے ہیں کہ جب اس نے یہ سنا تو وہ ناراض ہونے لگ گئی' بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے مالک! بات یہ ہے کہ اگر اللہ رب العزت کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو یوں وہ مجھ کو مصلی پر نہ بٹھاتا اور آپ کو ساری رات میٹھی نیند نہ سلاتا۔ آپ کو جو میٹھی نیند سلا دیا اور مجھے مصلی پر بٹھا کر جگا دیا' میرے ساتھ کوئی تعلق تو ہے کہ مجھے جگایا ہوا ہے۔ سبحان اللہ ایک وہ وقت تھا کہ تہجد کے وقت اپنے رب سے یوں اپنے تعلق کے واسطے دیا کرتے تھے' اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم' واقعی اللہ رب العزت کو ان سے محبت ہوتی تھی اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی تھی۔ (خطبات ذوالفقار، ص ۱۲۶/۵)

ومآ ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (مسلم)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے
نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نور سے مانگ کر روشنی
بزم کون ومکان سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی
حسن فطرت کا شاہد بھی مشہود بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی
ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بشارت ......

ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کرتے ہیں' اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بات سے بہت پریشان ہوں جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں لہریں مارتی ہے۔ ہم حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ لیکن جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اعلیٰ درجوں پر ہوں گے اور ہم نیچے کے درجے میں ہونگے۔ وہاں اگر آپ کی زیارت نہ ہوئی تو ہمیں جنت کا کیا لطف آئے گا؟ چنانچہ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آ کر اطلاع دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور خوشخبری سنائی۔ "المرء مع من احب" (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی) صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ پوری زندگی میں ایمان کے بعد جتنی خوشی اس حدیث سے ہوئی کسی اور حدیث سے نہیں ہوئی' کیونکہ یقین ہو گیا کہ آخرت میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح محبت کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۰۴/۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے اور ان میں سے پہلا نمبر حضرت ابوبکر صدیقؓ[1] کا تھا' حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مجھے تین چیزیں بہت محبوب ہیں' خوشبو' نیک بیوی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً بول اٹھے' اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی تین چیزیں بہت محبوب ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور کو دیکھتے رہنا اور دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مال خرچ کرنا' اور تیسرا یہ کہ میری بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہے۔ اب ذرا ان تینوں باتوں کا اندازہ لگائیے کہ ان کا مرکز اور محور کون بنتا ہے؟ وہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس۔ جب ہجرت کا حکم ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دروازے پر

---

[1] ہجرت سے پچاس سال ۲ ماہ قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً تین سال چھوٹے تھے اس حساب سے ۵۷۳ء میں آپ کی ولادت ہوئی' ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ بروز دوشنبہ مغرب و عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی۔ (صدیق اکبر ص ۳۰۴)

دستک دی تو وہ فوراً حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے حیران ہو کر پوچھا اے ابوبکرؓ! کیا آپ جاگ رہے تھے عرض کیا: جی ہاں کچھ عرصہ سے میرا دل محسوس کر رہا تھا کہ عنقریب آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوگا تو آپ ﷺ ضرور مجھے اپنے ساتھ لے جانے کا شرف عطا فرمائیں گے پس میں نے اس دن سے رات کو سونا چھوڑ دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے جاگنے میں دیر ہو جائے۔

جنگ تبوک کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جہاد کیلئے اپنا مال پیش کرو حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے آئے اور دل میں سوچتے رہے کہ آج میں ابوبکر صدیقؓ سے اس نیکی میں بڑھ جاؤں گا لیکن جب صدیق اکبرؓ آئے تو نبی اکرم ﷺ نے پوچھا اے ابوبکرؓ! آپ اپنے پیچھے بیوی بچوں کیلئے کیا چھوڑ آئے عرض کیا اپنی بیوی بچوں کیلئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

جب نبی اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو صدیق اکبرؓ نے اپنا غم ان الفاظ میں ظاہر کیا۔

لما رایت نبینا منجدلا
ضاقت علی بعرضهن الا ولا
فارتاع قلبی عند ذالك لهلاكه
والعظم منى ماحييت كسير
ياليتنى من قبل لهلك صاحبى
غيبت فى لحدث على صخور

جب میں نے اپنے نبی ﷺ کو وفات یافتہ دیکھا تو کائنات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے اس وقت آپ ﷺ کی وفات پر میرا دل لرزا تھا اور زندگی بھر میری کمر ٹوٹی رہے گی کاش میں اپنے آقا ﷺ کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۹۸/۲)

صدیق اکبر کے صدق و وفا کی انتہاء

جب غار ثور میں پہنچنے کیلئے پہاڑ پر چڑھنے کا وقت تھا تو نبی اکرم ﷺ پاؤں کے پنجے لگا رہے تھے اور ہاتھوں کے بل اوپر چڑھ رہے تھے' پورا پاؤں نہیں لگا رہے تھے۔ اسی طرح چڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ قدموں کے نشان نہ لگیں تا کہ دشمن قدموں کے نشان دیکھ کر پیچھے نہ آ جائیں۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ دیکھا کہ محبوب ﷺ زمین پر پورے پاؤں نہیں لگا رہے فقط پنجے لگا رہے ہیں تو آپ ﷺ سے عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ ابوبکر حاضر ہے مہربانی فرمائیے آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیے' چنانچہ نبی ﷺ ان کے کندھوں پر سوار ہوئے اور وہ نبی کریم ﷺ کو لے کر غار ثور تک پہنچے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۵۸/۶)

یہ معراج محبت ہے یہ اعجاز محبت ہے
ہزاروں زخم کھا کر مسکراتا شادماں رہنا

گلاب کے پھول پر شبنم

عشق و محبت کی یہ داستان بھی عجیب ہے کہ غار ثور میں جس سوراخ پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے پاؤں رکھا ہوا تھا اس میں ایک سانپ تھا' اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا' جیسے ہی سانپ نے کاٹا' ابوبکر صدیقؓ کو تکلیف ہوئی اور زہر نے اثر کیا' ادب کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا' کہیں میرے محبوب ﷺ کی نیند میں خلل نہ آ جائے لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو آ گئے اور یہ سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو دینی تھی کہ جب آنسو گرا تو زمین پر نہیں' بلکہ نبی ﷺ کے رخسار مبارک پر گرا' چہرہ اقدس پر آنسو پڑتے ہی نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی' آپ ﷺ نے پوچھا "مایبکیک یا ابابکر" اے ابوبکر تو کیوں روتا ہے؟

ارے رحمۃ للعالمین تو تیری گود میں ہیں اس حال میں بھی روتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے بتا دیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ میرا پاؤں اس سوراخ پر تھا کسی موذی چیز نے پاؤں پر کاٹ لیا ہے جس کے زہر کی وجہ سے آنسو نکل آئے اور آنسو بھی گرے تو کہاں گرے؟ نبی ﷺ کے چہرہ انور پر گرے کسی شاعر نے اس پر بھی مضمون باندھ دیا۔

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآب پر
قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

(خطبات ذوالفقار، ص ۶۳/۲)

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبرؓ کا آنسو شبنم کی مانند اور میرے آقا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار گلاب کے پھول کی مانند' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' ابوبکر! کیوں روتے ہیں؟ عرض کیا' اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہے اس لیے رو رہا ہوں چنانچہ تاجدار مدینہ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اس زخم کے اوپر لگایا جس کی وجہ سے تکلیف بھی جاتی رہی اور زخم بھی ٹھیک ہو گیا۔

فرزند ابو قحافہؓ کی سنہری وفا شعاری

تین روز کے بعد غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابوبکرؓ کبھی پیچھے چلتے ہیں کبھی دائیں کبھی بائیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر یہ کیا معاملہ ہے عرض کیا' اے اللہ کے محبوب! جب پیچھے چلتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ دشمن کہیں دائیں سے نہ آ جائے تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں پھر ڈر لگتا ہے کہ کہیں بائیں سے نہ حملہ آور ہو تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں جس طرح شمع کے گرد پروانہ چکر لگا رہا ہوتا ہے ایک عاشق صادق اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد یوں چکر لگا رہا تھا۔

جب نبی علیہ السلام ام معبد کے گھر کے قریب پہنچے تو بھوک کی وجہ سے آگے سفر جاری رکھنا دشوار ہو رہا تھا' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ام معبد کی اجازت سے بکریوں کا دودھ نکالا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ جب نبی علیہ السلام نے خوب جی بھر کر پی لیا تو ابوبکرؓ کو خوشی ہوئی۔ چنانچہ بعد میں کسی موقع پر یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: فشرب حتی رضیت (نبی علیہ السلام نے اتنا دودھ پیا کہ میں خوش ہو گیا)

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتنی پیاری مثال ہے کہ دودھ تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرما رہے ہیں اور محب حقیقی کا دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا حالانکہ بھوک صدیق کو نڈھال کر رہی تھی' جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اہل مدینہ نے دونوں مہمانوں کا استقبال کیا مگر چونکہ انصارؓ پہلے نبی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے لہٰذا وہ غلطی سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گرد جمع ہونے

گئے۔ اتباع اتنی کامل تھی کہ تابع اور متبوع میں فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ رفتار، گفتار، چال ڈھال، لباس وغیرہ میں اتنی مشابہت تھی کہ نقل اور اصل میں کوئی امتیاز کرنا مشکل تھا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا میں جان بن گیا تو جان ہو گیا اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں (اور ہوں اور تو اور ہے (یہ فنافی الشیخ کا مقام ہے) (عشق رسول ﷺ ص ۶۲)

عشق رسالت مآب ﷺ میں فوقیت لے گئے......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابوبکر صدیقؓ سے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں نے آدھا مال صدقہ کیا، نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کیلئے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا، مثلہ (اس کے برابر) اتنے میں ابوبکرؓ بھی اپنا مال لے کر آئے، نبی علیہ السلام نے پوچھا:

ما ابقیت لاھلك قال ابقیت لھم الله ورسوله

(اہل خانہ کیلئے کیا چھوڑا عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا:

"لا اسابقك الی شئی ابدا" (میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں گا)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار و رخت جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی

کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدہ مہ وانجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا' رسول بس

(عشق رسول اللہ ﷺ ص ۲۵)

عشق نے مشقت میں حلاوت پیدا کر دی

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابوبکرؓ کو پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ تم ایک وقت کتنا خوشحالی کا تھا۔ اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ ایک دم تڑپ کر بولے:

"اما لو عشت عمر الدنیا واعذب به جمیعا اشد العذاب لا یفرحنی فرج الملح"

(اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گزاروں اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں پھر بھی دوست کی دوستی میں جو وسعت اور کشادگی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی)۔ (عشق رسول ص ۲۶)

گر قبول افتد زہے نصیب......

حضرت ابوبکرؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے' لینے والے کا نیچے ہوتا ہے' میں اپنے آقا ﷺ کی اتنی بے ادبی بھی نہیں کرنا چاہتا اس لیے رب کا ئنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا اے اللہ میرے محبوب ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابوبکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابوبکرؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے' ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکر"

(بیشک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابوبکرؓ ہے)

(عشق رسول: ص ۲۶)

صدیق اکبرؓ کے عشق و وفا کی حد تو دیکھئے

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ حرم شریف میں تھے' کفار نے آ کر نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانی شروع کر دی' ایک کافر کہیں باہر نکلا اس نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیکھا اور کہنے لگا" ادرک صاحبک" کہ تو اپنے دوست کا خیال کر کہ اس کو تو کفار ایذا پہنچا رہے ہیں' آپ بھاگے ہوئے مسجد میں پہنچے اور مجمع کو چیر کر اندر گئے' اور فرمانے لگے: اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ" کیا تم اس ہستی کو مارنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے' اب کافروں نے نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ان کو مارنا شروع کر دیا' روایات میں آیا ہے کہ صدیق اکبرؓ بان سے صرف اتنا کہہ رہے تھے" تبارکت یاذالجلال والاکرام" کفار نے اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے' اس وقت ان کے قبیلے کے لوگ وہاں پہنچے اور ان کو اٹھا کر گھر لے آئے' بہت دیر تک ہوش میں نہ آئے رات گزر گئی جب ہوش میں آئے تو والدہ نے کہا کہ بیٹا! کچھ کھا لو اس وقت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی والدہ سے پوچھا' اماں مجھے یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کس حال میں ہیں؟ اس نے کہا بیٹے! تیرا اپنا حال یہ ہے کہ جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے اب بھی پوچھ رہے ہو کہ ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہاں! جب تک مجھے ان کے حال کا پتہ نہیں چلے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے تو نہیں پتہ کہ وہ کس حال میں ہیں' سیدنا صدیق اکبرؓ نے ام جمیل کا نام بتایا اور فرمایا کہ ان کے پاس جائیے' وہ آپ کو بتائیں گی۔ چنانچہ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ دار ارقم میں ہیں۔ جب نبی علیہ السلام کا پتہ چلا تو سیدنا صدیق اکبرؓ اپنی والدہ کے ساتھ دار ارقم پہنچے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب صدیق اکبرؓ دار ارقم پہنچے تو صدیق اکبرؓ کی اس کیفیت کو دیکھ کر نبی علیہ السلام نے ابوبکرؓ کا بوسہ لیا اور اس کے بعد سب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے صدیق اکبرؓ کا بوسہ لیا۔ سبحان اللہ۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۵/۶)

مر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کتنی ہے کس پیچ و تاب میں

صدیق اکبرؓ کی نیکیاں ستاروں سے زائد

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی تھیں' آسمان پر ستارے چمک رہے تھے ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں اتنی نیکیاں بھی کسی کی ہونگی؟ انہوں نے یہی سوال نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہونگی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں عمرؓ کی ہونگی' یہ سن کر حضرت عائشہؓ خاموش ہوگئیں پھر تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ السلام نے خود پوچھا' عائشہ رضی اللہ عنہا تم سوچ رہی ہوگی کہ میرے والد کا نام نہیں لیا' کہنے لگیں جی ہاں بالکل یہی سوچ رہی تھی' فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! ان کی بات کیا سوچتی ہو ان کی تو غار ثور میں گزری ہوئی ایک رات کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ سبحان اللہ

(خطبات ذوالفقار ص۶۹/ ۶)

تین رات کا مقام......

حضرت عمرؓ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ سے کہا کرتے تھے آپ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لیجئے' اور مجھے غار ثور والی تین راتوں کی نیکیاں دے دیجئے' کیونکہ مجھے ان تین راتوں کی نیکیاں اپنی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ نظر آتی ہیں' عشق و محبت نے ان کی نیکیوں کو کس قدر قیمتی بنا دیا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ۶۷/ ۶)

عشق و محبت کے چند بکھرے موتی......

☆......جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کرواتے تھے ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ تھوڑا پیچھے ہٹے نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا ''ابوبکرؓ میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

☆...... جب نبی علیہ السلام نے دنیا سے پردہ فرمالیا تو صحابہ کرامؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہوگئے کہ جس نے کہا کہ نبی علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اس کا سر قلم کردوں گا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ

تشریف لائے بخاری شریف میں ہے۔

"فجاء ابو بکر و کشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ قال بابی انت و امی طبت حیا و میتا"

(پس ابوبکرؓ آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان' آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جا ملے)۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بعض قرائن سے پتہ چل چکا تھا کہ اب محبوب سے جدائی ہونے والی ہے اس لیے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ خوش ہوئے مگر عاشق زار ابوبکر صدیقؓ دل گرفتہ ہو کر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہونگے تو یہ پیغام خوشی کا ہے۔ فرمایا: ہاں لیکن جب کام مکمل ہو گیا تو محبوب ﷺ بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے گا میں جدائی کے تصور سے بیٹھا رو رہا ہوں۔

☆...... جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد حضرت ابوقحافہ ایمان لائے تو نبی علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اس پر عاشق صادق نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ کے چچا ابوطالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی۔ (الاصابہ)

☆...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عشق رسول ﷺ میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کر دی تو حضرت ابوبکر نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ایک مرتبہ ابوجہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابوبکر شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا' تو دفع ہو جا اور جا کر لات و منات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق مصلحت اندیش نہیں ہوا کرتا۔

☆...... جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرما لیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے۔ سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کر لی۔ اکثر صحابہؓ کی رائے تھی کہ لشکر اسامہ کو واپس بلا لیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے میں روانہ کر چکے تھے لیکن حضرت

ابوبکرؓ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جسے اللہ کے محبوب ﷺ نے آگے بھیجا میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے'' عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی۔ عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا' مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو۔ حیات میں تو مشابہت تھی ہی کبھی ممات میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر
تھے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کر دیں ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا چنانچہ جب آپ کا جنازہ دروازے پر رکھا گیا تو انشق القفل وفتح الباب'' (تالا کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز سب صحابہ کرامؓ نے سنی کہا: ادخلوا الحبیب الی الحبیب (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ)

(عشق رسول ۶۷ تا ۹۱) (شواہد النبوۃ)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت عمرؓ اور عشق رسول ﷺ کے انوکھے چند نمونے

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ[1] بہت شفاف اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک تھے۔ جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کر لیا تو بیت اللہ شریف کے قریب ہو کر اعلان کیا اے قریش مکہ اب مسلمان برسر عام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے' وہ عمرؓ کے مقابلے میں آئے' آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں نبی اکرم ﷺ نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے۔ اس پر جمے رہنے کی چند مثالیں حسب ذیل درج ہیں۔

﴿۱﴾...... فتح مکہ میں حضرت عباسؓ اپنے خچر پر سوار حضرت ابوسفیان بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میں نے ابوسفیان کو پناہ دی حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اس دشمن خدا نے آپ کو بہت ایذا پہنچائی مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے عمر اگر ابوسفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ جس دن آپ اسلام لائے تو آپ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا اس لیے کہ آپ کے ایمان لانے سے نبی علیہ السلام کو خوشی ہوئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے آقا کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔

(بیہقی' بزاز اصابہ)

(۲) نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا یہودی چونکہ حق پر تھا لہٰذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے

---

[1] ہجرت نبوی ﷺ سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے ۶ نبوی میں مشرف باسلام ہوئے اور چالیسویں نمبر پر مسلمان ہوئے بارہ سال مدت خلافت پر فائز رہنے کے بعد فیروز نامی غلام کے خنجر سے زخمی ہوئے تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن ۲۳ھ میں واصل بحق ہو کر اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کیلئے میٹھی نیند سو رہے۔ (سیر الصحابہ ص ۱/۹۲)

میرے پاس آیا ہے آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمر رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص/۸۸)

﴿۳﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وصال نبوی ﷺ کا یقین ہو گیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے:

"یا رسول اللہ ابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع النخلة فلما کثر الناس اتخذت منبرا لتسمعهم فحن الجذع لفراقك حتی جعلت یدك علیه فسکن فانتك اولی بالحنین الیك نسافا زقتهما"

(یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب کو آواز پہنچا سکیں۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ کی جدائی پر رونے لگا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا جب ایک تنے کا آپ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ کی امت کو آپ کے فراق پر زیادہ نالہ و فریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ (عظمت اسلام ص/۷)

﴿۴﴾......حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپ نے اسامہ کو ترجیح کیوں دی وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ تمہاری نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارے تھا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔
(ترمذی کتاب المناقب بن حارثہ)

﴿۵﴾......ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود تھیں کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفاء کی چادر کی کم قیمت تھی۔ انہوں نے کہا میں آپ کی چچا زاد بہن ہوں قدیم الاسلام ہوں آپ نے مجھے خاص اسی مقصد کیلئے بلایا ہے عاتکہ تو یونہی آ گئی تھیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے تمہیں دینے کیلئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے نبی علیہ السلام کی قرابت داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

﴿۲﴾ اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی علیہ السلام کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا' بوڑھی عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی امیر المومنین آپ رات کے وقت میرے دروازہ پر آپؓ نے فرمایا ہاں مگر ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

علی محمد صلوۃ الابرار

صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کان قوما بکی بالاسحار

یالیت شعری والمنایا اطوار

ھل تجمعنی وحبیبی الدار

(حضرت محمد ﷺ پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب ﷺ کا وصل نصیب ہوگا) حضرت عمرؓ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی الفت ومحبت بارگاہ نبوت ﷺ میں......

﴿۱﴾...... جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جب صحابہ کرامؓ کو پتہ چلا تو بہت افسردہ ہوئے بعض نے کہا کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے آئیں گے نبی علیہ السلام نے فرمایا: کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے حضرت عثمان واپس آئے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے طواف کرنے کیلئے قریش اصرار کرتے رہے مگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

﴿۲﴾ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ جب نبی علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ ان کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمانؓ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے صحابہ کرامؓ نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی عرض کیا اے اللہ کے محبوب آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں میں نے نیت کی تھی کہ آپ ﷺ جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔

(جامع المعجزات۔ عشق رسول ص ۷۲/۷۳)

---

۱ ہجرت نبوی سے ۴۷ سال قبل پیدا ہوئے ۳۶ مسلمانوں کے بعد مشرف باسلام ہوئے ۸۲ سال کی عمر میں بارہ سال خلافت کرتے ہوئے شہید ہوئے دو دن تک لاش مکان میں رہی شہادت کا واقعہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ پیش آیا۔ (تاریخ اسلام ص ۲۱۴۔ سیر الصحابہ ۱/۱۷۵)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عقیدت و محبت بارگاہ رسالت ﷺ میں

﴿۱﴾ حضرت علیؓ کو اپنے لڑکپن سے ہی سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ گہرا تعلق تھا اسی لیے آفتاب رسالت کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے مگر عشق کا یہ تاثر ہے کہ انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے' لہٰذا حضرت علیؓ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھیں اس صادق اور امین ذات نے حضرت علیؓ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا حضرت علیؓ کی دلیری' شجاعت و بہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلا خوف و خطر چارپائی پر لیٹ گئے نبی علیہ السلام کے حکم پر جان کی بازی لگا دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

﴿۲﴾ حضرت علیؓ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں "میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا آپ ﷺ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ ﷺ پر آنسو بہاتے تاہم درد کا درماں اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا"

(عشق رسول ص ۷۳/۷۴)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی محبت نبوی ﷺ

ہجرت کے موقعہ سے غار حرا میں حضرت اسماءؓ نبی علیہ السلام کو پہلے دن کھانا پہنچا آئیں۔ جب دوسرے دن پہنچانے کیلئے گئیں تو روایت میں آتا ہے کہ ان کے ماتھے پر

۱؎ ۲ھ میں حضرت فاطمہؓ سے نکاح ہوا نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد رخصتی ہوئی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تیسرے دن انصار اور مہاجرین کے اصرار پر خلافت قبول فرمائی ۴۰ھ میں ابن ملجم نے سجدہ کی حالت میں زہر آلود نیزہ سے حملہ کیا' اسی روز ۴۰ھ جمعہ کی رات آپ وفات پا گئے کوفہ میں آپ کا مزار ہے۔ (سیر الصحابہ ص ۱/۲۴۸)

۲؎ حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن ہیں ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں جن سترہ لوگوں کو اولین مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہے ان میں آپؓ کا شمار ہے آپؓ کا نکاح حضرت زبیر سے ہوا اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بیس دن بعد سو سال کی عمر میں وفات پائی آپؓ نے زمانہ جاہلیت زمانہ رسالت اور خلفاء راشدین کا زمانہ دیکھا۔

زخم تھا اور کچھ مغموم سی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے دیکھا تو پوچھا اسماء آج مجھے تم پریشان اور غم زدہ نظر آتی ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے' پوچھا اسماء کیا بات ہے؟ عرض کیا۔

اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کل جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا دے کر واپس گئی تو راستہ میں ابوجہل مل گیا اس نے مجھے پکڑ لیا' کہنے لگا ابوبکر کی بیٹی! تجھے پتہ ہوگا کہ تیرے والد کہاں ہیں اور تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ میں نے جواب میں کہہ دیا کہ ہاں مجھے پتہ ہے' وہ کہنے لگا مجھے بتاؤ' میں نے کہا میں نہیں بتاؤں گی' اس نے مجھے دھمکایا' ڈرایا اور کہنے لگا کہ اگر تم نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں بہت ماروں گا' سخت سزا دوں گا میں نے کہا میں ہرگز نہیں بتاؤں گی اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس نے مجھے ایک دم زوردار تھپڑ لگایا تو میں نیچے گری' پتھر پر میری پیشانی لگی' اس میں سے خون نکل آیا' اور میری آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے' پھر اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور کہا کہ بتاورنہ تجھے اور ماروں گا' اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے کہا' ابوجہل میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔ یہ ہے خواتین اسلام کی محبت و وفا کی مثال۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

(خطبات ذوالفقار ص ۷/۵۷۔ ۶۔ عشق رسول ص ۶۱)

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اس خبر کے پھیلتے ہی مدینہ میں کہرام مچ گیا' عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں ایک انصاریہ عورت نے کہا کہ جب تک اس کی خود تصدیق نہ کرلوں' میں اسے تسلیم نہیں کروں گی' چنانچہ وہ ایک سواری پر بیٹھی اور اپنی سواری کو اس پہاڑ کی طرف بھگایا' کافی قریب آئیں تو ایک صحابی آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں۔ "ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پر پڑی ہوئی ہے' اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ملی مگر وہ ٹس سے مس نہیں

ہوئی اس ماں کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اثر ڈالا ہوا تھا' کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سنی مگر کوئی پرواہ نہ کی' سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی ملے پوچھتی ہیں مــا بــال مــحــمــد صلى الله عليه وسلم محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے' یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور آگے بڑھی کسی اور سے پوچھا' مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے' اسی طرح بھائی کے لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی آگے ایک اور صحابیؓ ملے' پوچھتی ہیں' "مابال محمد صلى الله عليه وسلم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جگہ موجود ہیں' چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں جب وہاں پہنچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے' وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: کل مصيبة بعد محمد صلى الله عليه وسلم سهل" (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے بعد آسان ہو گئیں۔ (خطبات ذوالفقار ص۱۰۲/۲)

آخری حسرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

غزوہ احد کے میدان میں ایک صحابیؓ زخمی ہوئے' خون بہت نکل جانے کی وجہ سے قریب المرگ ہو چکے تھے' ایک دم دوسرے صحابیؓ ان کے قریب آئے اور پوچھا آپ کو کسی چیز کی تمنا ہے؟ عرض کیا کہ ہاں' انہوں نے پوچھا کہ کونسی؟ جواب ملا کہ آخری وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے زخمی مجاہد کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور ان کو لے کر تیزی سے اس طرف بھاگے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر اتارا اور کہا کہ آپؐ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے ہیں' جب نام سنا تو مجاہد کے جسم میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی کہ فوراً طاقت بحال ہو گئی اپنے چہرہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا دیدار کرتے ہی ان کی حالت غیر ہو گئی اور انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

(خطبات ذوالفقار ص۱۰۲، عشق الٰہی ص۹۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا جذب وعشق

جنگ خندق کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت محسوس کی کہ کسی طرح دشمنوں کا پروگرام

معلوم کیا جائے' حضرت حذیفہؓ قریب ہی موجود تھے مگر ان کے پاس نہ کوئی ہتھیار تھا اور نہ ہی سردی سے بچنے کیلئے کوئی بڑی چادر تھی' حضور ﷺ نے فرمایا: جائیں اور دشمنوں کے خیمہ سے انکی خبر لائیں' حضرت حذیفہؓ نے آقا کے حکم پر سردی کی کوئی پرواہ نہ کی اور تیار ہوگئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دے کر روانہ فرمایا' حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا سے میرا خوف اور سردی بالکل دور ہوگئی' جی ہاں یہ عشق تھا۔ جس نے دل میں رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲/۱۰۲)

فراق محبوب ﷺ میں تنا بھی سسکنے لگا

کھجور کے ایک تنے کو آپ ﷺ سے محبت تھی' آپ ﷺ نے جب مسجد نبوی بنائی تو اس میں منبر نہیں تھا' مسجد کے اندر کھجور کا ایک تنا تھا' اسی کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے' کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی تمیم داریؓ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ اگر اجازت دیں تو ایک منبر بنالیا جائے' آپ ﷺ نے اجازت دے دی چنانچہ ایک منبر بنالیا گیا' اگلی دفعہ جب خطبہ دینے کا وقت آیا تو آپ منبر پر کھڑے ہوگئے اور خطبہ دینا شروع کر دیا' تھوڑی دیر کے بعد کھجور کے اس تنے میں سے اس طرح رونے کی آواز آنے لگی جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہے سب لوگوں نے حیران ہو کر اس تنے کو دیکھا حضور اکرم ﷺ اس منبر سے نیچے اترے اور کھجور کے تنے کے قریب گئے اس کے اوپر دست شفقت رکھا اور اس کو دلاسہ دلایا' حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو گلے سے لگایا تب وہ تنا اس طرح سسکیاں لیتے ہوئے چپ ہوا جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے سینے سے لگ کر چپ ہوتا ہے کھجور کے تنے کو اتنی محبت تھی اے کاش! ہمیں پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ کھجور کے تنے جیسی محبت نصیب ہو جاتی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲/۱۰۵)

۱؎ آپ محرم اسرار اور صاحب السر کہلاتے ہیں بہت سی راز کی باتیں نبی اکرم ﷺ نے ان کو بتلا دی تھیں خاص کر منافقین کے نام بھی حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس دن بعد آپ نے ۳۶ھ میں وفات ہوئی۔ (سیر الصحابہ ص ۵/۲۰۲)

حضرت ام حبیبہؓ کا عشق رسول ﷺ

ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ[1] اپنے گھر میں موجود ہیں کہ آپ کے والد جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کسی کام کیلئے مدینہ طیبہ آئے سوچا کہ چلو میں اپنی بیٹی کو ملتا جاؤں ان کے گھر آئے جب بیٹھنے لگے تو چارپائی کے اوپر بستر بچھا ہوا تھا' سیدہ ام حبیبہؓ نے دوڑ کر بستر کو جلدی سے لپیٹ دیا' کہنے لگی' آپ میرے والد ہیں اس میں یقیناً کوئی شک نہیں آپ جانتے ہیں کہ یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کا ہے اس لیے میں کسی کافر اور مشرک کا اس بستر پر بیٹھنا گوارا نہیں کر سکتی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۹۷/۲)

شاعر رسول ﷺ کے عشق بھرے اشعار

حضرت حسان ابن ثابتؓ[2] کو شاعر رسول ﷺ ہونے کا اعزاز حاصل ہے وہ عالم عشق و مستی میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے تو آپ ﷺ کی تعریف میں اشعار لکھتے تھے فرماتے ہیں:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

فَكَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

اے رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اتنے حسین و جمیل ہیں کہ کسی آنکھ نے ایسا دیکھا ہی نہیں ایسا خوبصورت بیٹا کسی ماں نے جنا ہی نہیں آپ ﷺ تو ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جیسے آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا ہو۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۰۱/۲)

اب کسی کو دیکھوں گوارہ نہیں......

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین صبح ہوتے ہی حضور ﷺ کی زیارت کرنے آجاتے

---

[1] آپ کا اول نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا' دونوں نے حبشہ ہجرت کی مگر عبید اللہ مرتد ہو کر وہاں ہی انتقال کر گیا۔ پھر شاہ حبشہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح پڑھایا' آپ کا انتقال ۷۲ سال کی عمر میں ۴۴ھ میں ہوا' جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ [2] آپ کا لقب شاعر رسول ﷺ ہے آپ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کفار کو اشعار کے ذریعہ جواب دیتے' مدافعت کرتے' آپ ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھوا کر اشعار سنتے جس سے صحابہؓ کو حوصلہ بڑھتا' آپؓ کا انتقال حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں ہوا۔ (سیر الصحابہ ص ۲۸۵/۲)

تھے انہوں نے قسمیں کھائی تھیں ہم صبح اٹھتے ہی آپ ﷺ کی زیارت کریں گے آپ ﷺ کی زیارت سے پہلے کسی دوسرے کا چہرہ نہیں دیکھیں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد نابینا ہونے کی دعا کی اور اسی وقت نابینا ہو گئے۔

(خطبات ذوالفقار ص ۱۰۵/۲)

اذان بلالی پر مدنی پروانوں کی آہ و فغاں

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بلال! یہ کتنی سرد مہری ہے کہ تم ہمیں ملنے ہی نہیں آتے"

یہ سنتے ہی حضرت بلال کی آنکھ کھل گئی' انہوں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میں بس اسی وقت رات کو ہی سفر کرنا چاہتا ہوں چنانچہ اپنی اونٹنی پر روانہ ہوئے' مدینہ طیبہ پہنچے تو سب سے پہلے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا' اس کے بعد مسجد نبوی میں نماز پڑھی دن ہوا تو صحابہ کرامؓ کے دل میں خیال ہوا کہ کیوں نہ آج ہم حضرت بلالؓ کی اذان سنیں چنانچہ کئی صحابہؓ نے ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جی میں نہیں سنا سکتا کیونکہ میں برداشت نہیں کر سکوں گا مگر ان میں سے بعض حضرات نے حسنین کریمینؓ سے کہہ دیا کہ آپؓ بلالؓ سے فرمائش کریں' ان کا اپنا بھی دل چاہتا تھا' چنانچہ شہزادوں نے فرمائش کی کہ ہمیں اپنے نانا کے زمانہ کی اذان سننی ہے اب یہ فرمائش ایسی تھی کہ حضرت بلالؓ کیلئے انکار کی گنجائش بالکل نہیں تھی چنانچہ یہ دوسرا موقع تھا جب حضرت بلالؓ اذان دینے لگے' جب انہوں نے اذان دینا شروع کی اور صحابہ کرامؓ نے وہ اذان سنی جو نبی علیہ السلام کے دور میں سنا کرتے تھے تو ان کے دل ان کے قابو میں نہ رہے حتیٰ کہ گھروں کے اندر جو مستورات تھیں جب انہوں نے وہ آواز سنی تو وہ بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور مسجد نبوی کے باہر ہجوم لگ گیا عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا اماں! بلال تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے' یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے؟ اس بات کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے۔

یہ محبت تھی جب دل میں بلالی محبت ہو تو پھر اللہ رب العزت راستے ہموار کر دیا کرتے

ہیں۔

چمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر
سلامت رہے۔ تیرے روضہ کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذب ابوذر
ہمیں بھی عطا ہو وہ روح بلالی

(خطبات ذوالفقار ص ۱۰۳/۲)

صحابیاتؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابیات نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں ان کے سینے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھے۔ اوران کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر مسرور تھے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

﴿۱﴾...... جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے اس خبر کے پھیلتے ہی مدینہ میں کہرام مچ گیا' عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں ایک انصاریہ عورت نے کہا کہ جب تک اس کی خود تصدیق نہ کرلوں' میں اسے تسلیم نہیں کروں گی' چنانچہ وہ ایک سواری پر بیٹھی اوراپنی سواری کواس پہاڑ کی طرف بھگایا' کافی قریب آئیں تو ایک صحابی آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں۔"مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پر پڑی ہوئی ہے' اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ملی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی اس ماں کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اثر ڈالا ہوا تھا' کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر کوئی پرواہ نہ کی' سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی ملے' پوچھتی ہیں مــابـــال محمـــد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے' یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور آگے بڑھی کسی اور سے پوچھا' مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے' اسی طرح بھائی کی لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی آگے ایک اور صحابی ملے' پوچھتی

ہیں" مـا بـال مـحـمـد ﷺ " محمد ﷺ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ فلاں جگہ موجود ہیں؛ چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں جب وہاں پہنچیں تو حضور اکرم ﷺ کھڑے تھے وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور ﷺ کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: کـل مصيبة بـعـد محمد ﷺ سهل " (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم ﷺ کے دیدار کے بعد آسان ہوگئیں۔

﴿۲﴾......ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ مدینہ کے ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ ایک گھر میں ایک صحابیہؓ اپنے معصوم بچے کو گود میں لیے زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو یہ تیار کر کے نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد میں بھیجتیں۔ جب بہت دیر تک روتی رہیں اور طبیعت بھر آئی اور اپنے معصوم بیٹے کو سینے سے لگایا اور مسجد نبوی ﷺ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئیں۔ اپنے بیٹے کو نبی علیہ السلام کی گود میں ڈال کر کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے بیٹے کو بھی جہاد کے لئے قبول فرمائیں۔ نبی علیہ السلام نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جا سکتا ہے۔ وہ رو کر کہنے لگیں کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں آپ ﷺ اسی کو مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہو۔ تاکہ جب وہ مجاہد کفار کے سامنے مقابلے کیلئے جائے اور کافر تیروں کی بارش برسائیں تو وہ مجاہد تیروں سے بچنے کیلئے میرے بیٹے کو آگے کر دے۔ میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے کام آ سکتا ہے۔ سبحان اللہ تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت اور ماں جیسی شفیق ہستی فرمان نبوی ﷺ کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے اتنی بے قرار ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کیلئے پیش کر دیتی ہے۔

﴿۳﴾......سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرا دیں۔ سیدہ عائشہ نے حجرہ مبارکہ کھولا۔ وہ صحابیہ عشق نبوی ﷺ میں اس قدر مغلوب تھیں کہ زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ (شفاء شریف)

ل ہجرت سے تین سال قبل نبی اکرم ﷺ کی زوجیت میں ۶ سال کی عمر میں آئیں آپ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی؛ دور امیر معاویہ میں ۵۸ھ میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ص ۸ ج ۲)

﴿۴﴾ ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی بیٹی سے ملنے گئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر الٹ دیا ابوسفیان نے پوچھا بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہؓ نے کہا ابا جان یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب ﷺ کا ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہیں لہٰذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابوسفیان کو اس کا بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسول ﷺ کی تھی اس کے سامنے جسمانی رشتے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ فیصلہ کر لیا کہ باپ چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

﴿۵﴾ ...... ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمی نہایت غریب نوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چلا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کیلئے تیار نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کی پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کر لیں جب پوچھا تو وہ لڑکی کہنے لگی ابو جان یہ مت دیکھو کہ آیا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے۔ چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا۔

﴿۶﴾ ..... فاطمہ بنت قیس[1] ایک حسین و جمیل صحابیہؓ تھیں ان کیلئے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور عرض کی اے رسول اللہ ﷺ میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی میرے لیے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہوگا۔

(نسائی شریف کتاب نکاح)

---

[1] اسلام کے ابتدائی دور میں ہی مشرف باسلام ہو گئیں۔ ابو عمرو بن حفص کے شوہر نے طلاق دے دی۔ ان کی طلاق کا واقعہ تاریخ میں بہت مشہور ہوا کیونکہ اس سے عدت کے اندر نان و نفقہ کا مسئلہ متعلق ہے۔ عدت کے بعد حضرت اسامہ بن زید سے نکاح ہوا۔ ۵۴ھ میں حضرت اسامہ فوت ہوئے تو بے حد رنج و غم ہوا۔ ان کے بعد تاحیات اپنے بھائی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ (تذکار صحابیات ص ۲۹۰۔ اسد الغابہ ۲۲۸/ ۷)

﴿۷﴾...... نبی علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب[1] اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچیں تو اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کیلئے فدیے ارسال کیے تو سیدہ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ نبی علیہ السلام نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ صحابہؓ سے مشورے میں یہ بات طے پائی کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر سیدہ زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ نبی علیہ السلام نے دو آدمی سیدہ زینب کو لینے کیلئے ساتھ کر دیئے تا کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائے اور ابوالعاص سیدہ زینبؓ کو ان تک پہنچا دیں۔ سیدہ زینبؓ جب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہوئیں تو کفار آگ بگولہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ زینبؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے حمل بھی ضائع ہو گیا۔ کنانہ نے نیزوں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے کہا محمد ﷺ کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان جائے۔ یہ ہمیں گوارا نہیں اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ نے اس کو قبول کر لیا۔ چند دن کے بعد پھر حضرت سیدہ زینبؓ کو روانہ کیا گیا۔ سیدہ زینبؓ کا زخم کئی سال تک رہا اور بالآخر اسی وجہ سے وفات ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

---

[1] آپ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں بعثت سے دس سال پہلے ... جب آپ کی عمر شریف تیس سال تھی خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے آپ کا نکاح ہوا۔ جب آپ ہجرت کر گئے تو حضرت زینب اپنے شوہر کے ساتھ ہی تھیں بعد میں ۸ھ میں مسلمان ہوئے جبکہ ۸ھ میں حضرت زینبؓ خالق حقیقی سے جا ملیں تھوڑے عرصے کے بعد حضرت ابوالعاص بھی فوت ہو گئے۔ (تذکار صحابیات ص/۱۱۳، اسد الغابہ ۱۴۳)

﴿۸﴾ ...... جنگ احد میں ام عمارہؓ اپنے شوہر حضرت زیدؓ بن عاصم اور اپنے دو بیٹوں عمارؓ اور عبداللہؓ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئیں۔ جب کفار نے نبی علیہ السلام پر حملہ بول دیا تو یہ نبی ﷺ کے قریب آ کر حملہ روکنے والے صحابہ میں شامل ہو گئیں۔ ابن قمیہ ملعون نے نبی علیہ السلام پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو اپنے کندھوں پر روکا جس سے بہت گہرا زخم آیا۔ ام عمارہؓ نے پلٹ کر ابن قمیہ ملعون پر بھرپور وار کیا قریب تھا کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر اس نے دو زرہ پہن رکھی تھی لہٰذا بچ نکلا۔ ام عمارہؓ کے سر اور جسم پر تیرہ زخم لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ کو ایک ایسا زخم لگا کہ خون بند نہیں ہوتا تھا ام عمارہؓ نے اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھا اور کہا بیٹا اٹھو اور اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کرو۔ اتنے میں وہ کافر جس نے ان کو زخم لگایا تھا پھر قریب آیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ام عمارہؓ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی کافر ہے۔ ام عمارہؓ نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ اور وہ چل نہ سکا اور سر کے بل گھسٹتے ہوئے بھاگا۔ نبی ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا ام عمارہؓ تو اللہ کا شکر ادا کر جس نے تمہیں جہاد کرنے کی ہمت بخشی۔ ام عمارہؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دل کی حسرت ظاہر کی کہ اے نبی ﷺ آپ دعا فرمائیں کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ ﷺ کی خدمت گزاری کا موقع مل جائے۔ نبی علیہ السلام نے اس وقت ان کیلئے ان کے شوہر کیلئے اور دونوں بیٹوں کیلئے دعا فرمائی کہ "اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنۃ" اے اللہ ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔ ام عمارہؓ زندگی بھر یہ بات علی الاعلان کرتی تھیں کہ نبی ﷺ کی اس دعا کے بعد میرے لیے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (مدارج النبوۃ)

﴿۹﴾ ...... حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ گھر کے بچوں کو شیشی دے کر بھیجتیں کہ جب نبی علیہ السلام قیلولہ فرمائیں اور آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پسینہ آئے تو اس کے قطرے اس شیشی میں جمع کر لیں چنانچہ وہ اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں شامل کرتیں۔ اور پھر اپنے جسم اور کپڑوں پر وہ خوشبو لگاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الاستیذان)

﴿۱۰﴾ ...... غزوہ خیبر میں نبی علیہ السلام نے ایک صحابیہ کو اپنے دست مبارک سے ہار

۱؎ آپ کو خاتون احد کہا جاتا ہے بعثت نبوی ﷺ ۱۳ میں عقبہ ثانیہ میں شریک ہو کر مشرف باسلام ہوئیں غزوہ احد میں شریک ہوئیں شجاعت کا وہ مظاہرہ پیش فرمایا کہ خاتون احد کا لقب تاریخ نے نقش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ سے غایت درجہ کا عشق و محبت تھی عہد فاروقی میں رحلت فرما گئیں۔ (اسد الغابہ ج ۱/ ۷ ص ۴۰۲)

پہنایا۔ وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہ کیا اور جب انتقال کر گئیں تو وصیت کی کہ وہ ہار ان کے ساتھ دفن کیا جائے۔

﴿۱۱﴾ ...... حضرت سلمیٰؓ[1] ایک صحابیہ تھیں۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کی اتنی خدمت کی کہ خادمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔ ان کی والدہ کے ایک غلام حضرت سفینہ تھے۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ ساری زندگی نبی علیہ السلام کی خدمت کریں۔ حضرت سفینہؓ نے کہا کہ آپ یہ شرط بھی نہ لگاتیں تو بھی میں ساری زندگی اس در کی چاکری میں گزار دیتا۔ (ابوداؤد کتاب العتق باب الخامسہ)

﴿۱۲﴾ ...... ام عطیہؓ[2] ایک صحابیہ تھیں جب بھی نبی علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی ان کی زبان پر آتا تو کہتیں بابی (میرا باپ قربان) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے دل میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت کا عالم کیا ہوگا۔ (نسائی شریف۔ کتاب الحیض)

﴿۱۳﴾ ایک دن نبی علیہ السلام حضرت جابرؓ کے مکان پر تشریف لائے انہوں نے بیوی سے کہا کہ دیکھو نبی علیہ السلام کی دعوت کا خوب اہتمام کرو۔ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ انہیں تمہاری صورت بھی نظر نہ آئے۔ نبی علیہ السلام نے قیلولہ فرمایا تو آپ کیلئے بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت تیار تھا۔ جب آپ کھانا کھانے لگے تو بنو سلمی کے لوگ دور سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے رہے کہ آپ کو تکلیف نہ ہو۔ جب نبی علیہ السلام رخصت ہونے لگے تو حضرت جابرؓ کی بیوی نے پردے کے پیچھے کہا یا رسول اللہ میرے لیے اور میرے شوہر کیلئے نزول رحمت کی دعا کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت کی دعا فرمائی تو زوجہ جابر خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔

﴿۱۴﴾ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ راستے میں حضرت حفصہؓ[3] کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں

---

[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں پھر آپ نے آزاد کر کے آزاد شدہ غلام ابو رافع سے ان کا نکاح کر دیا۔ پھر بھی انہوں نے اس قدر خدمت کی خادمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ تاریخ وفات نہیں مل سکی۔ (تذکار صحابیات ص ۳۰۲)

[2] ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں اسلام کیلئے قربانی کا جذبہ دیکھئے کہ سات غزوات میں شامل ہوئیں خصوصیت یہ ہے کہ طب میں مہارت رکھتی تھیں۔ غزوات میں مرہم پٹی کا کام بخوبی انجام دیتی تھیں۔ خلافت راشدہ کے بعد ہی آپ کی وفات ہوئی۔ (تذکار صحابیات ص ۲۹۵)

[3] بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ پہلے شوہر حضرت خنیس کی شہادت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں تشریف لائیں ۴۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ (تذکار صحابیات ص ۶۴)

آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے‘ عجیب اتفاق کہ آپ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر زار و رو تیں جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی علیہ السلام نے ان سے اعراض فرمایا تمام صحابہ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت حفصہؓ کو احساس ہوا کہ شاید نبی ﷺ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اب نبی علیہ السلام کو منانے اور راضی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں سیدہ عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا پھر اس پر پانی چھڑکا تا کہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبی علیہ السلام کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عائشہؓ یہ تمہارا دن نہیں ہے۔ بولیں "ذالك فضل الله يوتيه من يشاء" (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ (مسند ابن حنبل ۶/۲۳۸)

﴿۱۵﴾......ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مسجد سے باہر نکلے راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر واپس جا رہے تھے۔ نبی علیہ السلام نے عورتوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم پیچھے اور ایک طرف رہو۔ وسط راہ سے نہ گزرو۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے پہ چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب)

﴿۱۶﴾ نبی علیہ السلام نے شوہر کے علاوہ دوسرے محرم مردوں کی وفات پر تین دن سوگ کیلئے متعین فرمائے ہیں صحابیات اس کی بہت شدت سے پابندی کرتی تھیں۔ سیدہ زینب بن جحش کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو چوتھے روز انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی لیکن نبی علیہ السلام کا فرمان سنا ہے کہ شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں۔ اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔ (ابوداؤد)

﴿۱۷﴾......ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی[۱] کو عنایت فرمایا۔ انہوں عرض کیا کہ اگر چہ میں روزے سے ہوں لیکن آپ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں

---

[۱] خواجہ ابو طالب کی لڑکی اور حضرت علیؓ کی بہن تھیں فتح مکہ سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکی تھیں معراج کے موقعہ پر ایک روایت کے مطابق آپ ام ہانی کے مکان میں آرام فرما رہے تھے۔ کہ سفر معراج شروع ہوا آپؓ سے چھیالیس احادیث مروی ہیں آپ کا انتقال حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا۔ (تذکار صحابیات ص ۳۳۷)

کرتی ۔ (مقصد یہ تھا کہ میں روزے کی پھر قضا کرلوں گی اور پانی نوش کرلیا) (مسند احمد بن حنبل)

﴿۱۸﴾ ..... ایک دن حضرت حذیفہؓ کی والدہ نے ان سے پوچھا بیٹا تم مجھے اپنے کام میں مشغول نظر آتے ہو تم نے نبی علیہ السلام کی زیارت کب کی تھی ۔ انہوں نے کہا اتنے دنوں پہلے ۔ اس پر والدہ نے ان کو سخت سست کہا بولے میں ابھی جا کر مغرب کی نماز نبی علیہ السلام کے ساتھ ادا کرتا ہوں ۔ اور اپنے لئے اور آپ کیلئے استغفار کی درخواست کرتا ہوں ۔

(ترمذی کتاب المناقب)

﴿۱۹﴾ جب نبی علیہ السلام نے اس دار فانی سے پردہ فرمایا تو سیدہ حضرت عائشہؓ نے اس عظیم سانحہ پر اپنے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہائے افسوس وہ پیارے نبی علیہ السلام جس نے فقر کو غنا پر مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی ۔ افسوس وہ معلم کائنات جو گنہگار امت کی فکر میں پوری رات آرام سے نہ سو سکے ہم سے رخصت ہو گئے ۔ جس نے ہمیشہ صبر واستقامت سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا جس نے برائیوں کی طرف کبھی دھیان نہ دیا اور جس نے نیکی اور احسان کے دروازے ضرورت مندوں پر کبھی بند نہ کئے ۔ جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد وغبار کبھی نہ بیٹھا ۔

﴿۲۰﴾ ..... سیدہ فاطمۃ الزہرا[1] نے نبی علیہ السلام کے پردہ فرمانے پر کہا ۔ میرے والد گرامی نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا ۔ الٰہی روح فاطمہ کو جلدی روح محمد سے ملا دے ۔ الٰہی مجھے دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسرور بنا دے ۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے محروم نہ فرمانا ۔ اور روز محشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب کرنا ۔

﴿۲۱﴾ ..... حضرت ام ایمن[2] ایک دن نبی علیہ السلام کو یاد کر کے رونے لگیں ۔ حضرت

---

[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی اور آخری صاحبزادی ہیں والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں حضرت علیؓ نے نکاح کرنا چاہا تو اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کی' چار سو مثقال چاندی مہر متعین ہوئی مہر ادا بھی کر دیا ۔ ولیمہ ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ کو ۲۹ سال کی عمر میں آپؓ رحلت کر گئیں ۔ (تذکار صحابیات ص ۱۲۵) [2] حضرت ام ایمن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب کے پاس بطور کنیز تھیں پھر بطور وراثت آپ کی کنیز ہوئیں آپ نے آزاد فرمایا اور حضرت زید بن حارثہ سے نکاح فرما دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت بھی حضرت آمنہ کی خدمت کا موقعہ ان کو ملا آپ کو گود کھلایا تھا جس وقت آپ کی عمر مبارک ۶ سال تھی اور حضرت آمنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ منورہ گئیں تو حضرت ام ایمن ساتھ تھیں واپسی پر جب حضرت آمنہ مقام ابواء میں انتقال کر گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام ایمنؓ کے سپرد کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ واپس لوٹیں آپ ان کو ماں کہا کرتے تھے انتقال عہد عثمانی میں ہوا ۔

ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں روتی ہیں۔کہا کہ یہ بتاؤ نبی علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں۔انہوں نے کہا بالکل ہیں۔فرمایا میں اس لیے رو رہی ہوں کہ نبی علیہ السلام کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی رو پڑے۔(عشق رسول ص ۹۳،۳۶)

یارب صلی وسلم دائما ابدا — علی حبیبك خیر الخلق کلهم

دولت عشق و محبت سے بچے بھی مالا مال

نبی اکرم ﷺ کی مقبولیت جس طرح مردوں اور عورتوں میں یکساں تھی اسی طرح بچوں میں بھی بے پناہ تھی چھوٹے بچے بھی شمع رسالت کے پروانے تھے۔اور قربانی دینے میں بڑوں سے پیچھے نہ رہے۔چند واقعات درج ذیل ہیں۔

﴿۱﴾.....حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بدر کے میدان میں کھڑے تھے ان کے دائیں اور بائیں طرف انصار کے دو بچے تھے۔انہیں خیال ہوا اگر میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔اتنے میں ایک بچہ ان کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چچا جان آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں انہوں نے کہا ہاں مگر تمہارا کیا مقصد ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک میں گالیاں بکتا ہے۔اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک میں جدا نہ ہوں یہاں تک کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بڑے حیران ہوئے اتنے میں دوسرے بچے نے بھی آ کر یہی سوال و جواب دہرائے۔اتنے میں ابوجہل انہیں نظر آیا تو انہوں نے بچوں کو نشاندہی کی کہ تمہارا مطلوب وہ سامنے ہے۔دونوں بچے دوڑتے ہوئے گئے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا جس سے گھوڑا گر گیا اور ابوجہل بھی گر پڑا۔دوسرے نے ابوجہل پر کاری ضرب لگائی۔بچے اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار بڑی تھی اور ان کا قد چھوٹا تھا۔چنانچہ ایک صحابی نے آگے بڑھ کر ابوجہل کو کیفر کردار تک پہنچایا۔اس واقعہ سے بچوں کی عزت ایمان اور عشق نبوی ﷺ کا کتنا واضح ثبوت ملتا ہے۔(بخاری)

۱؎ واقعہ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے تھے۔بعثت نبوی ﷺ کے وقت ان کی عمر تیس سال سے زائد تھی۔اکثر غزوات میں شریک رہے ۳۱ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔(سیر الصحابہ ۲/۱۲۶)

﴿۲﴾ حضرت زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہ[1] رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنو قیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں حضرت زید بھی تھے اور ان کو مکہ میں لا کر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کیلئے خرید لیا۔ جب سیدہ خدیجہؓ کا نکاح نبی علیہ السلام سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو نبی ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ اولاد کی محبت فطری چیز ہوتی ہے چنانچہ وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے۔

چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(۱) میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے جو اس کی امید رکھوں یا مردہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جاؤں۔ اے زید اللہ کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔

(۲) کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔

(۳) جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زیدؓ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔

(۴) اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو بھی اس کی یاد کو بڑھاتی ہیں ہائے میرا غم اور میری فکر کتنی طویل ہوگئی۔

(۵) میں اس کی تلاش میں تیز رفتار اونٹ کو کام میں لاؤں گا اور ساری دنیا کا چکر لگانے سے باز نہیں آؤں گا۔

---

[1] آپ کی کنیت ابو اسامہ حب رسول آپ کا لقب چوروں نے آپ کو اچک لیا مکہ کے بازار عکاظ میں فروخت کیا حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر پھوپھی بی بی ام المومنین سیدنا حضرت خدیجہ کو ہدیہ میں پیش فرمایا انہوں نے نبی کو پیش فرمایا ۵۴ یا ۵۵ سال کی عمر میں شاہ بصریٰ کے دربار سے سفارت کا کام انجام دے کر واپس آ رہے تھے کہ شرحبیل ابن عمر غسانی نے شہید کر دیا۔ (سیر الصحابہ ۲۲۳ جلد دوم) [2] آپ کا لقب ظاہر ہے آپ کی عمر چالیس سال اور نبی اکرم ﷺ کی عمر شریف ۲۵ سال تھی اور اسی وقت آپ کا نکاح ہوا۔ خواجہ ابو طالب نے پانچ سو درہم مہر کے عوض نکاح پڑھایا سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول فرمایا۔ نکاح کے ۲۵ سال کے بعد ہجرت سے تین سال قبل ۱۰ نبوی ۱۱ رمضان المبارک کو آپ کا انتقال ہوا۔ (سیر الصحابیات: ص ۲۷)

(۶) چلنے والے اکتاتے ہیں تو اکتائیں مگر میں نہیں اکتاؤں گا۔ ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔

(۷) ہاں میری موت آ گئی تو وہ اور بات ہے کہ وہ ہر چیز کو فنا کرنے والی ہے خواہ ان کی کتنی امیدیں لگائے۔

(۸) میں اپنے رشتے داروں کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی زیدؓ کو ڈھونڈتے رہیں۔

غرض یہ اشعار پڑھ کر روتے رہے اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج پر جانا ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو پہچانا باپ کی داستان سنائی اور شعر سنائے حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں تین شعر لکھ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی باتیں ان کے والد کو سنائیں اور اشعار بھی سنائے پتہ بھی بتایا ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ پہنچے۔ نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار آپ لوگ مسجد حرام کے رہنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں۔ آپ قیدیوں کو رہا کراتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ﷺ فدیہ لے کر اس کو رہا کریں آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے کہنے لگے جی بس یہی عرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو بلا لو اور پوچھ لو اور اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے تمہاری نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرنا چاہتا جو خود نہ جانا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے استحقاق سے زیادہ ہم پر کرم کیا۔ یہ بات بخوشی منظور ہے۔ حضرت زیدؓ بلائے گئے نبی علیہ السلام نے فرمایا تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تم کو اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو رہو اور ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپ میرے لیے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔

ان دونوں باپ چچا نے سمجھایا کہ زیدؓ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلے میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہاں میں

ے آپ ﷺ میں ایسی بات دیکھی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی چیز پسند نہیں کرسکتا نبی علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زید کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ (تاریخ خمیس)

﴿۳﴾..... حضرت سائب بن یزیدؓ یہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں بیمار پڑا میری خالہ مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں لے گئی آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے وضو کیا میں نے جب کچھ پانی بچا ہوا دیکھا تو اسے پی لیا عجیب بات ہے کہ بچوں میں بھی حصول برکت کا اتنا شوق تھا۔

﴿۴﴾..... ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے کچھ بچوں کو ایک جگہ جمع دیکھا ایک لڑکا ان کے درمیان میں اذان دیتے ہوئے حضرت بلال کی نقل اتار رہا تھا اور دوسرے بچے ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر سب بچے سہم گئے نبی علیہ السلام نے بڑے بچے ابو محذورہ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے اس کے پیشانی کے بالوں سے اسے پکڑ لیا اور فرمایا کہ مجھے بھی وہی اذان سناؤ جو تم دوسروں کو سنا رہے تھے۔ پہلے تو ابو محذورہ نے عذر پیش کرنے کی کوشش کی مگر جلدی احساس ہو گیا کہ اذان سنا کر جلدی جان چھوٹ جائے گی جب سناتے سناتے اشہد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو دل کی حالت بدل گئی۔ اذان ختم ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا اچھا جاؤ۔ کہنے لگے کہاں جاؤں اب جہاں آپ ﷺ جائیں گے ابو محذورہ وہیں جائے گا۔ اس کے بعد ابو محذورہ نے اپنی پیشانی کے بال عمر بھر نہ کٹوائے۔ تبرک کے طور پر اس یادگار کو قائم رکھا۔

﴿۵﴾..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لڑکپن کی عمر میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مامور تھے جب نبی علیہ السلام کہیں جاتے تو وہ آپ ﷺ کو جوتے پہناتے۔ پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے آپ ﷺ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پاؤں مبارک سے جوتے نکالتے۔ آپ ﷺ نہاتے تو پردہ کرتے آپ ﷺ سوتے تو بیدار کرتے جب آپ ﷺ سفر پر جاتے تو بچھونا' مسواک جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا اسی لیے وہ نبی علیہ السلام کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

﴿۶﴾ تین لڑکے نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا

نبی علیہ السلام ان کی محبت اور وارفتگی کو دیکھتے تو ان کیلئے تہجد کی نماز کے بعد نام لے کر دعائیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہو کر اپنے اپنے فن کے امام بنے۔ عبداللہ بن مسعودؓ امام فقہاء بنے۔ عبداللہ بن عباسؓ امام مفسرین بنے۔ عبداللہ بن عمرؓ امام محدثین بنے۔

﴿۷﴾..... حضرت انس بن مالکؓ کو ان کی والدہ نے بچپن ہی سے نبی علیہ السلام کی خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا۔

﴿۸﴾..... حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گذار تھے۔ جب بھی سفر درپیش ہوتا تو وہ نبی علیہ السلام کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

﴿۹﴾..... حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر روزانہ گھر تشریف لے جاتے تو ربیعہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو خدمت کیلئے حاضر رہوں۔ جب ربیعہ جوان ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ شادی کر لیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ کی خدمت میں اتنا وقت نہیں دے سکوں گا۔ بعض عرصہ اپنی شادی کو ٹالتے رہے جب کہ نبی علیہ السلام پیار سے مشورہ دیتے رہے بالآخر نبی علیہ السلام کی طبیعت اور انشراح کو دیکھتے ہوئے شادی کر لی۔

﴿۱۰﴾ حضرت زہرہ بن سعدؓ کو انکی والدہ بچپن سے ہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائیں، عرض کیا کہ اسے بیعت کر لیجئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی تو بچہ ہے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کو جب بھی دیکھتے محبت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نبی علیہ السلام نے برکت کی دعا دی تھی۔ (عشق رسول ص ۹۵ تا ۹۹)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی حضور اکرم ﷺ سے محبت

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں ان پر جب نزع کا وقت آیا تو ساتھیوں سے فرمایا مجھے وضو کرا دیں ساتھیوں نے بڑی مشکل سے آپ کو وضو کرایا۔ کیونکہ بیماری کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے۔ وضو کے بعد خیال آیا کہ مجھ سے تو خلال رہ گیا وہ ہے بھی سنت! انتہائی پریشان ہوئے لہٰذا فرمایا مجھے دوبارہ وضو کرائیں تو ساتھیوں نے کہا حضرت آپ تو معذور ہیں

بیمار ہیں حرکت سے تکلیف ہوتی ہے اس لیے رہنے دیں لیکن حضرت نے فرمایا مجھ پر سکرات موت طاری ہے عنقریب میں حضور ﷺ سے ملوں گا تو میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسے وضو سے چلا جاؤں جس میں آپ ﷺ کی کوئی سنت چھوٹی ہوئی ہو یہ ہوتا ہے سچا عشق۔
(خطبات ذوالفقار ص ۱۰۶/۲)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور عشق نبوی ﷺ

حضرت مولانا قاسم[1] نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو علم کے آفتاب و ماہتاب تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ عشق رسول عطا فرمایا تھا' ایک دفعہ انگریزوں نے ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا۔ حضرت تین دن گھر میں رہے اور تین دن بعد باہر نکل آئے کہ حضور ﷺ غار میں تین دن تک چھپے رہے تھے۔ لہٰذا تین دن سے زیادہ میں اندر رہنا پسند نہیں کرتا ایسا نہ ہو کہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلاف سنت کام ہو جائے۔

﴿۱﴾ ... حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو' قرآن پاک میں بھی ہے حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہمشیرہ ۹۰ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ آپ کو پتہ چلا آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ کچھ دن گزر گئے تو دوبارہ اپنی بہن کے پاس گئے۔ بہن! میں آپ کے پاس ایک بات کرنے آیا ہوں بہن نے کہا بتاؤ بھائی! بھائی کیا بات ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ میرے آقا حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو' آپ میری اس بات کو مان لیجئے اور نکاح کر لیجئے میں جانتا ہوں کہ اس عمر میں ازدواجی زندگی کی ضرورت نہیں مگر قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سنت کی توفیق ہو جائے گی۔ بہن رونے لگ گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی کو اتار دامن کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ تیری وجہ سے مجھے حضور اکرم ﷺ کی ایک سنت پر عمل کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ۹۰ سال کی عمر میں اپنی بہن کا ایک اور نکاح کر دیا کیسا عشق تھا۔

﴿۲﴾ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر گئے تو آپ نے راستہ میں حضور اکرم ﷺ کی محبت میں کچھ اشعار لکھے وہ بھی آپ کو سناتا چلوں۔

---

[1] ماہ رمضان ۱۲۴۸ھ جنوری ۱۸۳۳ء میں ولادت ہوئی تاریخی نام خورشید ہے۔ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۹ ۱۸۷۹ء کو جمعرات بعد نماز ظہر وفات پائی۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ اے اللہ کے نبی ﷺ نجات کی امیدیں تو بہت ہیں مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ کتوں میں میرا شمار ہو جائے اگر جیوں تو مدینہ کے کتوں کے ساتھ پھرتا رہوں اور اگر مر جاؤں تو مدینہ کے کیڑے مکوڑے مجھے کھائیں رسول اللہ ﷺ کی ایسی شدید محبت تھی دل میں ایک آدمی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اس نے سبز رنگ کا جوتا پیش کر دیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اس کو گھر میں رکھ دیا۔ کسی نے بعد میں پوچھا حضرت فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں خوبصورت بھی بنا ہوا تھا۔ فرمایا میں نے جوتا لے تو لیا تھا کہ اس کی دل جوئی ہو جائے مگر پہنا اس لیے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا ﷺ کے روضہ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ حرم تشریف لے گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت نازک بدن تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چلے جا رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جا رہا ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت جوتے پہن لیتے فرمایا ہاں پہن تو لیتا لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا ﷺ چلا کرتے تھے تو میرے دل نے گوارہ نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے۔ کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ ﷺ کے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن بے ادبی است

(خطبات ذوالفقار ۱۰۶/۳-۱۹۳/۳)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول ﷺ

☆ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ[1] فقیہ وقت تھے ایک آدمی حج سے واپس آیا اور وہاں سے کچھ کپڑا لایا اس نے وہ کپڑا حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے جب اسے

[1] آپ کی ولادت ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بیوم دوشنبہ بوقت چاشت بمقام گنگوہ ہوئی سترہ سال کی عمر میں دہلی تشریف لائے چار سال کی قلیل مدت میں علوم میں مہارت حاصل فرمائی۔

لیا تو اسے چوما اور اپنے اوپر رکھ لیا جیسے بڑی عزت والی کوئی چیز ہو طلبا بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا حضرت یہ تو فلاں ملک کا کپڑا ہے مدینہ کے لوگ خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں فرمایا میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کا بنا ہوا نہیں ہے مگر میں تو اس لیے اس کی عزت کرتا ہوں کہ اسے مدینے کی ہوا لگی ہوئی ہے

☆......ایک آدمی حج سے واپس آیا اور اس نے تین کھجوریں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں بھیجیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب ملیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہتھیلی پر وہ کھجوریں ایسے رکھیں جیسے دنیا کی دولت آپ کی ہتھیلی میں سمٹ آئی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شاگرد کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے جو قریبی ملنے جلنے والے ہیں ذرا ان کے ناموں کی فہرست تیار کر دینا اس نے فہرست بنائی تو پچاس سے زیادہ نام ہوئے فرمایا ان تینوں کھجوروں کے ناموں کی تعداد کے برابر حصے کر دو چنانچہ اتنے حصے کیے گئے چھوٹے چھوٹے حصے بنے' فرمایا: ایک ایک حصہ میرے دوست کو دے دو' ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہیرے اور موتی آپ کے ہاتھ لگ گئے ہیں' جو اپنے دوستوں کو پیش کر رہے ہیں ایک شاگرد نے کہا حضرت! اتنے چھوٹے حصے سے کیا بنے گا؟ اس کی یہ بات سن کر حضرت کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ مدینہ کی کھجور ہو اور تو اس حصے کو چھوٹا کہے چنانچہ کتنے ہی دنوں تک اس سے بولنا چھوڑ دیا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲/۱۰۸)

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ[1] دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے' اور مشاہرہ اتنا تھا کہ مشکل سے گزارا ہوتا تھا' جو کچھ ملتا گھر کی ضروریات میں لگ جاتا اسی وجہ سے حج بھی نہ کر سکے مگر دل میں تمنا بہت تھی' حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حج کے دن شروع ہوتے تھے تو آپ کو گھر کے اندر چین نہیں آتا تھا' کبھی ادھر چلے جاتے' کبھی ادھر چلے جاتے حتیٰ کہ دسترخوان پر کھانا کھاتے ہوئے بھی جب خیال آ جاتا تو کہتے معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے حج پر جانے والوں کو عشاق کہتے تھے یہ خیال آتے ہی کھانا چھوڑ دیتے اور آہیں بھرنے لگتے اور کہتے کاش کوئی دن آئے کہ حسین احمد کو بھی اس جگہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔

---

[1] آپ کا تاریخی نام چراغ محمد ہے آپ کا خاندان انیسویں پشت پہلے ہندوستان آیا' اٹھارہ سال تک مسجد نبوی میں درس حدیث کا موقعہ ملا آپ کی ولادت شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء کو ہوئی وفات ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء جمعرات بعد نماز ظہر ۸۱ سال کی عمر میں ہوئی۔ (مجمع الاسلام ۳۵۲)

ایک دفعہ سوئے ہوئے تھے اور آنکھ کھل گئی اٹھ بیٹھے پریشانی سے نیند نہ آئی اسی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا' اے اللہ! معلوم نہیں تیرے عاشق کیا کر رہے ہوتے' کاش کہ حسین احمد کو بھی ان میں شمار فرمالیتا ذوالحجہ کے دس دن آپ کو یہاں آرام نہیں آتا تھا' دعائیں مانگتے تھے۔ کراہتے رہتے تھے حتی کہ اللہ رب العزت نے آپ کی اس محبت کو قبول فرمالیا۔ اور آپ کیلئے حرم شریف کے دروازے کھولے اور اٹھارہ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر حدیث کا درس دیتے رہے عاشق ہی ایسا کر سکتا ہے کوئی اور تو نہیں کر سکتا' آپ حدیث مبارکہ کا درس دیتے وقت اس انداز سے بیٹھتے تھے کہ مواجہ شریف بالکل سامنے ہوتا تھا ہم تو کہتے ہیں قال قال رسول اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث شریف پڑھاتے تو فرماتے قال ہذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ تعلیم سے فارغ ہو جاتے تو اکثر لوگوں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے میں عشاء کے بعد یا تہجد سے پہلے اپنی داڑھی مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب کی جگہ کو صاف کر رہے ہوتے تھے' سبحان اللہ' اللہ ہمیں بھی ایسا عشق اور ایسا ادب نصیب فرمائے کسی نے کیا خوب بات کہی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۰۹/۲)

نازاں ہے حسن جس پر وہ حسن رسول ہے
کہ کہکشاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی دھول ہے
اے کاروان شوق یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا کانٹا بھی پھول ہے

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چور کو معاف کر دیا

ایک بزرگ حج کے سفر پر گئے ایک جگہ سے گزر رہے تھے ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا' اس میں ان کے پیسے تھے ایک چور ان کے ہاتھ سے وہ تھیلا چھین کر بھاگ گیا۔ کافی دور جا کر اس کی آنکھوں کی بینائی اچانک زائل ہو گئی۔ اس چور نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟ کہنے لگا میں نے ایک آدمی کا تھیلا چھینا ہے وہ کوئی بڑا مقرب بندہ لگتا ہے بڑا اچھا بندہ لگتا ہے میری آنکھوں کی بینائی زائل ہو گئی ہے خدا کیلئے مجھے اس کے پاس پہنچاؤ تا کہ میں اس سے معافی مانگ سکوں لوگوں نے پوچھا کہ یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟ کہنے لگا کہ فلاں حجام کی دکان کے قریب پیش آیا' لوگ اس کو اس دکان کے پاس لے کر آئے اور حجام سے

پوچھا کہ اس طرح کا آدمی یہاں سے گزرا ہے؟ آپ اسے جانتے ہو؟ اس نے کہا مجھے اس کے گھر کا تو پتہ نہیں البتہ نمازوں کیلئے وہ آتے جاتے ہیں اگلی نماز کیلئے پھر آئیں گے۔ یہ لوگ انتظار میں بیٹھ گئے وہ بزرگ اپنے وقت پر تشریف لائے لوگ اس چور کو اس کے پاس لے کر گئے تو اس چور نے جان کر ان کے ہاتھ پکڑ لیے پاؤں پکڑ لیے کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ گناہ ہوا نادم ہوں شرمندہ ہوں میری بینائی چھن گئی' آپ اپنے پیسے واپس لے لیجئے اور مجھے معاف کر دیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ میری بینائی کو ٹھیک کر دے' وہ بزرگ کہنے لگے کہ میں نے تو تجھے پہلے ہی معاف کر دیا ہے یہ بات سن کر چور بڑا حیران ہوا کہنے لگا' حضرت! میں تو آپ کا تھیلا چھین کر بھاگا اور آپ فرماتے ہیں کہ معافی مانگنے سے پہلے ہی آپ نے معاف فرما دیا' وہ فرمانے لگے کہ ہاں میرے دل میں کوئی بات آ گئی تھی' فرمانے لگے کہ میں نے ایک حدیث پڑھی' جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب تک میری امت کا حساب پیش کیا جائے گا تو میں اس وقت تک میزان کے قریب رہوں گا جب تک کہ میرے آخری امتی کا فیصلہ نہیں ہو جاتا میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میں نے اس چور کو معاف نہ کیا تو قیامت کے دن یہ مقدمہ پیش ہوگا۔ اور جتنی دیر میرے اس مقدمہ کا فیصلہ ہونے میں لگے گی اللہ کے محبوب ﷺ کو اتنی دیر جنت سے باہر رہنا پڑے گا اس لیے میں نے معاف کر دیا کہ نہ تو مقدمہ پیش ہوگا نہ ہی میرے محبوب کو جنت میں جانے میں دیر لگے گی۔ وہ جلد جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ (خطبات ذوالفقار ۲۳/۵، ۱۱۰، ۲۱۱)

عشق و محبت خلوص امانت کا ضامن

جامع مسجد دہلی کے دروازے پر معذور آدمی بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا' ایک انگریز وہاں مسجد کو دیکھنے کیلئے آیا' ہم نے بھی دیکھا کہ جامع مسجد کو انگریز دیکھنے کیلئے آتے جاتے ہیں' وہ انگریز بڑا عہدہ رکھتا تھا' جب وہ اس فقیر کے پاس سے گزرا تو اس نے سلوٹ مارا تاکہ کچھ دے جائے' چنانچہ اس انگریز نے اسے کچھ پیسے دے دیئے' انگریز باہر کھڑے ہو جاتے ہیں جوتوں کی جگہ پر اندر داخل نہیں ہوتے مسجد کے نقش و نگار اور عظمت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ کے گھر کے سامنے ہی انہیں سکون مل جاتا ہے وہ انگریز مسجد کو دیکھ کر چلا گیا' گھر جا کر اسے معلوم ہوا کہ جس بٹوے سے پیسے نکال کر دیئے تھے وہ بٹوہ جیب میں نہیں ہے پیسے بھی کافی تھے اور پتہ

بھی نہیں کہ کہاں گرے ہونگے خیرات آ گئی ہوگی۔

ایک ہفتہ بعد پھر اسے چھٹی ہوئی اس کی بیوی نے کہا کہ تم مسجد دیکھ آئے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ چنانچہ چھٹی والے دن وہ اپنی بیوی کو لے کر پھر مسجد دیکھنے کیلئے آیا جب وہ انگریز اس معذور فقیر کے پاس سے گزرنے لگا تو وہ فقیر فوراً کھڑا ہو گیا اور اس سے کہا آپ پچھلی دفعہ آئے تھے مجھے پیسے دیئے تھے اس کے بعد آپ بٹوا جیب میں ڈالنے لگے تھوڑی دور آگے جا کر بٹوا گر گیا اور میں نے اٹھایا' یہ بٹوا میرے پاس آپ کی امانت ہے یہ میں آپ کے حوالہ کرتا ہوں انگریز نے بٹوے کو کھول کر دیکھا تو پیسے بالکل پورے تھے حیران ہو کر وہ سوچنے لگا کہ بٹوا تو دے دیتا مگر اس کے اندر کی کچھ رقم نکال سکتا تھا' مجھے امید تو یہی تھی یہ کیا ہوا کہ سارے کے سارے پیسے مجھے من وعن واپس کر دیئے؟ اس نے اس فقیر سے پوچھا آخر کیا بات ہے کہ تم نے کچھ بھی پیسے اپنے پاس نہ رکھے؟ وہ معذور فقیر کہنے لگا بات یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر آدمی اپنے نبی کے پیچھے ہوگا جماعتوں کی صورت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے پیچھے چل رہے ہونگے' جب میں نے بٹوا اٹھایا تو میرا جی چاہتا تھا کہ میں اسے لے لوں مگر پھر مجھے خیال آیا کہ ہر کام اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اگر میں یہ پیسے رکھ لوں گا اور کل قیامت کے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوں گا اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہونگے اس وقت ایسا نہ ہو کہ آپ کے نبی میرے نبی علیہ السلام کو گلہ دیں کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کے پیسے لے لئے تھے' یہ سوچ کر میں نے اس میں کوئی خیانت نہ کی' اور آپ کے پیسے میں نے آپ کو لوٹا دیئے ہیں کاش! ہمیں دہلی کے اس معذور فقیر جیسی محبت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی۔ (خطبات ذوالفقار ۲/۱۱۲)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دے

جانوروں کیلئے رحمت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے جانوروں نے بھی رحمت پائی ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ بے زبان جانور ہے تمہیں چاہئے کہ اس کے ساتھ نرمی برتو' یہ شکوہ

کر رہا ہے کہ تم اس سے زیادہ کام لیتے ہو اور اسے چارہ تھوڑا دیتے ہو۔ سبحان اللہ! جانور بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی تکالیف بیان کرتے تھے۔

ہرن کے بچہ پر نگاہ رحمت

حضور پاک ﷺ ایک دفعہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے' ایک یہودی نے ہرنی پکڑی ہوئی تھی' آپ ﷺ جب قریب سے گزرے تو اس ہرنی نے آپ ﷺ سے کہا! اے اللہ کے نبی ﷺ مجھے اس نے پکڑ لیا ہے اس سامنے والے پہاڑ میں میرا بچہ ہے اور اس کو دودھ پلانے کا وقت ہو گیا ہے مجھے دیر ہو رہی ہے میری مامتا جوش مار رہی ہے کہ میں اسے دودھ پلاؤں آپ مجھے تھوڑی دیر کیلئے آزاد کرا دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سنی تو یہودی سے کہا تھوڑی دیر کیلئے اسے آزاد کر دو' یہ دودھ پلا کر واپس آ جائے گی۔ اس نے کہا بڑی مشکل سے اسے پکڑا ہے' کیا آپ ﷺ اس کی ذمہ داری لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں چنانچہ ہرنی کو چھوڑ دیا گیا' وہ اسی وقت چھلانگیں مارتی ہوئی پہاڑی کی طرف گئی آپ ﷺ ابھی وہیں تھے کہ وہ دوبارہ بھاگتی ہوئی واپس آ گئی یہودی ہرنی کی اس اطاعت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

لطیفہ

ایک مولانا پڑھ کر آئے ان کو حدیثیں بھی کافی یاد تھیں جب بھی وہ بیان کرتے تو قال قال رسول اللہ ﷺ پڑھتے ایک دیہاتی اس بیچارے کو عربی تو آتی نہیں تھی' اب وہ روز بیٹھ کر یہ سنتا وہ چند دن تو صبر کرتا رہا اب اس کو قال قال رسول اللہ کا معنی ہی معلوم نہ تھا' وہ قال رسول اللہ ﷺ کو کالا رسول اللہ ﷺ سمجھا کہنے لگا کہ یہ مولانا کیسا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو کالا کہتا ہے چنانچہ ایک دن جب انہوں نے درس دیا تو درس کے بعد دیہاتی نے مولانا کا گریبان پکڑا کہنے لگا او مولوی ساب! تو کالا تیرا باپ کالا میرا رسول تو گورا چٹا ہے یہ شعائر اللہ کے محبت کی بات ہے۔ (تمنائے دل ۱۹۲)

حضرت زید رضی اللہ عنہ پر عنایت و بخشش

حضرت زیدؓ ایک صحابی ہیں۔ بچپن میں ہی کسی نے ان کو غلام بنا لیا۔ بالآخر وہ نبی علیہ

السلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور وہ وہیں رہنے لگے۔ ان کے والدان کے بارے میں بہت فکر مند ہوئے وہ ان کو ڈھونڈتے روتے اور اشعار کہتے تھے۔ کسی نے بتا دیا کہ آپ کا بیٹا تو فلاں جگہ پر موجود ہے۔ چنانچہ ان کے والد اور چچا ان کو لینے کیلئے وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے زیدؓ سے آ کر ملاقات کی اور انہیں سمجھایا کہ میں بھی تیرے لیے اداس ہوں' تمہاری والدہ بھی اداس ہے اور دوسرے رشتہ دار بھی اداس ہیں' ہم نے تیری خاطر بہت سفر کیے' بہت سی مشقتیں اٹھائیں' اب آپ قسمت سے مل گئے ہیں' چنانچہ اب ہمارے ساتھ چلیں۔ چونکہ وہ انہیں بغیر اجازت کے نہیں لے جا سکتے تھے' اس لیے ان کو سمجھانے کے بعد وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ.....

''اے قریش کے سردار! آپ بنو ہاشم کی اولاد بڑے کریم لوگ ہیں' آپ مہمان نواز ہیں اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں' ہمارا بچہ آپ کے پاس ہے' آپ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم سکون کی زندگی گزار سکیں''

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں یہ اختیار زید رضی اللہ عنہ کو دیتا ہوں' اگر یہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو اسے جانے کی اجازت ہے اور اگر یہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں زبردستی بھیجنا نہیں چاہتا''

جب حضرت زید کے ذمے بات لگی تو انہوں نے ایک نظر اپنے والد کے چہرے پر ڈالی اور ایک نظر اپنے محبوب ﷺ کے چہرے پر ڈالی اور اٹھ کر نبی علیہ السلام کی گود مبارک میں آ کر بیٹھ گئے اور ایک بچہ ہونے کے باوجود کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا' جب وہ نبی علیہ السلام کی گود میں بیٹھ گئے تو اللہ کے محبوب ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے:

آج سے میں نے زید کو اپنا بیٹا بنا لیا''

سبحان اللہ! حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی گود کی بجائے نبی علیہ السلام کی گود کو پسند کیا' اللہ رب العزت کی قدر دانی دیکھئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کو پوری زندگی' زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام نے اپنی ایک رشتہ دار عورت سے ان کی شادی کر دی تھی۔ نہ صرف یہی

بلکہ تمام صحابہ میں سے صرف آپ کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا O (الاحزاب:۳۷)

(پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض، ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا) صحابہ کرامؓ ان کا بڑا اکرام کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار: ص ۳۳ ج ۱۲)

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں کیا چیز ہے لوح و قلم تیرے ہیں

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج کیلئے سفر پر چلے راستہ میں انہوں نے اپنی سواری کو ایک جگہ پر روکا نیچے اترے اور ویرانے میں ایک طرف کو اس طرح گئے جیسے کوئی آدمی قضائے حاجت کیلئے جاتا ہے پھر ایک جگہ پر بیٹھ گئے لگتا یوں تھا فراغت حاصل کرنے کیلئے بیٹھے ہیں مگر وہ فارغ نہیں ہوئے بلکہ ایسے ہی واپس آ گئے اور اونٹ پر بیٹھ کر چل پڑے ساتھیوں نے پوچھا' حضرت آپ کے اس عمل کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا ہے حالانکہ آپ کو فراغت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی' وہ فرمانے لگے کہ اس لیے نہیں رکا تھا کہ مجھے ضرورت تھی' بلکہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے ساتھ اسی راستے سے سفر کیا تھا اسی جگہ پر میرے محبوب علیہ السلام رکے تھے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر جا کر قضائے حاجت سے فراغت حاصل کی تھی' میرا جی چاہا کہ میں بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے مطابق اپنا عمل کروں اس سے اندازہ لگایئے کہ وہ نبی علیہ السلام کی اداؤں کے کتنے محافظ تھے وہ جو کچھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنتے تھے یا ان کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

(خطبات ذوالفقار ص ۱۵۷/۸)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دروازہ تھا' جہاں سے اکثر عورتیں آیا کرتی تھیں اور جب عورتیں نہیں ہوتی تھیں تو کبھی کبھی مرد بھی اس دروازے سے آ جایا کرتے تھے' ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا' کتنا اچھا ہوتا کہ اس دروازے کو عورتوں کیلئے چھوڑ دیا جاتا' یہ سن کر مردوں نے اس دروازے سے آنا چھوڑ دیا حتی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان الفاظ کو سننے کے بعد پوری زندگی میں کبھی بھی اس دروازے سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل نہیں ہوئے تھے' سبحان اللہ' ان کا ایک ایک کام نبی علیہ السلام کی اداؤں کا مظہر ہوا کرتا تھا' اللہ رب العزت نے ان کو نبی علیہ السلام کا ایسا عشق عطا فرمایا تھا کہ ان کو نبی علیہ السلام کی ہر ہر بات یاد رہتی تھی انہوں نے اپنے اپنے دماغوں میں بھی اس علم کو یاد رکھا اور اپنے جسم کے اعضاء پر بھی اس علم پر عمل کے ذریعہ سے یادیں تازہ رکھیں۔ (خطبات ص ۱۵۸/۸)

دربار شاہی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل

مشہور روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فارس تشریف لے گئے دعوت کھانے کیلئے بھیجے' ان سے ایک لقمہ نیچے گر گیا انہوں نے اس لقمہ کو اٹھایا اور صاف کر کے کھالیا' بعض نے کہا یہاں کے امراء اس عادت کو ناپسند کرتے ہیں آپؓ نے یہ لقمہ اٹھایا اور صاف کر کے کھایا' فرمانے لگے' اترک سنۃ حبیبی لھولاء الحمقاء" کیا میں ان احمقوں کی خاطر اپنے آقا اور محبوب ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں سوچیے تو سہی کہ صحابہ کرامؓ نے ایک ایک سنت پر کتنی محبت سے عمل کیا' وہ علم کے بھی وارث بنے عمل کے بھی وارث بنے احوال کے بھی وارث بنے آپ ﷺ کی ظاہری اداؤں کے بھی وارث بنے اسی طرح یہ عمل صحابہؓ علم سے امت تک آگے پہنچا جس طرح میرے آقا ﷺ دنیا میں اس کو دے گئے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ۳/۱۸۳)

میرا سر آقائے مدنی ﷺ کے مشابہ ہو جائے

ایک صحابی حبشہ کے رہنے والے تھے' وہ جب بھی نہا کر نکلتے تو ان کا جی چاہتا تھا کہ میں بھی اپنے سر میں اسی طرح درمیان میں مانگ نکالوں' جس طرح نبی علیہ السلام نکالا کرتے ہیں' لیکن حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے ان کے بال گھنگھریالے' چھوٹے اور سخت تھے' اس لیے ان کی مانگ نہیں نکل سکتی تھی' وہ اس بات کو سوچ کر بڑے اداس رہتے تھے کہ میرے سر کو میرے محبوب ﷺ کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نہیں ہے ایک دن چولہا جل رہا تھا انہوں نے لوہے کی سلاخ لے کر اس آگ میں گرم کی اور اپنے سر کے درمیان میں اس سلاخ کو پھیر لیا' گرم سلاخ کے پھرنے سے ان کے بال بھی جلے اور جلد بھی جلی' اس سے زخم بن گیا' جب زخم درست ہوا تو ان کو اپنے سر کے درمیان میں ایک لکیر نظر آتی تھی' لوگوں نے کہا تم نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ وہ فرمانے لگے کہ میں نے تکلیف تو برداشت کر لی ہے لیکن مجھے اب اس بات کی بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ میرے سر کو اب محبوب ﷺ کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نصیب ہو گئی ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۳/۱۵۹)

روزہ رکھے مگر سنت کے مطابق

۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ ایک آدمی اس عاجز کو ملنے آیا وہ سولہ سال سے مسلسل روزے

رکھ رہا تھا' میرے دوست بڑے حیران ہوئے کہ یہ سولہ سال سے مسلسل روزے رکھ رہا ہے میں نے کہا کہ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے وہ کہنے لگے کیسے مشکل کام نہیں ہے سردی گرمی صحت بیماری سفر' حضر میں ہر وقت روزے سے رہنا بہت مشکل ہے میں نے کہا اچھا اس سے پوچھ لیں چنانچہ انہوں نے اس بندے سے پوچھا کہ کیا آپ کو روزہ رکھنے میں کوئی دقت پیش آتی ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں پھر وہ مجھے کہنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اس کی عادت بن گئی ہے' کچھ لوگ دن میں تین دفعہ کھانا کھاتے ہیں اور کچھ لوگ صبح و شام دو دفعہ کھاتے ہیں اسی طرح آپ یوں سمجھیں کہ یہ بھی دن میں دو دفعہ کھاتے ہیں ایک سحری کے وقت اور ایک دفعہ افطاری کے وقت لہٰذا ان کی یہ عادت بن گئی ہے میں نے کہا کہ ان سے کہیں کہ جی آپ صومِ داؤدی رکھیں' یعنی ایک دن روزہ رکھیں اور دوسرے دن ناغہ کریں' چنانچہ انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ صومِ داؤدی رکھ سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا انہوں نے پوچھا وہ کیوں؟ وہ کہنے لگے اس لیے کہ یہ تو میری عادت بن گئی ہے اور دن کے وقت اب میرا کچھ کھانے کو دل ہی نہیں کرتا' اگر میں ایک دن کھاؤں اور ایک دن روزہ رکھوں تو اس میں میرے نفس پر زیادہ بوجھ ہوگا' جو کہ میرے لیے بہت مشکل ہے میں نے کہا دیکھو یہ جو اپنی مرضی سے مجاہدہ کرتے ہیں وہ کام آسان ہے لیکن حدیث میں جو طریقہ آیا ہے اس کے مطابق کام کرنا اس کیلئے بہت مشکل ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۶۹/۱۱)

حکیم ضیاء الدین اور سنت کا ادب

ایک دفعہ حکیم ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو آپ نے سوچا کہ وقت کے اتنے بڑے عالم ہیں اور متبع سنت ہیں اس لیے مجھے ان کی عیادت کیلئے جانا چاہیے' چنانچہ آپ ان کی عیادت کیلئے ان کے دروازہ پر پہنچے' دستک دے کر اندر پیغام بھیجا کہ میں آپ کی عیادت کیلئے آیا ہوں حکیم ضیاء الدین سنامی نے جواب بھجوایا کہ میرا آخری وقت ہے معلوم نہیں کہ کس وقت میری جان نکل جائے میں اپنے آخری وقت کسی بدعتی کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا' اب کیسا سخت جواب تھا' لیکن خواجہ نظام الدین اولیاء سمجھ رہے تھے کہ سنت کی محبت میں بات کر رہے ہیں' اس لیے انہوں نے فوراً جواب بھجوایا ہاں بدعتی آپ کے دروازے پر آیا ہے مگر بدعت سے توبہ کرنے کیلئے آیا ہے جب یہ پیغام

حکیم ضیاء الدین سنامی کو ملا تو لیٹے ہوئے فوراً اٹھ بیٹھے اور اپنا عمامہ سر سے اتار شاگرد سے کہا میرے بستر سے لے کر میرے دروازے تک اس عمامہ کو بچھا دیجئے اور حضرت سے کہئے کہ اپنے جوتوں سمیت عمامہ پر چلتے ہوئے تشریف لائیے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اتباع سنت

نبی علیہ السلام کی اس محبت کی وجہ سے ایک ایک سنت پر ان کا عمل تھا' ایک مرتبہ حضرت نانوتوی کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے گئے۔ جب پتہ چلا تو آپ روپوش ہو گئے روپوش ہونے کے پورے تین دن بعد آپ باہر نکل آئے' کسی نے کہا کہ حضرت انگریز آپ کو ڈھونڈ رہا ہے اور آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہیں آپ نے فرمایا میں نے اپنے آقا کی زندگی پر غور کیا مجھے غار ثور میں روپوشی کے تین دن نظر آئے لہٰذا میں بھی تین دن غائب رہا اس کے بعد باہر نکل آیا ہوں انگریز اگر پکڑ لیں گے تو میں اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے سپرد کر جاؤں گا سنت کا اتنا لحاظ اور خیال رکھا کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۰۳/۶)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حال میں سنت پر عمل

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سنت پر عمل کے واقعات بیشمار ہیں خاص طور پر ان کی آخری رات میں تہجد کی نماز کی کیفیت عجیب ہوتی تھی' تہجد میں عموماً دو پارے تلاوت کرتے تھے اور قرأت کے دوران اس قدر خشوع اور اتنا گریہ طاری ہوتا کہ سینے سے کھولتے سانسوں کی آواز سنائی دیتی تھی' نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی احادیث میں یہی لکھا ہے کہ آپ نماز ایسی پڑھتے تھے کہ آپ کے اندر سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی سی آوازیں سنائی دیتی تھیں' لہٰذا آپ کی نماز میں اسی سنت کی اتباع ملتی ہے' نماز کے بعد آپ استغفار پڑھتے اور دعا مانگتے تو روتے اور اس طرح سسکیاں اور ہچکیاں لیتے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ حج کیلئے تشریف لے گئے اس زمانے میں مملکت عرب میں سفر عموماً اونٹوں پر ہوتا تھا سفر کی رہنمائی اور انتظامات کے سلسلے میں جیسے آج کل معلم ہوتے ہیں اس زمانے میں ان کو مطوف کہتے ہیں آپ نے اپنے مطوف سے پہلے ہی طے کر لیا کہ ہم نے حج کو سنت کے مطابق ادا کرنا ہے لہٰذا تم کوئی ایسی ترتیب نہ بنانا جو سنت کے مطابق نہ ہو۔

منیٰ میں قیام کے دوران صبح صادق سے پہلے ہی مطوف آیا اور شور مچا دیا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کیلئے ابھی نکلنا ہے اونٹ والوں نے بھی جلدی جلدی کی رٹ لگانی شروع کر دی' حضرت سہارنپوری دو خیموں کے بیچ میں تہجد کی نماز میں مصروف قرأت قرآن سے مشغل فرما رہے تھے' کیا مجال ہے کہ ان کے معمول پر ذرا برابر بھی فرق پڑا ہو طویل قیام اور تعدیل ارکان کے ساتھ تسلی سے اپنی نماز مکمل کی' سلام پھیرنے کے بعد مطوف کی طرف متوجہ ہوئے اور غصے سے فرمایا تم نے وعدہ کر رکھا تھا کہ سنت کے خلاف کسی کام کیلئے نہ کہو گے پھر طلوع آفتاب سے پہلے چلنے کیلئے کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں' کہنے لگا میں کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو حج فوت ہو جائے گا لہٰذا سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا تو اچھی بات نہیں ہے اس پر حضرت کا غصہ اور تیز ہو گیا' فرمایا ہم نے تمہیں مطوف مانا ہے کوئی استاد اور پیر تو نہیں بنا لیا' جاؤ اپنا کام کرو ہم تو سورج نکلنے سے ایک منٹ پہلے نہیں اٹھیں گے' ہم اپنا مال اور وقت صرف کر کے اتنی صعوبتوں بھرا سفر کر کے آتے ہیں تا کہ سنت کے مطابق حج ادا کریں تمہارے جمالوں (اونٹ والے) کے غلام بننے نہیں آتے' جمالوں کو اپنے اونٹوں پر اختیار ہے وہ ان کو لے جائیں' ہمارے اوپر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں تم نے بے وقت شور مچا کر ہمیں پریشان کیا اور نماز بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھنے دی لہٰذا ہم تمہیں بھی آزاد کرتے ہیں تم اپنے دوسرے حاجیوں کو لے جاؤ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو ہم کوئی لولے لنگڑے نہیں عرفات کوئی اتنا دور نہیں ہے ہم پیدل ہی انشاء اللہ سفر کر لیں گے لیکن سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۱۱ تا ۱۱۳/ ۸)

اتباع نبوی ﷺ میں پریشانی کا حل

ایک مرتبہ فیصل آباد سے ایک خاتون آئی میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ اس کی بات ضرور سنیں بڑی پریشان ہے اور جب سے آئی ہے رو رہی ہے اس کو ٹائم دیا پردے میں بیٹھ کر بات کرنے لگی کہ میرا خاوند بڑی مل کا مالک ہے امیر آدمی ہے کھلا پیسہ ہے شادی کے سات آٹھ سالوں میں اولاد کوئی نہیں ہے مگر یہ پریشانی کی بات نہیں کیوں کہ خاوند میرے ساتھ خوشی کی زندگی گزار رہا ہے ہم دونوں کو اس کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں قسمت میں ہوئی تو ہو جائے گی نہیں تو جو اللہ کو منظور خاوند مجھے بہت چاہتا ہے محبتوں والی زندگی گزار رہے ہیں گھر کا

سارا خرچ خاوند نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔نوکروں کا خرچہ باورچی کا خرچہ گارڈ کا خرچہ مالی کا خرچہ یہ تمام اخراجات سب میرا خاوند ادا کرتا ہے گاڑیاں ہیں ڈرائیور ہیں کاریں ہیں بہاریں ہیں روٹی ہے بوٹی ہے اللہ نے یوں تو زندگی میں ہر سہولت دی ہے میری پریشانی یہ ہے کہ میرا خاوند مجھے میری ذاتی خرچ کیلئے ہر مہینے صرف پچاس ہزار روپیہ دیتا ہے جس سے میرے خرچے پورے نہیں ہوتے یہ کہہ کر وہ عورت رونے لگ گئی کہ شاید میرے جیسا پریشان دنیا میں کوئی نہیں ہوگا وہ ایسے زاروقطار رو رہی تھی جیسے کسی کی وفات پر کوئی رویا کرتا ہے۔

اس عورت کو اس عاجز نے یہ بات سمجھائی کہ آپ کی پریشانی ختم ہونے والی نظر نہیں آتی آپ کا خاوند آپ کو پچاس ہزار کی بجائے ایک لاکھ روپے ماہانہ بھی دینا شروع کر دے پھر بھی آپ کی پریشانی ختم نہیں ہوگی۔دو لاکھ بھی دے دے پھر بھی نہیں ہوگی پانچ لاکھ بھی ہر مہینے دے دے پھر بھی پریشانیاں ختم نہیں ہونگی۔وہ بڑی حیران ہو کر کہنے لگی کہ پیر صاحب! آپ مجھے بات سمجھائیں کیونکہ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عاجز نے کہا کہ بی بی! جس راستے سے آپ پریشانیوں کا حل ڈھونڈنا چاہتی ہیں اس راستے سے پریشانیوں کا حل ہوتا ہی نہیں۔کہنے لگی کہ چاہتی تو ہوں کہ پریشانیاں ختم ہوں۔عاجز نے کہا: کہ اگر آپ چاہتی ہیں تو اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق ڈھالیں معصیت سے خالی زندگی اختیار کریں آپ نے گناہوں بھری زندگی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیا ہے آئندہ آپ سنت والی زندگی واختیار کر کے اپنے خالق حقیقی کو راضی کر لیں۔آپ کے مال میں برکت آئے گی تو آپ کی پریشانیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔آپ کثرت مانگ رہی ہیں کہ وہ پچاس ہزار دیتا ہے تو ایک لاکھ دینا شروع کر دے۔لیکن یاد رکھنا کہ پھر بھی پریشانیاں رہیں گی خیر عاجز نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے بات میں برکت رکھ دی لہٰذا کہنے لگی کہ میں سچی توبہ کرنا چاہتی ہوں عاجز نے اس کو توبہ کے کلمات پڑھا کے رخصت کیا الحمد للہ تین چار مہینوں کے بعد وہ بذریعہ فون کہنے لگی کہ اب تو میں نماز کی پابند ہوگئی ہوں برقع میں نے کر لیا ہے لیکن ایک بات بڑی عجیب ہے کہ اب میرے مہینے کے خرچے پندرہ ہزار میں پورے ہو جاتے ہیں اور میری باقی رقم یتیموں اور بیواؤں کے اوپر خرچ ہوتی ہے۔

چھری سے کاٹ کر کھانے والے

میری ایک دفعہ میٹنگ تھی جس میں امریکن کمپنی کے تین ڈائریکٹرز اور جنرل مینیجر وغیرہ تھے ہم ایک Table پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے فقیر نے دیکھا کہ وہ امریکن حضرات بھی ہاتھ سے کھانا کھا رہے ہیں حالانکہ چھری کانٹے ایک طرف رکھے ہوئے تھے فقیر بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے یہ چھری کانٹے استعمال نہیں کیے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہاتھوں سے کھانا کھانا پسند ہے آج پہلی دفعہ چھٹی چھڑی والوں کو دیکھا کہ یہ چھری کانٹے کو چھوڑ کر اس طرح انگلیوں سے کھا رہے ہیں جب ہم کھانا کھا چکے تو انہوں نے باقاعدہ ساری انگلیوں کو باری باری منہ میں لے کر صاف کیا' فقیر نے ان سے سوال کیا Why did you this? تو وہ کہنے لگے کہ یہ نئی تحقیق ہے کہ جب انسان انگلیوں سے کھانا کھاتا ہے تو ان کے مسام سے پلازما خارج ہوتا ہے جس کو مائکروسکوپ کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے اور یہ پلازمہ کھانے کے ساتھ انسان کے منہ میں جاتا ہے اور ہاضمہ میں کام آتا ہے کہنے لگا کہ اب ہم چھری کانٹوں کی بجائے انگلیوں سے کھانا پسند کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۰۲/۱)

ایک خاتون کا قبول اسلام

ایک مرتبہ ہم امریکہ میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے' سامنے مین روڈ تھا' ہم دو آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے سامنے سڑک پر ایک خاتون تیزی کے ساتھ کار چلاتی ہوئی گزری لیکن چند میٹر آگے جا کر اس نے بریک لگا دی اس نے گاڑی موڑی اور ایک دو منٹ میں اس نے ہمارے قریب آ کر گاڑی کھڑی کر دی وہاں پر عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس منزل پر جا رہا ہو اس کے پاس اس کا پورا ایڈریس نہ ہو تو اسے پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے چنانچہ ہم نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہ امریکن عورت راستہ بھول گئی ہو اور ہم سے کوئی پتہ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

اس عاجز نے اپنے ساتھ والے دوست سے کہا کہ آپ جائیں اور اس سے پوچھیں کہ آپ کو ڈائریکشن کی ضرورت ہے؟

جب اس نے جا کر پوچھا تو وہ کہنے لگی نہیں میں تو اپنے گھر جا رہی ہوں اور گھر کی ڈائریکشن تو ہر ایک کو آتی ہے ہمیں کیا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے گھر کی بجائے اصلی گھر

راستہ دکھانا چاہتے تھے اس نے جب کہا کہ میں اپنے گھر جا رہی ہوں تو ہمارے دوست نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں کیوں بریک لگائی؟

اس کے جواب میں وہ کہنے لگی کہ یہ بندہ کون ہے؟

اس نے کہا کہ یہ بندہ مسلمان ہے

وہ کہنے لگی کہ اس سے پوچھو کہ کیا یہ مجھے بھی مسلمان بنا سکتے ہیں نہ نام کا پتہ اور نہ ہی ایڈریس کا پتہ فقط نبی علیہ السلام کی سنتوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسکی تاثیر ڈال دی کہ وہیں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

اس عاجز نے اسے اپنا رومال دے دیا جس کو اس نے اپنا دوپٹہ بنالیا اور پھر اپنے گھر کو روانہ ہوگئی۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ص۱۱۵/۷)
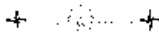
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین﴾

محبت شیخ

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کامل پامال شو

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال پوچھا کہ حضرت! سیدنا امیر معاویہؓ کا درجہ بڑا ہے یا عمر بن عبدالعزیز کا' عمر بن عبدالعزیز بعد کے دور کے تھے اور خلیفہ عادل تھے جبکہ سیدنا امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بہت لڑائیاں رہیں اور انہی جنگوں کی وجہ سے حالات پرامن نہ تھے اس لیے اس آدمی نے ان دو شخصیات کے بارے میں سوال کیا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب دیا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے' فرمایا" جب سیدنا امیر معاویہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیلئے نکلے اور ان کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو گرد اور مٹی جا پڑی عمر بن عبدالعزیز سے اس مٹی کا رتبہ بھی بڑا ہے"

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے' حضرت! اوراد و اشغال والا کام تو ہم سے ہوتا نہیں حضرت نے فرمایا کہ اچھا نہ کرنا' مگر ہم یہ کہتے ہیں تین دن اور تین راتیں یہاں ٹھہر جاؤ' کہنے لگے' حضرت! ٹھیک ہے تین راتیں ٹھہروں گا مگر تہجد میں مجھ سے نہیں اٹھا جائے گا' جی کرے گا تو اٹھوں گا ورنہ نہیں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے شاگرد کو بلا کر کہا کہ رشید احمد کی چارپائی میری چارپائی کے قریب ڈال دینا۔

رات کو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھے' لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا' حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی مجھے اتنا مزہ آیا کہ میں نے بھی اٹھ کر تہجد پڑھی اور پاس بیٹھ کر لا الٰہ الا اللہ کی ضرب لگانا شروع کر دی تین دن کیلئے رکے تھے' مگر تیس دن تک وہاں ٹھہرے رہے جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازت و خلافت عطا فرما دی' یہ ہے صحبت و ذکر کا اثر اور فائدہ کہ چند دن میں خلعت خلافت سے سرفراز ہو گئے۔

---

[1] ہجرت سے ۱۷ سال پہلے آپ کی ولادت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عرب کا کسریٰ عرب کہا تھا یعنی بہت خوبصورت اور مہیب آدمی تھے ۶۰ھ میں ۲۲ رجب آپ کا انتقال ہوا۔ انیس سال تین ماہ آپ نے حکومت کی (تاریخ اسلام ص ۲۶ ج ۱)

جگر مراد آبادی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں

شعراء میں سے جگر ایک عظیم شاعر تھے ان کی ابتدائی زندگی بڑی غافلانہ تھی' خوب پیتے تھے وہ مے نوش نہ تھے بلانوش تھے مشاعروں میں کہیں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب کے ساتھ ملنا جلنا ہوا' حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے' اس وقت حضرت مجذوب محکمہ تعلیم میں Collector (کلکٹر) کے طور پر کام کر رہے تھے' اتنی اچھی دنیاوی تعلیم مگر چونکہ گھنڈی کھل چکی تھی لہذا درویشی غالب تھی ایسے ایسے اشعار کہے جیسے موتیوں کو انہوں نے مالا میں پرو دیا ہو۔

استاد جگر ان کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متاثر ہوئے ایک دفعہ جگر صاحب کہنے لگے۔ جناب! آپ سے مسٹر کی "ر" کیسے "مس" (Miss) ہوئی' انہوں نے کہا تھانہ بھون جا کر کبھی میں بھی جاؤں گا' حضرت نے فرمایا بہت اچھا' اب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے محنت کرنا شروع کر دی' صادقین کی صحبت کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں'...... ایک دفعہ انہوں نے پوچھا' سنائیے حضرت! کیا حال ہے؟ حضرت خواجہ صاحب نے عجیب اشعار سنا دیئے' فرمایا:

پنشن ہوگئی ہے کیا بات ہے اپنی
اب دن بھی اپنا اور رات بھی اپنی
اب اور ہی کچھ ہے میرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی بھری ہوئی ہے تو ان کے شیخ کے دل کا کیا عالم ہوگا' چنانچہ کہنے لگے تھانہ بھون تو جاؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے فرمایا وہ کونسی؟ کہنے لگے کہ وہاں جا کر بھی پیوں گا' یہ میری عادت ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا' حضرت مجذوب نے فرمایا' میں حضرت سے پوچھوں گا' پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت ایک بندہ بڑے کام ہے آنا بھی چاہتا ہے مگر شرط لگاتا ہے کہ یہاں آ کر بھی پیوں گا حضرت نے فرمایا کہ بھئی! خانقاہ عوامی جگہ ہے یہاں پر تو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی' کیونکہ شراب نوشی معصیت (گناہ) ہے البتہ میں اسے

اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرالوں گا کیونکہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے کافر کو بھی مہمان بنا سکتے ہیں' چنانچہ جگر صاحب وہاں تیار ہو کر پہنچ گئے وہاں جا کر پینا تو کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کو دیکھتے ہی بات دل میں اتر گئی کہنے لگے' حضرت تین دعائیں کروانے آیا ہوں۔ حضرت نے پوچھا وہ کونسی؟ کہنے لگے پہلی دعا یہ کیجئے کہ میں پینا چھوڑ دوں' حضرت نے دعا فرمادی' دوسری دعا یہ کیجئے کہ میں داڑھی رکھ لوں' حضرت نے یہ بھی دعا فرمادی' تیسری دعا کیجئے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ حضرت نے یہ دعا بھی فرمادی۔ سبحان اللہ۔

محبت اور شیخ کی توجہ رنگ لاتی رہی' چنانچہ اسی محبت وعقیدت کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا جب واپس ہوئے تو زندگی بدلنا شروع ہو گئی۔

مے خانہ سے خانہ خدا تک

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ نہ پیوں گا تو کیا ہوگا؟ اگر میں اللہ کو ناراض کر بیٹھا اور نفس کو خوش کر لیا تو کیا فائدہ ہوگا' چنانچہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے پینے سے توبہ کر لی' چونکہ بہت عرصے سے پی رہے تھے اس لیے بیمار ہو گئے' ہسپتال گئے' ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک دم چھوڑنا تو ٹھیک نہیں' تھوڑی سی پی لیں ورنہ موت آجائے گی' پوچھنے لگے تھوڑی سی پی لوں تو زندگی کتنی لمبی ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا دس پندرہ سال کہنے لگے' دس پندرہ سال کے بعد بھی تو مرنا ہے' بہتر ہے کہ ابھی مر جاؤں تاکہ مجھے توبہ کا ثواب مل جائے' چنانچہ پینے سے انکار کر دیا' اسی دوران ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے گئے' ماشاء اللہ وہ اس وقت وزیر تھے ان کا تو بڑا پروٹوکول تھا' یہ جب ان سے ملنے گئے تو چوکیدار نے سمجھا کہ کوئی مانگنے والا فریاد لے کر آیا ہوگا' چنانچہ اس نے کہا جاؤ میاں! وہ مصروف ہیں انہوں نے کہا اچھا اپنے پاس سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا اور اس پر ایک مصرعہ لکھ کر عبدالرب نشتر کو بھیجا کیونکہ وہ بھی صاحب ذوق تھے عجیب مصرعہ لکھا۔

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ......

کہنا یہ دیکھئے کیا ہی استاذانہ بات کہی! جب کاغذ کا پرزہ وہاں گیا تو عبدالرب نشتر اس پرزہ کو لے کر باہر نکل آئے کہا جناب! آپ تشریف لائے ہیں اور اندر لے گئے بٹھایا اور حال

پوچھا' چنانچہ بتایا کہ زندگی کا رخ بدل لیا ہے تھوڑے عرصے کے بعد چہرے پر سنت سجالی' لوگ ان کو دیکھنے کیلئے آتے تو انہوں نے اس حالت پر بھی شعر لکھ دیا' اب چونکہ طبیعت سے تکلفات ختم ہو گئے تھے' سادگی تھی اس لیے سیدھی سیدھی بات لکھ دی فرمایا:

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوا ہے

شیخ کامل کی صحبت سے جگر پر پھر ایسی واردات ہوتی تھیں کہ عارفانہ اشعار کہنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کو باطنی بصیرت عطا فرما دی' ایک ایسا شعر کہا جو لاکھ روپے سے بھی زیادہ قیمتی ہے اس ساری تفصیل کے سنانے کا اصل مقصد بھی یہی شعر سنانا ہے جو اس عاجز کو بھی پسند ہے یہ شعر یاد کرنے کے قابل ہے۔

میرا کمال عشق میں اتنا ہے بس جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ امرتسری[1] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے' انہوں نے جب دار العلوم سے پڑھا تو وہیں پڑھانے بھی لگ گئے' حتی کہ حدیث کے اسباق مل گئے' اب جو استاد دار العلوم دیوبند میں حدیث کے استاد ہوں ان کا علمی مقام کیا ہوگا' ان کے دل میں بڑی چاہت تھی کہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو جاؤں اس سلسلہ میں کئی مرتبہ خطوط بھی لکھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ جواب میں فرماتے کہ مفتی صاحب! بیعت میں اصل مقصد تو محبت وعقیدت ہے' وہ آپ کو پہلے ہی حاصل ہے تو بیعت کرنا کوئی ضروری نہیں ہے' چنانچہ ٹال دیتے' پھر خط لکھتے پھر ٹال دیتے' ادھر سے اصرار ادھر سے انکار' مفتی صاحب کے دل میں پھر ولولہ اٹھتا کہ میں بیعت کی نسبت حاصل کروں' اگر کبھی اظہار کرتے تو حضرت یہی جواب ارشاد فرماتے' مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں تھانہ بھون حاضر ہوا کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے بغیر واپس نہیں آنا

---

[1] ۱۸۷۸ء کے قریب آپ کی ولادت ہوئی علامہ انور شاہ کشمیری کے مخصوص شاگردوں میں تھے حضرت تھانوی کے اجل خلفاء میں سے ہیں ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ یکم جون ۱۹۶۱ء میں کراچی میں وفات پائی۔ (سلسلہ اشرفیہ کے بڑے خلفاء ص ۶۶)

میں تو ان کا غلام بننا چاہتا تھا' میں چاہتا تھا کہ روز قیامت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور غلاموں کی فہرست میں میرا نام شامل کر لیا جائے' یہ سوچ کر میں وہاں پہنچا اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے بیعت فرمالیں' حضرت نے وہی پرانا جواب دیا کہ مفتی صاحب! بیعت کوئی ضروری تو نہیں ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیکھا کہ مفتی صاحب ڈٹ گئے ہیں تو حضرت فرمانے لگے' مفتی صاحب! تین شرطیں ہیں بیعت ہونے کیلئے آپ کو وہ تین شرائط پوری کرنا پڑیں گی۔

آج کے دور میں اگر کسی سے کہا جائے کہ بیعت ہونے کیلئے یہ شرائط ہیں تو وہ مرید کہے گا کہ جی یہ تو بڑے متکبر پیر ہیں بیعت ہی نہیں کرتے' دیکھو جی ہم گھر سے بیعت ہونے کیلئے چل کر آئے ہیں اور پیر صاحب نے آگے بیعت ہی نہ کیا' یہ کبھی نہیں سوچیں گے کہ ہماری تنبیہ ہوگی' ہمارا علاج ہوگا' ہمارے نفس کو دوا پلائی جائے گی' نہیں بلکہ آج اول تو پیروں کے پاس آتے ہی نہیں اور جب کبھی آتے ہیں تو پہلے آ کر حالات بتاتے ہیں اور پھر ان کے جوابات کا مشورہ بھی دیتے ہیں کہ گویا یوں کہہ رہے ہوں کہ حضرت میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ مجھے یہ مشورہ نہ دیں' آج کل کے مریدین کا یہ حال ہے۔ حضرت نے فرمایا: کہ مفتی صاحب! آپ کو تین شرائط پوری کرنا پڑیں گی' انہوں نے عرض کیا' حضرت! میں پوری کرنے کیلئے تیار ہوں فرمایا: پہلی شرط تو یہ ہے آپ پنجابی زبان بولتے ہیں عام طور پر اس زبان کے بولنے سے حروف کے مخارج بگڑ جاتے ہیں جب تک سیکھے نہ جائیں لہٰذا آپ کسی اچھے قاری سے تجوید و قرأت کا فن سیکھیں حتیٰ کہ مسنون قرأت کے ساتھ آپ پانچوں نمازیں پڑھا سکیں میں نے عرض کیا حضرت! میں حاضر ہوں۔

دوسری شرط کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ نے فلاں فلاں کتابیں ایک غیر مقلد عالم سے پڑھی ہیں اور غیر مقلدیت کے جراثیم آسانی کے ساتھ ذہن سے نہیں نکلتے اب آپ یہ کتابیں دارالعلوم میں طلباء کے ساتھ بیٹھ کر اساتذہ سے پڑھیں' شرط دیکھو کہ کیا لگائی' یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ آپ تنہائی میں کسی سے پڑھ لیں مگر نہیں بلکہ فرمایا جس دارالعلوم میں آپ استاد حدیث ہیں اسی دارالعلوم کے طلباء کے ہمراہ جماعت میں بیٹھ کر استاد سے اسی طرح پڑھیں جس طرح طلباء پڑھتے ہیں تاکہ صحیح العقیدہ اساتذہ سے پڑھنے کی وجہ

سے غیر مقلدیت کے اثرات زائل ہو جائیں میں نے عرض کیا' حضرت! مجھے یہ بھی منظور ہے پھر فرمایا: تیسری شرط یہ ہے کہ مجھے اجازت دیں کہ میں پردے میں آپ کی اہلیہ کو قسم دے کر آپ کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں پوچھ سکوں' میں نے عرض کیا' حضرت مجھے یہ بھی منظور ہے۔

جب یہ بات نقل کی تو حضرت فرمانے لگے کہ حضرت نے تو تین شرطیں لگائی تھیں اگر چوتھی شرط یہ بھی لگا دیتے کہ روزانہ دو پہر تک تم نے بیت الخلاء کی بدبودار اور گندی جگہ پر بیٹھنا ہے تو میں اس شرط کو بھی قبول کر لیتا' مگر کیوں کہ میں اپنے اندر کی بدبو سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا' جب تمام شرائط پوری کر کے دکھا دیں تو اللہ رب العزت نے ان کیلئے نسبت کے راستے کو ہموار فرما دیا' اللہ اکبر

صحبت شیخ میں نماز کی کیفیت ہی کچھ اور......

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ[1] نے ایک مرتبہ سو رکعتیں صرف اس لیے پڑھیں تاکہ ماسوی اللہ کے خیال کے اللہ کی نماز ادا کر سکیں' مگر انہیں ہر دفعہ کوئی نہ کوئی خیال آ جاتا سو رکعتیں ادا کرنے کے بعد بڑے متفکر ہوئے کہ میں نے سو نفل بھی پڑھے اور میں ایک دوگانہ بھی ایسا نہ پڑھ سکا جس میں باہر کا کوئی خیال نہ آیا ہو۔ چنانچہ سید احمد شہید کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضرت! میں نے سو رکعتیں اس نیت سے پڑھیں کہ مجھے کم از کم ایک دوگانہ ایسا نصیب ہو جائے جس میں کسی غیر کے بارے میں کوئی خیال نہ آئے مگر مجھے ہر دفعہ کوئی نہ کوئی خیال آتا رہا' اب میں پریشان ہوں کہ میری نماز کیسے بنے گی۔ شاہ صاحب نے فرمایا: اچھا تم تہجد میں ہمارے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ لینا' چنانچہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مصلی کے قریب آ کر تہجد کی نیت باندھ لی ان کی صحبت کا یہ اثر تھا کہ ابھی پہلی رکعت کا سجدہ ادا نہیں کیا تھا کہ ان کی طبیعت میں رقت پیدا ہو گئی پھر وہ اتنا روئے کہ ان کیلئے نماز کا سلام پھیرنا مشکل ہو گیا' سو رکعتیں اپنے طور پر پڑھیں تو کچھ نہ بنا اور شیخ کے پاس آ کر دو رکعت کی نیت باندھی تو ایسا گریہ طاری ہوا کہ سلام پھیرنا مشکل ہو گیا تو یہ حضرات زندگی کے اعمال کو بنانا سکھاتے ہیں۔

---

[1] آپ کی ولادت ماہ صفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۲۲ کتوبر ۱۷۸۶ء اور شہادت ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء میں ہوئی آپ کا وطن رائے بریلی ہے شاہ عبدالقادر دہلی سے علوم حاصل کئے اور شاہ عبدالعزیز سے روحانی فیض حاصل کیا۔ (سیرت احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴۹/۲)

صحبت سے فیض اور گناہ سے نفرت

نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک نوجوان آیا اس نے بلاواسطہ آ کر عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیجئے' اس کے جواب کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ جاتے اور فرماتے کہ تم حرام کو حلال کروانے آ گئے' تمہیں شرم نہیں آتی لیکن نہیں بلکہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہاری والدہ سے یہ حرکت کرے' کہنے لگا' نہیں! پوچھا بیوی سے کرے؟ کہنے لگا نہیں' بہن سے کرے' کہنے لگا نہیں' بیٹی سے کرے' کہنے لگا نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم جس سے زنا کرو گے وہ یا تو کسی کی ماں ہوگی' یا کسی کی بیوی ہوگی' یا کسی کی بہن ہوگی' یا کسی کی بیٹی ہوگی' اگر تم اس کو پسند نہیں کرتے تو دوسرے لوگ بھی تو اسے پسند نہیں کرتے۔ جب اتنا سمجھایا تو اس کے ذہن میں بات آ گئی لیکن فقط سمجھانے سے بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ دل کے اندر جذبات کا طوفان ہوتا ہے' عقل سمجھ بھی لے تو کیا فائدہ جب تک جذبات قابو میں نہ آئیں' اس کیلئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر نسخہ آزمایا' نسخہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا' اے اللہ اس نوجوان کے دل کو پاک فرما دیجئے' وہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میرے سینے پر ہاتھ رکھنے سے اور اس دعا کی برکت سے میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد مجھے جتنی نفرت زنا سے تھی اتنی نفرت مجھے دنیا میں کسی گناہ سے نہیں تھی' یہ کیا تھا؟ یہ فیض تھا جو نبی علیہ السلام سے اس صحابی کے سینے میں منتقل ہوا۔ اللہ والے جو سینے سے لگاتے ہیں یہ بھی ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۲۱/۱۰)

ہر مکان میں دو عیب تو پھر ہم میں......

ایک بادشاہ نے بڑی چاہت سے اپنا محل بنوایا' تعمیری کام کیلئے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے' جو چیز اس کو محسوس ہوئی کہ اچھی نہیں بنی اسے دوبارہ اچھا بنوایا حتیٰ کہ بادشاہ کی نظر میں وہ محل اتنا خوبصورت تھا کہ اس میں کوئی بھی خامی نہ بچی تھی' بادشاہ نے اپنی رعایا میں اعلان کروا دیا کہ جو کوئی اس محل میں نقص نکالے گا میں اس کو انعام دوں گا' لوگ آتے محل کو دیکھتے انہیں اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا' چنانچہ کئی دن اسی طرح گزر گئے' لوگ آ کر دیکھتے رہے اور واپس جاتے رہے کسی کی ہمت نہ تھی کہ بادشاہ کے بنے ہوئے محل میں کوئی

نقص نکالتا' ایک اللہ والے کا ادھر سے گزر ہوا' انہوں نے بادشاہ کی یہ بات سنی وہ بھی محل دیکھنے کیلئے آئے محل دیکھنے کے بعد بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے اور کہنے لگے بادشاہ سلامت مجھے آپ کے محل میں دو عیب نظر آ گئے' چنانچہ اس نے پوچھا' بتاؤ کون کون سے عیب ہیں؟ تو وہ اللہ والے کہنے لگے بادشاہ سلامت اس میں دو عیب ہیں ایک یہ کہ یہ محل ہمیشہ نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور دوسرا عیب یہ ہے کہ تو بھی اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا' ایک نہ ایک دن تجھے بھی محل چھوڑنا پڑے گا' جس طرح لوگوں کو یہ عیب نظر نہ آیا' بلکہ اللہ والے کو نظر آیا اسی طرح اندر کا عیب بھی خود نظر نہیں آتا' شیخ اور ولی کو نگاہ معرفت سے عیب معلوم ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۴۲/۱)

شیخ کی صحبت میں تیل بتی ٹھیک کر کے جایئے

شیخ شہاب الدین سہروردی[1] رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک دن اپنے پاس رکھا تو جہات دیں اور دوسرے دن اس کو اجازت و خلافت دے دی' جو لوگ سالہا سال سے رہ رہے تھے وہ کہنے لگے' حضرت! ہم تو آپ کی خدمت میں کئی کئی سالوں سے موجود ہیں لیکن آپ کی مہربانی اس پر ہو گئی' حضرت نے فرمایا: ہاں وہ اپنے تیل اور بتی کو ٹھیک کر کے آیا تھا' میں نے تو فقط اس کے چراغ کو روشن کیا ہے' آج کل کے سالک تو ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ تیل بھی پیر ڈالے اور بتی بھی پیر لائے ہمارا یہ احسان کافی ہے کہ ہم نے بیعت کر لی ہے۔

عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو میں تاثیر

حضرت شاہ عبدالقادر[2] گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے تحصیل علم سے فارغ ہو کر گھر آئے تو ایک محفل میں حضرت نے فرمایا کہ بیٹا یہ سالکین کی جماعت تمہارے ساتھ بیٹھی ہے انہیں کچھ نصیحت کرو۔

---

[1] آپ کا نام عمر بن عبداللہ ہے۔ ایران میں ایک شہر سہرورد ہے۔ آپ کے مشہور شاگرد شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ نے بطور خاص شیخ عبدالقادر جیلانی سے علم حاصل کیا' آپ نے شیخ حمید الدین ناگوری' بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت فرید الدین گنج شکر سے اکتساب فیض کیا' ولادت ۵۳۹ھ وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ [2] آپ شیخ محمد بن شیخ عارف کے مرید تھے' آپ کا زمانہ سکندر لودھی بابر اور ہمایوں کا زمانہ ہے' تاریخ ولادت ۸۶۱ اور وفات ۲۳ جمادی الثانی ۹۴۳ یا ۹۴۵ھ ہے آپ کا مدفن گنگوہ ہے۔ (سو مشہور اولیاء ص ۱۰۲)

صاحبزادے نے علوم و معارف سے بھرپور وعظ کیا مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بالآخر حضرت نے فرمایا فقیرو! کل ہم نے دودھ رکھا تھا کہ سحری کریں گے مگر بلی آئی اور اسے پی گئی بس یہ بات سنتے ہی سب لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ محفل کے اختتام پر گھر پہنچے تو حضرت نے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا تم نے اتنا اچھا بیان کیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی میں نے عام بات کہی تو لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا۔ صاحب زادے نے کہا اباجان یہ تو آپ ہی سمجھا سکتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ جب دل سوز عشق سے بھرا ہو تو زبان سے نکلی ہوئی ہر بات میں تاثیر ہوتی ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۷۶/۳)

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں تاثیر

اللہ والوں کی نگاہ جس پر پڑ جاتی ہے اس چیز پر بھی اثر ہو جایا کرتا ہے‘ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مسجد فتح پور دہلی میں چالیس دن کا اعتکاف کیا‘ جب باہر دروازہ پر آئے تو ایک کتے پر نظر پڑ گئی‘ ذرا غور سے اس کو دیکھا اس کتے میں ایسی جاذبیت آئی کہ دوسرے کتے اس کے پیچھے پیچھے وہ جہاں جا کر بیٹھا دوسرے کتے اس کے ساتھ جا کر بیٹھے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو ہنس کر فرمایا کہ وہ ظالم کتا بھی کتوں کا پیر بن گیا‘ دیکھا ایک ولی کامل کی نظر ایک جانور پر پڑی تو اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو گئی اگر انسان پر پڑے گی تو اس انسان کے اندر وہ کیفیت پیدا کیوں نہیں ہوگی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۷۵/۳)

صحبت کے انمول موتی

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے باقر رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا‘ بیٹا! چار آدمیوں کے پاس نہ رہنا‘ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے بھی نہ چلنا‘ کہنے لگے کہ میں بڑا حیران ہوا کہ وہ اتنے خطرناک ہیں! پوچھا کہ وہ کون سے آدمی ہیں؟ فرمایا: ایک بخیل آدمی اس سے کبھی دوستی نہ کرنا اس لیے کہ وہ تجھے ایسے وقت میں دھوکہ دے گا جب تجھے اس کی بہت ضرورت ہوگی‘ دوسرا جھوٹا آدمی‘ کہ وہ دور کو قریب ظاہر کرے گا اور قریب کو دور اور تیسرا فاسق آدمی کیونکہ وہ تجھے ایک لقمہ کے بدلے یا ایک لقمہ سے بھی کم

میں بیچ دے گا' کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ایک لقمہ میں بیچنا تو سمجھ میں آتا ہے ایک لقمہ سے بھی کم میں بیچنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ وہ تمہیں ایک لقمہ کی امید پر بیچ دے گا' اور چوتھا قطع رحمی کرنے والا آدمی کیونکہ میں نے قرآن پاک میں کئی جگہ اس پر لعنت دیکھی ہے یہ باپ کی صحبت کے انمول موتی تھے جو بیٹے کو مل رہے تھے ایک وہ وقت تھا کہ باپ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔

صحبت بد کا اثر جانکنی کے وقت بھی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا جو کسی میرے تعلق والے کا قریبی عزیز تھا' وہ بیمار ہوگیا قریب تھا کہ اسے موت آجائے وہ تعلق والا بندہ میرے پاس آیا اور اس نے بڑی منت وسماجت کی کہ حضرت! آخری وقت ہے تشریف لائیں اور کچھ توجہات فرمائیں' اس کی آخرت اچھی بن جائے گی' فرماتے ہیں کہ میں وہاں گیا' میں نے بہت دیر تک توجہ دی مگر میں نے دیکھا کہ اس کے دل کی ظلمت پر کوئی فرق نہ پڑا' میں بڑا حیران ہوا کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا' پہلے تو جب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے متوجہ ہوا' رب کی رحمت نے یاوری فرمائی اور سالکین کے دلوں کی ظلمت کو دور کردیا' یہ عجیب معاملہ تھا کہ اتنی توجہ بھی کی مگر اس کے دل پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا' بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دل میں القاء فرمایا گیا کہ آپ کی توجہ سے یہ ظلمت دور نہیں ہوگی اس لیے کہ اس آدمی کے کفار کے ساتھ محبت کے تعلقات ہیں کافروں سے محبت رکھنے کی وجہ سے دل پر ایسی ظلمت آئی جو وقت کے مجدد کی توجہات سے بھی دور نہ ہوسکی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۷۱/۴)

خواہش نفس کی کوئی حد نہیں

ایک بادشاہ کے یہاں بیٹا نہیں تھا انہوں نے اپنے وزیر سے کہا' بھی کبھی اپنے بیٹے کو لے آنا' اگلے دن وزیر اپنے بیٹے کو لے کر آیا بادشاہ نے اسے دیکھا اور پیار کرنے لگا' بادشاہ نے کہا اچھا بچے کو آج کے بعد رونے مت دینا' اس نے کہا' بادشاہ سلامت! اس کی ہر بات کیسے پوری کی جائے' بادشاہ نے کہا اس میں کونسی بات ہے؟ میں سب کو کہہ دیتا ہوں کہ بچے کو جس جس چیز کی ضرورت ہو اسے پورا کردیا جائے اور اسے رونے نہ دیا جائے' وزیر نے کہا ٹھیک ہے۔ جی! آپ اس بچے سے پوچھیں کہ کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو حکم دیا

کہ ایک ہاتھی لا کر بچے کو دکھاؤ' وہ ہاتھی لے کر آیا' بچہ تھوڑی دیر تو کھیلتا رہا لیکن بعد میں پھر رونا شروع کر دیا' بادشاہ نے پوچھا اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا ایک سوئی چاہئے' بادشاہ نے کہا: یہ تو کوئی ایسی بات نہیں چنانچہ ایک سوئی منگوائی گئی' اس نے سوئی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا' تھوڑی دیر کے بعد اس بچے نے پھر رونا شروع کر دیا' بادشاہ نے کہا ارے اب تو کیوں رو رہا ہے؟ وہ کہنے لگا' جی اس ہاتھی کو سوئی کے سوراخ میں سے گزاریں۔ جس طرح بچے کی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی اسی طرح نفس کی بھی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی' لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہئے' اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی اصلاح ہو جائے اور اصلاح کا بہترین و مجرب طریقہ صحبت شیخ ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ص ۲۰۶/۹)

نفس کشی کے بغیر اصلاح ممکن نہیں

ایک شیخ نے اپنے کسی نوکر سے کہا کہ فلاں آدمی کے پاس سے گزرو اور کوئی گندگی لے کر اس کے قریب سے گزرنا اور دیکھنا کہ اس کی حالت کیا ہوتی ہے' جب وہ آدمی قریب سے گزرا تو وہ صوفی صاحب ناک منہ چڑھا کر کہنے لگے تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں بھی بیٹھا ہوا ہوں' شیخ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ ابھی کام باقی ہے کچھ عرصہ کے بعد پھر وہ گندگی لے کر قریب سے گزرا اب یہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے اس نے آ کر کیفیت بتائی' حضرت نے فرمایا: پہلے سے کچھ بہتری ہو گئی ہے مگر اب یوں کرنا کہ جب اس کے قریب سے گزرو تو کچھ گندگی اس کے اوپر گرا دینا اور پھر دیکھنا کہ یہ کیا کہتا ہے انہوں نے قریب سے گزرتے ہوئے گندگی اوپر گرا دی صوفی صاحب نے ان کو غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا تجھے نظر نہیں آتا کہ کوئی بیٹھا ہوا بھی ہے یا نہیں اس نے جا کر بتا دیا' حضرت نے فرمایا: ہاں' ابھی نفس کا اژدھا مرا نہیں' چنانچہ کچھ عرصہ اور محنت کروائی پھر فرمایا آئندہ ساری گندگی اس کے اوپر ڈال کر دیکھنا چنانچہ اس نے قریب سے گزرتے ہوئے اس طرح گندگی گرائی کہ صوفی صاحب پر گری وہ صوفی صاحب کھڑے ہو کر اس کے کپڑوں سے گندگی صاف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ کو کہیں چوٹ تو نہیں لگی' اس نے جا کر یہی بات بتا دی' شیخ نے کہا' الحمدللہ اب نفس کا اژدھا مر گیا ہے' "میں" مٹ چکی ہے اب اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا فرما دی ہے۔ لہذا ان کو اجازت و خلافت عطا فرما دی ایسی محنت جس کو کروانے کے بعد شیخ کسی سے امتحان لے اور امتحان میں وہ

نور سے اترے اس کو سنت اصلاح کہتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۹۱/۴)

ایک سالک کی اصلاح کا نرالا انداز

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک سالک صاحب! اپنے شیخ کے پاس ذکر سیکھنے کیلئے آئے اللہ کی شان کہ وہ عورت جو صفائی کرنے کیلئے آیا کرتی تھی وہ اچھی شکل کی تھی اور وہ سالک صاحب اسے دیکھا کرتے تھے اس عورت نے شیخ کو بتادیا کہ جی یہ جو آپ کا نووارد مہمان ہے اس کی نگاہیں بدلی بدلی ہیں جب اس نے شیخ کو یہ بات کی تو اسے قدرتا اسہال کی شکایت ہوگئی اور اسے اس دن کئی مرتبہ بیت الخلاء میں جانا پڑا۔

اگلے دن اس کی بڑی بری حالت تھی' لیکن چونکہ اس کو کام پر جانا تھا' اس لیے وہ پھر آ گئی جب اس کی نظر اس پر پڑی تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں' اور پہلے والی چمک نہیں تھی' لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا' اور اس سے کہا کہ جلدی سے یہاں سے چلی جا اس نے جا کر شیخ سے یہ بھی بتا دیا' انہوں نے کہا بہت اچھا اب تو چلی جا' چنانچہ وہ چلی گئی اب انہوں نے اس کو بلوایا' جب وہ آیا تو شیخ اس سے فرمانے لگے کہ میں نے تجھے اس لیے بلوایا ہے کہ آپ اپنے محبوب کو جا کر دیکھ لیجئے' اس نے کہا' حضرت کہاں ہے؟ فرمایا بیت الخلاء میں' جب وہ وہاں گیا تو دیکھا وہاں نجاست ہی نجاست ہے' وہ کہنے لگا حضرت! بدبو آرہی ہے فرمانے لگے کل وہی خاتون تھی تو اسے تم للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور آج بھی وہی خاتون ہے اور وہ لالچ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا تجھے لالچ تھا وہ اس سے جدا ہوگئی ہے اور وہ یہی نجاست ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ تجھے اسی چیز کے ساتھ عشق تھا' اس لیے ہم نے جانا کہ آپ کو اپنے محبوب کے ساتھ ملوا دیا جائے۔

(خطبات ذوالفقار ص ۳ / ۱۷)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ کہہ دیا حضرت! حاجی صاحب کو اللہ نے اس لیے بڑی شان عطا فرمائی کہ آپ جیسے بڑے بڑے علماء ان سے بیعت تھے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا' تمہاری عقل الٹی ہے اور تم نے الٹی بات کہہ دی ہے' ارے! حاجی صاحب کی شان ہماری وجہ سے نہیں بڑھی بلکہ حاجی صاحب

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی شان بڑھادی ہے' ورنہ قاسم کوکون پوچھتا اور رشید احمد گنگوہی کوکون پوچھتا یہ حاجی صاحب کی نسبت تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو شان عطا فرمادی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾
ذکر الہٰی
ضرب لگا کے کلمۂ طیبہ کی باربار
دل پہ لگا جو زنگ ہے اس کو ہٹایئے
مشغول اس ذات میں ہوں اس طرح
اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جایئے
ازافادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کثرت ذکر کے خوگر بنئے

ذکر اللہ کی اتنی اہمیت ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جسٹس بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحتیں فرمائیں علماء جانتے ہیں کہ "وصایا امام اعظم" کے نام سے کتاب بھی ملتی ہے دیکھیں ایک آدمی کو چیف جسٹس کا عہدہ مل رہا ہے اور اس کا استاد اس کو نصیحتیں کر رہا ہے ہدایت دیتے ہوئے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ فرماتے کہ اصول فقہ کو سامنے رکھنا' قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس پر نظر رہے..... لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: اے یعقوب تم لوگوں میں بیٹھ کر کثرت کے ساتھ ذکر کرنا تاکہ لوگ تم سے سیکھ کر ذکر کریں۔

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
یوں ہی دل برباد کو آباد کریں گے
اجڑے ہوئے دل کو میرے آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے

اہل اللہ کے دلوں کی قدر و قیمت کیوں؟

ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ دہلوی[1] نے دہلی کی جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا' اومغل بادشاہو! تمہارے خزانے ہیرے اور موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ولی اللہ کے سینے میں ایسا دل ہے کہ تمہارے سارے خزانے مل کر بھی اس کے دل کی قیمت نہیں بن سکتے' اس لیے کہ اس کے دل میں اللہ سمایا ہوا ہے اس کے دل میں اللہ آیا ہوا ہے بلکہ اس کے دل میں اللہ چھایا ہوا ہے۔

دو آدمیوں کی قلبی کیفیت

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حج پر گیا میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگ رہا تھا' جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل اللہ سے غافل تھا' وہ اس لیے کہ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی حج پر آئے ہوئے تھے' دعا مانگتے وقت

---

[1] آپ کی ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بروز بدھ بوقت طلوع آفتاب ہوئی تاریخی نام عظیم الدین ہے ۱۴ سال کی عمر میں نکاح ہوا' آپ نے بزبان فارسی فتح الرحمٰن کے نام سے قرآن کا ترجمہ کیا۔ آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی مہدیان میں آپ کا مزار ہے۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۲۱۱)

اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میرے دوست مجھے دیکھتے کہ میں کیسے رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہوں وہ آدمی یہ عمل اللہ کیلئے نہیں کر رہا تھا بلکہ دکھاوے کے طور پر کر رہا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد منیٰ میں آیا اور میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اپنا مال فروخت کر رہا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں اس کے دل کو ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں پایا' یہی مقصود زندگی ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں ہوں یا جہاں کہیں بھی ہوں ہمارا دل ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہو۔ یعنی دست بہ کار دل میں یار اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وقامة الصلوة وايتاء الزكوة يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والابصار﴾

ترجمہ: وہ مرد کہ نہیں غافل ہوئے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ (خطبات ذوالفقار ۵۲/۹)

مردہ دل کی پہچان

ایک شخص حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت! پتہ نہیں ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ ہمارے دل تو شاید سو گئے ہیں' حضرت نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا آپ وعظ فرماتے ہیں قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں مگر ہمارے دلوں پر اثر نہیں ہوتا' یوں لگتا ہے کہ ہمارے دل سو گئے حضرت نے فرمایا: بھائی اگر یہ حال ہے تو پھر نہ کہو کہ دل سو گئے بلکہ یوں کہو کہ دل مر گئے اس نے کہا' حضرت دل مر کیسے گئے؟ فرمایا: بھئی! جو سویا ہوا ہو اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں وہ تو مویا ہوتا ہے قرآن وحدیث جسے سنائی جائے اور وہ اگر پھر بھی نہ جاگے تو وہ سویا ہوا نہیں بلکہ مرا ہوا ہوتا ہے۔

(خطبات ذوالفقار ص ۵۲/۹)

دست بکار دل بیار

اگر کوئی صاحب یہ پوچھیں کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ کی یاد سے ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہیں ہوتے اس کی وضاحت کریں تو اس کے جواب کیلئے ایک مثال عرض کر دیتا ہوں۔

فرض کریں کہ آپ کے بھائی کو گارڈ کی خالی آسامی کیلئے انٹرویو کیلئے بلایا جائے تو جیسے ہی پتہ چلے گا سب گھر والے بیٹھ کر مشورہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آپ سے یہ پوچھیں تو یہ جواب دینا' جب یہ پوچھیں تو یہ کہنا' جب انٹرویو دینے کیلئے جا رہا ہوگا تو آپ اسے سمجھائیں گے کہ ذرا خیال رکھنا' وقت پہ پہنچنا' اب وہ تو انٹرویو دینے کیلئے چلا جائے گا' لیکن آپ اپنے دفتر بھی جا رہے ہونگے' اور اپنے بھائی کیلئے دعائیں بھی کر رہے ہونگے' کہ میرا بھائی ٹھیک جواب دے' یوں آپ کا دل گارڈ کے دفتر میں اٹکا ہوا ہوگا' آپ دفتر میں پہنچ جائیں گے مگر دل میں یہی خیال چھایا رہے گا بالآخر آپ تو سوچیں گے کہ اب تو ٹائم ہو گیا ہے میرا بھائی گھر پہنچ گیا ہوگا' پھر آپ فون کریں گے آپ اپنی امی سے سب سے پہلے یہی پوچھیں گے کہ بھائی کا کیا بنا ہے؟ اگر آپ آٹھ گھنٹے اپنے بھائی کی سوچ میں گزار سکتے ہیں تو اللہ والوں کے دل بھی ہر وقت اللہ کی یاد میں رہ سکتے ہیں وہ دنیا کے کام کاج بھی کرتے ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے جاگتے بھی ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں مگر ان کا دل اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کیلئے غافل نہیں رہتا۔

ذکر میں نقل بھی کچھ کم نہیں......

ابو محذورہؓ ایک صحابی ہیں لڑکپن کی عمر ہے اسلام قبول نہیں کیا' کچھ اور بچوں کے ساتھ بیٹھے ہنسی مذاق کر رہے ہیں اور حضرت بلالؓ جس طرح اذان دیتے تھے اس کی نقل اتار رہے ہیں' ادھر رسول اللہ ﷺ گزرے' آپ ﷺ نے بھی دیکھ لیا' سن لیا' فرمایا: ابو محذورہ! بات سنو' قریب آئے' گھبرا گئے پسینہ پسینہ ہو گئے' حضور ﷺ نے فرمایا ڈرو نہیں جیسے اذان دے رہا تھا' ویسے ہی اذان دے چنانچہ اس نے ویسے ہی اذان دینا شروع کر دی نقل اتارنا شروع کر دی' پڑھتے پڑھتے پڑھا' "اشہد ان محمد رسول اللہ" اذان دی' اذان کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا! اب جاؤ کہنے لگے اب ابو محذورہ کہاں جائے گا؟ جہاں آپ جائیں گے وہاں ابو محذورہ جائے گا نقل اتار رہے تھے میرے آقا ﷺ نے اذان سن لی تو اللہ تعالیٰ نے نقل کو اصل بنا دیا انہی محذورہ کو اللہ کے محبوب ﷺ نے حرم شریف کی کنجی دے کر موذن بنا دیا' ۲۰ سال تک حرم شریف میں

---

[1] آپ کے نام میں چند اقوال ہیں کسی نے سلمان تو کسی نے سمرہ تو کسی نے اوس لکھا ہے ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے آپ مکہ کے موذن تھے۔ اس لیے ہمیشہ یہیں رہے حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (سیر الصحابہ ص ۳۰۲/۴)

اذان دیتے رہے اللہ تعالیٰ ہماری نقل کو اصل بنا دے اور ہماری صورت کو حقیقت میں تبدیل کر دے۔ آمین

ہر قطرہ سے اللہ..... اللہ

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو چکے تھے' کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو مجنون سمجھ کر کسی نے پتھر مارا' جس کی وجہ سے خون نکل آیا' ایک آدمی دیکھ رہا تھا اس نے جب خون نکلتا دیکھا تو کہا کہ چلو میں پٹی باندھ دیتا ہوں' لہٰذا اس نے بچوں کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے قریب ہوا وہ دیکھ کر حیران ہوا کہ جو قطرہ بھی خون کا نکلتا ہے وہ زمین پر گرتے ہی اللہ کا لفظ بن جاتا ہے وہ حیران ہوا کہ اس بندے کے رگ و ریشے میں اللہ تعالیٰ کی کتنی محبت سمائی ہوگی کہ خون کا جو قطرہ بھی گرتا ہے وہ اللہ کا لفظ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے زخم پر پٹی باندھ دی۔ کثرت ذکر کا اثر بھی رگ و ریشہ میں سما جاتا ہے اور انگ انگ ذاکر بن جاتا ہے۔

(خطبات ذوالفقار ۱۲۷/۷)

قلبی توجہ کے ساتھ ذکر خدا کی برکت

ہمارے علاقہ میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگ نامی ایک معروف و مشہور بزرگ گزرے ہیں ان کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے اس واقعہ کے سینکڑوں چشم دید گواہ موجود تھے ایک جگہ ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے تھے ایک امیر ہندو حضرت کی توجہ سے مسلمان ہو گیا۔ ہندوؤں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا کہ خواجہ صاحب ہندوؤں پر جادو کر کے مسلمان بنا دیتے ہیں۔ جج بھی ہندو تھا' حضرت کو جو پولیس گرفتار کر کے لائی وہ سب ہندو تھے حضرت جب جج کے سامنے پیش ہوئے پولیس اور تھانیدار نے حضرت کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا' جج نے حضرت سے پوچھا کہ تو نے اس ہندو کو کیوں مسلمان کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو مسلمان نہیں کیا یہ تو خود مسلمان ہوا ہے۔ جج نے اصرار کیا کہ نہیں تو نے مسلمان کیا ہے' آخر حضرت نے ہندو تھانیدار کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا کیا اس کو بھی میں نے مسلمان کیا ہے' ساتھ ہی لفظ ''اللہ'' کے ساتھ قلبی توجہ دی تو وہ فوراً کلمہ پڑھنے لگا' اب دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا' پھر اسی طرح آپ جس ہندو کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ مسلمان ہو جاتا یوں وہاں کھڑے کھڑے پانچ ہندوؤں نے کلمہ پڑھ لیا یہ

صورت حال دیکھ کر جج دوسرے کمرے میں چلا گیا کہ کہیں میری طرف بھی انگلی کا اشارہ نہ ہو جائے اور وہیں سے حکم سنایا کہ خواجہ صاحب کو باعزت بری کیا جاتا ہے یہ اب یہاں سے چلے جائیں سبحان اللہ اللہ کے نام میں بڑی برکت ہے مگر افسوس کہ ہمیں یہ نام لینا نہیں آتا سچی بات عرض کروں کہ یہ تو ایک (Blank) خالی چیک ہے جو اس پر لکھ سکتے ہو لکھ دو۔

(خطبات ذوالفقار ۱۱/۳۴)

کراٹے کلب میں اللہ.....اللہ

ملتان شہر میں کوئی کراٹے کا کھلاڑی تھا بلیک بیلٹ وہ بیعت ہوا وہ بھی کوئی عجیب ہی شئے تھی کہنے لگا حضرت میں نے بہت محنت کی ہے ہم نے کہا وہ کیسے' کہنے لگا جی میں آپ کو دکھاتا ہوں وہ لیٹ گئے اور اس کے پیٹ کے اوپر ایک دومن کے بندے نے دس مرتبہ چھلانگیں لگائیں اور وہ آرام سے نیچے پڑا رہا پیٹ کے اوپر دومن کا بندہ دوفٹ اچھل کر چھلانگ لگا رہا ہے اور وہ آرام سے پڑا ہوا ہے پھر کہنے لگا جی میں یہ بھی کر سکتا ہوں اور یہ بھی کر سکتا ہوں کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی پوچھا کہ بھئی کیا حال ہے کہنے لگا کہ حضرت میرا کلب پورے شہر کے اندر کراٹے میں سب سے بڑا ہے اور میں نے کالج کی لڑکیوں کو بھی کراٹے سکھانے کیلئے ایک برانچ کھولی ہوئی تھی بیعت ہونے کے بعد گیا تو اس برانچ کو تو میں نے بالکل بند کر دیا' یہ پہلی بات ہوئی دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے بچوں کو سمجھایا کہ بھئی ہم جو ایک دوسرے پر اٹیک کرتے ہیں اور زبان سے ایک بے معنی سا لفظ نکالتے ہیں تو اس کی بجائے ہم اللہ کا لفظ کیوں نہ نکالیں' انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے' چنانچہ میں نے کہا کہ تم نے اب فائٹ کرنی ہے' اٹیک کرنا ہے تو اللہ کے لفظ سے اٹیک کرنا ہے۔ کہنے لگا کہ جب ہم نے اللہ اللہ سے اٹیک کرنا شروع کیا تو باہر سے گزرنے والے لوگ سمجھنے لگے کہ اندر محفل ذکر ہو رہی ہے' لوگ دروازے پر جمع ہو کر کہنے لگے کہ ہم بھی محفل ذکر میں آنا چاہتے ہیں ان کو پتہ چلا کہ جناب یہاں تو کراٹے سکھائے جاتے ہیں۔ بیوی تو بہت پریشان تھی کہ لڑکیوں کی کلاس بند ہو گئی۔ اب آمدنی کم ہو جائے گی لیکن جب نیک لوگوں نے دیکھا کہ یہ نیک آدمی ہے ہمارے بچے بھی اس سے سیکھ سکتے ہیں تو انہوں نے اپنے بچے بھی بھیجنے شروع کر دیئے' یوں لڑکیوں کی کلاس کی تلافی ہو گئی' چنانچہ ہمارے لڑکوں کی تعداد پہلے سے تین گنا ہو گئی اللہ تعالیٰ نے رزق

میں بھی اضافہ کر دیا اب دیکھئے کہ دل میں محبت الٰہی آ گئی تو پھر ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کود میں بھی اللہ یاد آئے گا۔ یہ محبت چیز ہی ایسی ہے۔ (تمنائے دل ص ۱۱۷)

حضرت یوسف علیہ السلام کی خریدار ایک بڑھیا بھی......

حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کیلئے ایک بوڑھی عورت "دھاگے کی اٹی" لے کر چل پڑی تھی' کسی نے پوچھا کہ اماں تم کہاں جا رہی ہو؟ کہنے لگی یوسف علیہ السلام کو خریدنے جا رہی ہوں' اس نے کہا اماں! ان کو خریدنے کیلئے تو بڑے بڑے امیر آئے ہوئے ہیں وقت کے بڑے بڑے نواب آئے ہوئے ہیں امراء آئے ہوئے ہیں تو یوسف علیہ السلام کو کیسے خرید سکے گی' کہنے لگی کہ میرا دل بھی جانتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو میں خرید نہیں سکوں گی لیکن میرے دل میں ایک بات ہے وہ کہنے لگا کونسی بات ہے؟ کہنے لگی کل قیامت کے دن جب اللہ رب العزت کہیں گے کہ میرے یوسف علیہ السلام کو خریدنے والے کہاں ہیں تو میں بھی یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہو سکوں گی' اسی طرح میرے دوستو! جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمارے سلف صالحین اپنی زندگی کی اتنی اتنی عبادتیں پیش کریں گے تو ہم زندگی کا تھوڑا قیمتی وقت ہی پیش کر دیں کہ یا اللہ اور کچھ نہ کر سکے البتہ رات کی تنہائی میں چند گھڑی ذکر کر لیا کرتا تھا اور چند لمحے آپ کے ولی کی صحبت میں بیٹھ جاتا تھا۔

حضرت جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت کی حفاظت

ایک دفعہ خواجہ سری سقطی[1] نے حضرت جرجانی کو ستو پھانکتے ہوئے دیکھا انہوں نے پوچھا کیلئے ستو پھانک رہے ہیں روٹی ہی پکا لیتے انہوں نے کہا کہ میں نے روٹی چبانے اور ستو پھانکنے کا حساب لگایا ہے روٹی چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے اس لیے میں نے گذشتہ چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ہے اور فقط ستو پھانک کر گزارہ کرتا ہوں گویا سلف وصالحین اپنی ضروریات کے وقت کو بھی کم کر کے عبادات میں لگایا کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۴۷/۱۱)

---

[1] آپ کا نام سری سقطی ہے آپ حضرت جنید کے ماموں اور استاد ہیں حضرت معروف کرخی کی صحبت اختیار فرمائی ایک دفعہ اپنی دکان پر تھے کہ حضرت معروف ایک یتیم کو لے کر آئے انہوں نے کپڑا پہنا دیا انہوں نے دعا دی کہ دکان سے اللہ نفرت پیدا کر دے فرماتے ہیں کہ دکان سے جب اٹھا تو بالکل نفرت ہو گئی۔ آپ کی وفات بغداد میں ۲۵۳ھ میں ہوئی (طبقات صوفیا ص ۴۹۔ طبقات الاولیاء ص ۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی حسرت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ[1] اپنی جوانی میں زنِ جمیل پر فریفتہ تھے۔ ایک رات اس نے کہا کہ میرے گھر کے باہر انتظار کرنا میں ملاقات کیلئے آؤں گی۔ آپ سردی کی لمبی رات میں جاگتے رہے ٹھٹھرتے رہے اور انتظار کرتے رہے۔ وہ عورت وعدہ کے مطابق ملنے آئی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کے دل پر چوٹ پڑی۔ آپ نے سوچا کہ میں ایک حسینہ کی خاطر ساری رات جاگتا رہا اور مجھے حسرت وافسوس کے سوا کچھ نہ ملا کاش کہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ساری رات جاگتا مجھے رحمت میں سے ضرور حصہ نصیب ہوتا پس آپ نے سچی توبہ کی علم حاصل کر کے ذکر صحبت کے ساتھ اور تصفیہ قلب کے مراحل سے گزرے اور بالآخر امیر المومنین فی الحدیث بنے۔

تاثیرِ ذکر پر بوعلی سینا کا اشکال

خواجہ ابوالحسن خرقانی[2] ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ وہ اسم اعظم کے فضائل سنا رہے تھے اس وقت کا مشہور فلسفی اور حکیم بوعلی سینا بھی وہاں پہنچ گیا آپ فرما رہے تھے کہ اسم ذات سے انسان کی صحت میں برکت انسان کے عمل میں برکت انسان کے رزق میں برکت اور انسان کی عزت میں برکت ہوتی ہے عقلی بندے تو عقلی ہی ہوتے ہیں لہٰذا اس بیچارے کی عقل بھی پھنس رہی۔ چنانچہ محفل کے اختتام پر اس نے حضرت سے پوچھا کہ جی اس ایک لفظ کا ذکر کرنے سے اتنی تبدیلیاں آجاتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے خر! تو چہ دانی! یعنی اے گدھے تجھے کیا پتہ اب جب مشہور آدمی کو بھرے مجمع کے سامنے گدھا کہا گیا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے حضرت بھی نباض تھے لہٰذا انہوں نے اس کے چہرے پر پسینہ اترتے ہوئے دیکھا تو پوچھا حکیم صاحب! پسینہ آرہا ہے وہ کہنے لگا حضرت! کیا کروں آپ نے بھرے مجمع میں لفظ ہی ایسا کہہ دیا ہے حضرت نے فرمایا حکیم صاحب! میں نے بھرے مجمع میں ایک لفظ گدھا کہا اور اس کی وجہ سے تمہارے تن بدن میں تبدیلیاں آگئیں کیا اللہ کے لفظ میں اتنی تاثیر نہیں کہ وہ بندے کے دل میں تبدیلی پیدا کر دے۔

---

[1] آپ کی ولادت ہشام بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی اہم تصنیف کتاب الزہد ہے جو نہایت عمدہ ہے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ (کتاب الزہد ص ۲۶) [2] آپ کا نام علی بن احمد ہے خرقان البستی کی طرف منسوب ہیں مشہور بادشاہ محمود نے نذرانہ پیش کیا مگر قبول نہ کیا آپ کی وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۷/۴۲۱)

ذکر ناجائز محبت کو کھرچ دیتا ہے......

ایک صاحب شہزادی کی محبت میں گرفتار ہوئے۔ خود بھی حسین و جمیل تھے اور بادشاہ کے محل میں کام کرتے تھے کسی نہ کسی ذریعے سے اس نے شہزادی تک اپنا پیغام پہنچادیا' شہزادی نے بھی اس کے حسن و جمال کے تذکرے سن رکھے تھے وہ بھی دل دے بیٹھی دونوں کسی واسطے سے ایک دوسرے کو پیغام بھیجتے تھے مگر محل میں ملاقات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی' بالآخر شہزادی کو ایک تجویز سوجھی' اس نے اپنے عاشق نامراد کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ سلامت کو نیک لوگوں سے بڑی عقیدت ہے۔ اگر آپ نوکری چھوڑ کر شہر سے باہر ایک ڈیرہ لگائیں اور کچھ عرصہ نیکی و عبادت میں مشغول رہیں حتیٰ کہ آپ کی شہرت ہو جائے تو پھر میں آپ سے ملنے آجایا کروں گی۔ کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ عاشق نامراد نے محل کی نوکری کو خیر باد کہا اور شہر کے باہر ایک جگہ ڈیرہ لگایا۔ وضع قطع سنت کے مطابق اختیار کرلی۔ دن رات ذکر و فکر میں مشغول ہوگیا۔ کچھ عرصے کے بعد لوگوں میں اس کی نیکی کا خوب چرچا ہوا۔ شہزادی تو موقع کی تلاش میں تھی۔ اس نے بادشاہ سے اجازت لی اور دعائیں لینے کے بہانے اس عاشق نامراد سے ملنے آگئی۔ ڈیرے پر پہنچ کر اس نے سب لوگوں کو باہر کھڑا کر دیا اور خود اکیلی اندر آگئی۔ عاشق نامراد نے اسے دیکھا تو کہا بی بی باہر چلی جاؤ۔ آپ بغیر اجازت کیسے یہاں آگئی شہزادی نے یاد دلایا کہ میں وہی ہوں جس کے حسن و جمال پر آپ فریفتہ تھے۔ تنہائیوں میں بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے ملاقات کی خاطر تڑپتے تھے آج میں آپ سے ملنے آئی ہوں تنہائی ہے' موقع غنیمت سمجھو' اس نے منہ پھیر کر کہا بی بی وہ وقت چلا گیا۔ میں نے تمہاری ملاقات کیلئے نیکی کی روش کو اختیار کیا تھا۔ مگر اب میرا دل شہنشاہ حقیقی کی محبت میں لبریز ہو چکا ہے اب تمہاری طرف دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں۔ (عشق الٰہی ص ۱۰۱)

اللہ...... اللہ کی ضرب سے دل کی دنیا بدل گئی......

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک بڑا متکبر آدمی تھا' اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت تھی' اور خوبصورت باندیاں بھی تھیں اسے اپنے شباب اور شراب کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملا کرتی تھی۔ کسی نے اس کے سامنے حضرت جنید بغدادی کی نیکی کا تذکرہ کردیا' وہ کہنے لگا اچھا میں اس کی آزمائش کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنی باندیوں میں سے جو

سب سے زیادہ خوبصورت اور رشک قمر باندی تھی' اسے بلایا اور کہا کہ بن سنور کر ان کے پاس جانا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھتے ہوئے ایک دم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دینا' میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری خوبصورتی کو دیکھ کر بھی گناہ سے بچتا ہے یا نہیں؟

باندی بن ٹھن کر جنید بغدادی کے پاس پہنچی وہ ان کے سامنے بیٹھ کر مسئلہ پوچھنے لگی' مسئلہ پوچھتے پوچھتے اس نے ایک دم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا' اور خوبصورت چہرے اور سراپا کے ساتھ ان کے سامنے آئی اور مسکرا دی' جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اچانک اس پر پڑ گئی' اور آپ کی زبان سے فوراً اللہ کا لفظ نکلا یہ اللہ کا لفظ ایسی تاثیر رکھتا تھا۔ کہ اس باندی کے دل کے اندر پیوست ہو گیا۔ اب اس نے شرم کی وجہ سے سر پر دوبارہ نقاب لے لیا' جب واپس گئی تو اس کے دل کی دنیا بدل چکی تھی' وہ مالک سے جا کر کہنے لگی اب آپ کے ساتھ میرا گزارہ نہیں ہو سکتا' میں نے اللہ کا لفظ سنا ہے اس لفظ کی وجہ سے میرے دل میں اللہ کی محبت ایسی آئی ہے کہ اب میں اسی کی عبادت میں زندگی گزاروں گی۔ چنانچہ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی۔ اور وہ متکبر آدمی اپنے دوستوں میں بیٹھ کر کہتا تھا کہ میں نے جنید بغدادی ؒ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری خوبصورت باندی کو کچھ کر دیا ہے کہ اب وہ میرے کام کی نہیں رہی۔

ضرب الٰہی کی تاب ہتھکڑی نہ لا سکی......

دربند ایک شہر کا نام ہے۔ ایک تاتاری شہزادہ اپنے گروپ کو لے کر پہنچا اور مسلمانوں نے وہ شہر خالی کر دیا' وہ مسکرا کر کہنے لگا کہ ہماری بہادری دیکھ کر مسلمان ہمارا نام سنتے ہیں اور شہر خالی کر دیتے ہیں۔ اور خالی کر کے بھاگ جاتے ہیں پولیس نے اسے اطلاع دی کہ جناب! شہر میں ابھی تک دو بندے موجود ہیں ایک سفید ریش بوڑھے آدمی ہیں اور ایک ان کا خادم لگتا ہے۔ اور وہ دونوں مسجد میں بیٹھے ہیں اس نے چونک کر کہا وہ ابھی نہیں نکلے؟ بتایا گیا کہ ابھی نہیں نکلے کہنے لگا کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے پیش کرو' پولیس گئی اور انہیں ہتھکڑیاں ڈال کر لے آئی اور انہیں شہزادے کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا' ان کا نام شیخ احمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور یہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔ شہزادے نے کہا تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میں اس شہر میں آ رہا ہوں فرمایا پتہ تھا کہنے لگا پھر شہر سے نکلے کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم

کیوں نکلتے' ہم تو اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ وہ طیش میں آ کر کہنے لگا اب تمہیں میری سزا سے کون بچائے گا؟ جب اس نے یہ کہا تو حضرت دربندی رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آ کر کہا اللہ جیسے انہوں نے اللہ کا لفظ کہا ان کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں ٹوٹ کر نیچے گر پڑیں۔ جب شہزادے نے یہ منظر دیکھا تو وہ سہم گیا اور کہنے لگا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے چنانچہ وہ کہنے لگا اچھا میں آپ کو اس شہر میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۴۳/۱۱)

ذکر سے شیطان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل ذکر میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا اور اس کا برا حال تھا' اس نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا! کیا بتاؤں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے میرے جگر کے کباب بنا دیئے ہیں اور انہوں نے مجھے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا ہے۔ اس نے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگا کہ وہ جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ آدمی فوراً شونیزیہ کی مسجد میں گیا جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کچھ متقی پرہیزگار اور باخدا انسان بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی یہ بات القا کر دی چنانچہ جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس مردود کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا۔

ذکر الٰہی سے فیضان باری کا ورود

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں شیخ الہند[1] کے پاس جلالین پڑھا کرتا تھا' ایک رات تکرار کرنے بیٹھا (تکرار طلبہ کیلئے ضروری ہے "لکل شئی باب و باب العلم التکرار") فرماتے ہیں ایک اشکال ایسا وارد ہوا وہ رفع ہی نہیں ہوتا تھا۔ بڑی کوشش کی حتیٰ کہ حاشیہ بھی دیکھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا' اوروں سے بھی پوچھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا اب چونکہ میں تکرار کرایا کرتا تھا اس لیے طلبہ نے کہا کہ میاں کل کا درس شروع ہونے سے پہلے اسے تم حضرت (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھ لینا تاکہ پچھلا سبق کلیر ہو جائے (بات صاف ہو جائے) پھر اگلے سبق میں دشواری نہ ہو' میں نے ذمہ داری قبول کر لی'

[1] آپ کا نام محمود الحسن ہے آپ کی ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں ہوئی۔ آپ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں وفات ہوئی دیوبند میں تدفین ہوئی۔ (بیس بڑے اولیاء صفحہ ۲۲۸)

کہنے لگے صبح فجر کا وقت ہوا میں اپنی کتاب لے کر مسجد میں آ گیا فجر کی نماز پڑھی اور سلام پھیر کر میں جلدی اٹھا مگر حضرت شیخ الہند اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے جہاں وہ فجر کے بعد سے لے کر اشراق تک تخلیہ میں وقت گزارتے تھے' جب میں دروازے پر پہنچا تو کنڈی بند پائی ' مجھے بڑی کوفت ہوئی میں نے اپنے نفس کو بہت ہی برا بھلا کہا کہ تو نے سستی کی کہ حضرت اندر چلے گئے اب وہ اشراق پڑھ کر باہر نکلیں گے اور بعد سبق پوچھنے کا وقت ہی باقی نہ رہے گا میں نے سوچا کہ اب نفس کو سزا دینی چاہیے وہ سخت سردی کا موسم تھا میں نے کہا کہیں باہر کھڑے ہو کر انتظار کروں تا کہ جب حضرت باہر نکلیں تو پھر فوراً پوچھ لیا جائے اور سبق سے پہلے پوچھنے کا کام مکمل ہو جائے فرماتے ہیں کہ میں باہر کھڑا ہو گیا اور حالت میری یہ تھی کہ میں سردی سے ٹھٹھر رہا تھا' میں نے سنا کہ اندر سے "لا الہ الا اللہ کے ضرب لگانے کی آواز آ رہی تھی حضرت ذکر کر رہے تھے اور مزہ مجھے آ رہا تھا ایسا ذکر تھا' یہاں تک کے ذکر کی لذت میں مجھے پھر سردی کا احساس بھی نہ رہا لیکن جب حضرت نے دروازہ کھولا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس موسم میں حضرت نے اس شدومد کے ساتھ ذکر کیا تھا کہ جب دروازہ کھولا تو پیشانی پر پسینے کے قطرے قطرے نظر آ رہے تھے کہنے لگے کہ حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اشرف علی تم یہاں کیسے؟ عرض کیا کہ حضرت ایک اشکال وارد ہوا ہے اس کا جواب آپ سے پوچھنا ہے حضرت نے فرمایا کہ کونسی جگہ؟ تو میں نے کتاب کھولی حضرت نے وہیں کھڑے کھڑے تقریر فرمائی شروع کر دی' جب حضرت نے تقریر شروع کی تو میں حیران رہ گیا کہ نہ الفاظ مانوس تھے اور نہ معانی سمجھ میں آ رہے تھے ایسا کلام فرما رہے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا' بات ختم کرنے پر فرمایا اشرف علی کچھ سمجھ میں آیا۔

اب میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت تھوڑا نزول فرمائے تا کہ ہمیں بھی بات سمجھ میں آئے میں نے کہا حضرت بات سمجھ میں نہیں آئی' جب حضرت نے یہ سنا تو وہیں دوبارہ کھڑے کھڑے تقریر شروع کر دی' کہنے لگے کہ اب کی بار جو تقریر کی اس کے الفاظ تو کچھ مانوس سے لگے لیکن معنی اب بھی پلے نہیں پڑ رہے تھے دوسری مرتبہ حضرت نے پوچھا کہ سمجھے میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت میں تو نہیں سمجھ سکا تو فرمانے لگے کہ اچھا اشرف علی! میری اس وقت کی باتیں تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں کسی اور وقت میں مجھ سے پوچھ لینا یہ کہہ کر حضرت چلے گئے

فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اتنا ذکر کا اہتمام کرتے تھے اور اس کی وجہ سے اس وقت معارف کا اتنا نزول ہوتا تھا کہ ایک لفظ کو کئی رنگ سے باندھتے تھے جو طلبہ کی استعداد سے بھی بالاتر ہوتا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وھو معکم اینما کنتم﴾

معرفت ومعیت

ازافادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر معرفت وتجلی کا نور

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو وہاں پر چالیس دن ٹھہرے اور انہیں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا اس وقت اللہ رب العزت نے ستر ہزار پردوں میں سے تجلی ڈالی' اس کے باوجود کوہ طور جل کر سرمہ کی مانند بن گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے ان کو نہ آگ لگی اور نہ ہی موت آئی' کیونکہ استعداد میں فرق تھا' آپ کے قلب کے اندر اللہ رب العزت کی محبت کی اور تجلیات کو قبول کرنے کی استعداد تھی' اور اس پہاڑ کے اندر استعداد نہیں تھی' اس لیے وہ جل گیا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فقط غشی کی سی کیفیت ہوئی تفسیر درمنثور میں لکھا ہے:

"لما کلم موسی ربہ عزوجل مکث اربعین یوما لا یراہ احد الا مات من نور اللہ"

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو چالیس دن تک ٹھہرے رہے (اس کے بعد) کوئی بھی ان کے (چہرے) کو نہیں دیکھ سکتا تھا اگر کوئی دیکھتا تو دیکھتے ہی اس آدمی کو موت آجاتی تھی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے چہرے کو چھپائے رکھتے تھے حتیٰ کہ ان کی بیوی بھی ان کا چہرہ دیکھنے کو ترستی تھی اور وہ نہیں دیکھنے دیتے تھے' اس لیے کہ ان کی آنکھوں میں وہ حسن اور نور آ گیا تھا کہ اس تجلی کو دیکھنے کے بعد دیکھنے والا ان کے حسن کی تاب نہ لا کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا تھا' سبحان اللہ! جس نے پروردگار کے حسن وجمال کو ستر ہزار پردوں میں دیکھا اس کے چہرے کا حسن اتنا بڑھ گیا کہ مخلوق اس کا دیدار کرنے کی استعداد نہیں رکھتی تھی۔

(خطبات ذوالفقار ۲۸/۱۰)

عظمت الٰہی پر ملی معرفت باری

ذوالنون مصری[1] مصر کے بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کو جو ولایت ملی اس کا واقعہ بڑا عجیب ہے دوستوں کے ساتھ جا رہے تھے ایک جگہ بیٹھے' کسی دوست نے وہاں موجود ایک پتھر

[1] آپ کا نام ثوبان بن ابراہیم اور ذوالنون لقب ہے۔ آپ کی وفات ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ (طبقات الصوفیہ:۱۵)

ہٹایا جیسے ہی ہٹایا تو محسوس کیا کہ اس کے نیچے کوئی چیز ہے۔ جب سب جگہ کھودی تو خزانہ ملا سونا' چاندی' جواہر بڑی قیمتی چیزیں تھیں' اس کے اندر بڑا خوبصورت اللہ کا نام بھی لکھا ہوا تھا' اب انہوں نے کہا کہ جی تقسیم کیسے کریں تو انہوں نے کہا کہ میاں سونا چاندی تم سب تقسیم کرلو اور یہ جو اللہ تعالیٰ کا خوبصورت نام ہے یہ مجھے دے دو' چنانچہ انہوں نے اللہ کے خوبصورت نام کو خود پسند کرلیا' ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور اس بزرگ نے کہا کہ چونکہ تم نے مال اور چاندی کو قربان کردیا' اور اللہ کے نام کو پسند کرلیا' لہٰذا اللہ نے تمہیں اپنی ذات کیلئے پسند کرلیا' اٹھے تو ان کے دل میں اللہ کی محبت اتنی بھر چکی تھی کہ ان کو اللہ کی معرفت نصیب ہوگئی۔ اللہ کا نام پسند کرنے پر اللہ کی معرفت مل گئی۔ (تمنائے دل ص ۴۹)

مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اس کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

خواجہ عزیز الحسن مجذوب اور معیت الٰہی

حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اور ہم کچھ دوسرے خلفاء اکٹھے بیٹھے تھے اس دوران میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مذاق کی کچھ باتیں سنانا شروع کردیں' یعنی خوش طبعی کی ایسی باتیں سنانا شروع کردیں کہ لوگوں نے ہنسنا شروع کردیا' سچی باتیں بھی خوش طبعی والی ہوسکتی ہیں۔

(بعض اوقات نبی علیہ السلام بھی صحابہ کرام سے خوش طبعی کی باتیں فرمالیتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی ایک دوسرے سے خوش طبعی فرمالیتے تھے' ضروری نہیں ہوتا کہ جھوٹا لطیفہ سنا کر ہی خوش کرنا ہوتا ہے اللہ والوں کے پاس ایسے لطائف علمیہ ہوتے ہیں کہ بات بھی سچی کرتے ہیں اور دوسرے ہنس بھی رہے ہوتے ہیں)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں کچھ دیر ایسی باتیں سنائیں کہ ہم ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اب تو پیٹ میں بل پڑنے لگے اب آپ یہ باتیں نہ سنائیں اس بات کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس تمام ہنسی کے دوران ایک لمحہ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوا' فرماتے ہیں کہ ایک ایسا عجیب سا

سوال تھا کہ ہم حیران رہ گئے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں تمہیں اتنی دیر ہنساتا رہا۔ مگر اس دوران میں ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ سے غافل نہیں ہوا۔ جس انسان کو معیت الٰہی کی کیفیت حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ ایسی باتیں سن کر ہنس بھی رہا ہوتا ہے مگر اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۲۷/۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کی معرفت

امام محمد غزالی[1] اور احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ دو بھائی تھے یہ اپنے لڑکپن کے زمانہ میں یتیم ہو گئے تھے دونوں کی تربیت ان کی والدہ نے کی ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں ان کی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھیں کہ وہ ان کو نیکی پر لائیں حتیٰ کہ عالم بن گئے مگر دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں فرق تھا' امام غزالی اپنے وقت کے بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے ان کے بھائی عالم بھی تھے اور نیک بھی تھے' لیکن وہ مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے' تو ایک مرتبہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا امی! لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تو اتنا بڑا خطیب اور واعظ بھی ہے اور مسجد کا امام بھی ہے مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا' امی! آپ بھائی سے کہیے کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے' ماں نے بلا کر نصیحت کی چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا امام غزالی نماز پڑھانے لگے اور ان کے بھائی نے پیچھے نیت باندھ لی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جب ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت شروع ہوئی تو ان کے بھائی نے نماز توڑ دی اور جماعت سے باہر نکل آئے۔

اب جب امام غزالی نے نماز مکمل کی ان کو بڑی سبکی محسوس ہوئی وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے لہٰذا مغموم دل کے ساتھ گھر واپس ہوئے' ماں نے پوچھا' بیٹا بڑے پریشان نظر آ رہے ہو کہنے لگے امی بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں واپس آ گیا اور اس نے آ کر الگ نماز پڑھی تو ماں نے اس کو بلایا اور کہا بیٹا تم نے ایسا کیوں کیا؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا امی میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا' پہلی رکعت تو انہوں نے ٹھیک پڑھائی مگر دوسری رکعت میں اللہ کی طرف دھیان کی بجائے ان کا دھیان کسی اور جگہ تھا'

---

[1] آپ کا نام محمد غزالی ہے۔ آپ فقیہ صوفی اور شافعی تھے' آپ ۴۵۰ھ میں مقام طوس میں پیدا ہوئے نیشاپور بھی تشریف لے گئے ۔۱۴ جمادی الاخری بروز دوشنبہ ۵۰۵ھ میں وفات پائی آپ کے فضائل و مناقب کیلئے ملاحظہ احیاء العلوم ص ۲۳ تا ۲۵)

اس لیے میں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آ کر الگ پڑھ لی۔ ماں نے پوچھا امام غزالی سے کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ امی بالکل ٹھیک بات ہے میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا' اور نفاس کے کچھ مسائل تھے جن پر غور و خوض کر رہا تھا جب نماز شروع ہوئی پہلی رکعت میری توجہ الی اللہ میں گزری لیکن دوسری رکعت میں وہی نفاس کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگ گئے' ان میں تھوڑی دیر کیلئے ذہن ملتفت ہو گیا' اس لیے مجھ سے یہ غلطی ہوئی تو ماں نے اس وقت ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا افسوس کہ تم دونوں میں کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا' اس جواب کو جب سنا دونوں بھائی پریشان ہوئے امام غزالی نے تو معافی مانگ لی امی مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا کہ مجھے تو امی کشف ہوا تھا اس کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ تو ماں نے جواب دیا کہ تم میں سے ایک تو نفاس کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا' اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا تم دونوں میں سے اللہ کی طرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا لہٰذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے۔ (دوائے دل ص ۲۱۱)

تکبیر تحریمہ سے پہلے بیت اللہ کی زیارت

خواجہ عبدالمالک صدیقی ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے' وہاں علماء کا پندرہ روزہ تربیتی کیمپ لگا ہوا تھا' ایک عالم نے ان سے سوال کیا کہ حضرت! میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ جب بھی نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اقامت ہو جاتی ہے مگر آپ جلدی نیت نہیں باندھتے' تھوڑا سا ٹھہر کر نیت باندھتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ آپ لوگ تو علماء ہیں آپ کی توجہ الی اللہ کی کیفیت ہر وقت بنی رہتی ہے۔ مگر میں تو فقیر آدمی ہوں۔ نماز پڑھانے کیلئے مصلّٰی پر کھڑا ہوتا ہوں تو جب تک مجھے سامنے بیت اللہ نظر نہیں آتا' میں اس وقت تک نماز کی نیت نہیں باندھا کرتا۔ جن کو نسبت ومعیت الٰہی کا نور نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایسی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۴۵/۶)

ؒ حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی کے کچھ واقعات حیات حبیب ص ۱۶۳ تا ۲۰۷ پر موجود ہیں۔

خواجہ بہاء الدین اور معیت الٰہی کا غلبہ

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی گئے' بیعت ہوئے اور انہوں نے تیسرے دن انہیں خلافت دے دی' جب ان کو تیسرے دن خلافت ملی تو وہاں کے جو مقامی لوگ تھے وہ کہنے لگے' حضرت یہ دور سے آیا ہے اور تین دنوں میں اس کو یہ نعمت مل گئی۔ مگر ہم لوگ بھی مدتوں سے آپ کی خدمت میں پڑے ہیں' ہم پر بھی نظر کرم فرمادیں' شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اچھا آپ کو سمجھائیں گے۔

دوسرے دن انہوں نے بہت ساری مرغیاں منگوائیں اور ان تمام لوگوں کو دیں جنہوں نے اعتراض کیا تھا' اور ایک بہاء الدین زکریا ملتانی کو بھی دی' اور سب سے فرمایا کہ اس مرغی کو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو' چنانچہ کوئی درخت کی اوٹ میں ذبح کر کے لایا' اور کوئی دیوار کے پیچھے ذبح کر کے لایا سب نے ذبح کر کے لا دیں اور حضرت کو دکھائیں مگر بہاء الدین زکریا ملتانی تھوڑی دیر کے بعد آئے اور رونا شروع کر دیا' حضرت نے پوچھا بھئی تم کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ کسی ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو' مگر میں جہاں بھی گیا' وہاں میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا تھا' جس کی وجہ سے میں ذبح نہ کر سکا اور یوں آپ کے حکم پر عمل نہیں ہو سکا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۶/۳۲)

حضرت شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی استغراقی کیفیت

شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ نے فنائیت کا ایسا پرتو ڈال دیا تھا' کہ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے' ان کے ایک داماد کا نام اللہ بندہ تھا۔ دو سال تک وہ ان کے پاس رہا جب سامنے سے گزرتا تو حضرت شاہ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے' ارے میاں! تم کون؟ کہتا' حضرت! میں آپ کا داماد اللہ بندہ ہوں فرماتے ارے میاں! سبھی تو اللہ کے بندے ہیں دو سال تک داماد کا نام یاد نہ ہوا' ذکر کی فنائیت ایسی تھی کہ دل میں ایک اللہ تعالیٰ کا نام بس چکا تھا ایسی نابغہ روزگار شخصیت نے دارالعلوم دیوبند کی پہلی اینٹ رکھی۔

ما هرچه خوانده ایم فراموش کرده ایم
الا حدیث یار که تکرار می کنم

معرفت کے بعد احساس دل

ہمارے ایک دوست نے واقعہ سنایا کہ ایک آدمی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آیا' اس کے کئی رشتہ دار تھے' مگر سب ادھر ادھر بکھر گئے اس کا ماموں بھی آیا تھا' وہ بھی پریشانی کے عالم میں کہیں گم ہو گیا' ایک دوسرے کو نہ مل سکے' اس آدمی نے محنت کی اللہ نے اس کو خوب مال پیسے والا بنا دیا۔ کئی سال گزر چکے تھے اس نے سوچا کہ میں اپنی کوٹھی بنالوں' اپنی کوٹھی بنانے لگ گیا' اسی دوران ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آیا کہنے لگا بیٹا میں قسمت کا مارا ہوں کوئی میرے رشتہ دار عزیز نہیں ہیں تیرے یہاں چوکیداری کروں گا' تو مجھے کچھ کھانے کیلئے دے دینا غریب پروری بھی ہو گی' اس نے سوچا چلو ٹھیک ہے دن رات یہیں پڑا رہے گا' میرا فائدہ ہے اس نے کہا بوڑھے میاں آپ ادھر بیٹھ جایا کرو' میں آپ کو اتنے پیسے دوں گا' وہ بوڑھا آدمی کام کرنے لگ گیا' اب وہ بوڑھا آدمی کبھی صحت کبھی بیماری' کبھی تھکاوٹ کبھی کچھ' کبھی کچھ جب اسے کام میں دیر ہو جائے تو نوجوان اس پر برسنے لگ جائے کوسنے لگ جائے کہ ایسا ہے تو ویسا ہے' وہ بوڑھا بیچارہ رو پڑے' یہ آدمی پھر کسی غلطی پر ڈانٹے تو وہ بوڑھا آدمی پھر رو پڑے' ایک دن اس نوجوان نے اتنی گالیاں دیں کہ وہ بوڑھا آدمی کہنے لگا کہ بیٹا رزق دینے والا تو اللہ ہے تیرا دل خوش نہیں تو میں کہیں اور چلا جاتا ہوں قسمت نے مجھے ایسا بنا دیا' ورنہ پیچھے سے تو میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آیا تھا' معلوم نہیں وہ کہاں چلے گئے' جب اس نے یہ بات کی تو اس نوجوان نے پوچھا' بابا آپ کے کوئی رشتہ دار تھے؟ بوڑھے نے کہانی سنادی' اس کہانی کو سننے کے بعد اس آدمی کو پتہ چلا کہ یہ میرے وہی گم شدہ ماموں ہیں' جن کی یاد میں امی تڑپتی رہی اب پاؤں پکڑ لیے اور کہنے لگا کہ معاف کر دینا ماموں مجھے معاف کر دینا' مجھ سے غلطی ہوئی' مجھ سے کوتاہی ہوئی یہ ساری کوٹھی آپ کی ہے جہاں چاہیں تشریف لے جائیں' اس نے کہا ناں بیٹا مجھے اپنی اوقات کا پتہ چل گیا نوجوان کو ایک دوسرے سے واقفیت نہیں تھی' برتاؤ کچھ اور تھا جب اس کا احساس ہو گیا' اب برتاؤ کچھ اور ہے اب قدموں میں پڑ رہا ہے جیسے پہلے ٹھوکریں لگا رہا تھا اب اس کے قدموں میں پڑ رہا ہے۔ یہی انسان کا حال ہے کہ جب تک اسے اللہ رب العزت کی معرفت نصیب نہیں ہوتی جانور کی سی زندگی گزارتا ہے اور جب کسی اللہ والے کا ہاتھ لگ جاتا ہے اور دل دھل جاتا ہے پھر احساس ہوتا ہے پھر آنکھ کھلتی ہے کہ اب تک کیسی زندگی بسر کرتا رہا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۹/۱)

آنکھ اور دل کے نور میں فرق

آنکھ کا نور اور چیز ہے' دل کا نور اور چیز ہے حکیم انصاری دہلی کے بڑے مشہور حکیم تھے اللہ نے کیا فہم وفراست عطا فرمائی تھی' اندھے تھے' لیکن حکمت کا کام کیا کرتے تھے' ہاتھ دیکھتے تھے اور مریض کے مرض کو پہچان لیا کرتے تھے' بڑے مشہور حکیم تھے' اگر دوسرے حکیموں سے مرض قابو میں نہ آتا تو مریض ان کے پاس جایا کرتے تھے' ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے شوق ہوا کہ میں بھی ذرا ان حکیم صاحب کو دیکھوں چنانچہ میں ان کی دکان پر گیا ان سے کوئی بات نہیں کی تاکہ میرے آنے کا ان کو پتہ نہ چلے اور وہاں بیٹھ کر میں نے ان کے دل پر توجہ ڈالنی شروع کر دی' کچھ دیر گزری تو میں نے کہا اچھا دل کے بجائے روح پر توجہ ڈالتا ہوں جب میں نے اس پر توجہ ڈالنا چاہی تو وہ فوراً بول اٹھے' ناں ناں حضرت آپ میرے دل پر ہی توجہ کرتے رہیں اگر یہی بن گیا تو سب کچھ بن گیا' فرماتے ہیں میں حیران ہو گیا کہ اس شخص کو نابینا کون کہے' جسے بتایا بھی نہیں گیا مگر اس کا دل ایسا صاف ہے کہ وہ آنے والے انوارات کو محسوس کر رہا ہے اللہ اکبر۔ (خطبات ذوالفقار ۱/۸۷)

معیت الٰہی

ایک بزرگ نے کسی کو خلافت دینے سے پہلے کہا کہ جاؤ یہ مرغی کسی ایسی جگہ ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو کئی دور مریدوں سے بھی کہا' سب لوگ مرغیاں ذبح کرنے چلے گئے' کسی نے درخت کی اوٹ میں ذبح کی' کسی نے دیوار کی اوٹ میں ذبح کی' سب ذبح کر کے لے آئے لیکن جن کو خلافت دینا تھی وہ جب واپس آئے تو رو رہے تھے' حضرت نے پوچھا' روتے کیوں ہو؟ آپ کے ہاتھ میں تو مرغی ویسے ہی ہے؟ کہنے لگے' حضرت! آپ نے حکم دیا تھا مگر میں اس پر عمل نہیں کر سکا' پوچھا کیوں عمل نہیں کیا؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو لیکن میں جہاں بھی گیا میرا رب مجھے دیکھتا تھا اس لئے میں اس کو کیسے ذبح کر سکتا تھا فرمایا الحمد اللہ اسی معیت کی کیفیت کا تو امتحان لیتا تھا' اس کے بعد ان کو نسبت عطا فرما دی۔ (خطبات ذوالفقار ۴/۹۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدت
اور
محبت وادب

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ سے جس قدر مناسبت اسی قدر فائدہ

سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ پر بارش ہو رہی ہے آپ ﷺ کے جہاں قدم مبارک ہیں وہاں ابوبکر صدیق کا سر ہے بارش کا جو پانی نبی اکرم ﷺ پر آ رہا ہے وہ سارے کا سارا ابوبکر صدیقؓ پر آ رہا ہے' حضرت عمر بن خطابؓ نے بھی اپنے آپ کو قریب کھڑے دیکھا' عمر ابن خطاب کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ سے چھینٹیں اڑ کر میرے اوپر پڑ رہی ہیں اور میں بھی بھیگا چلا جا رہا ہوں صبح اٹھے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ میں نے رات خواب میں یہ چیز دیکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' عمر! یہ علوم نبوت تھے جو بارش کی طرح میرے اوپر برس رہے تھے صدیق کو چونکہ میرے ساتھ کمال مناسبت نصیب ہے اس لیے وہ مجھ سے سب سے زیادہ کمالات پا رہا ہے اور اس کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے تم بھی ان علوم کو حاصل کر رہے ہو کمالات نبوت سب سے زیادہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے حاصل کیے اور علوم ولایت کو حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ حاصل کیا یہ کمالات نبوت نسبت اتحادی کی تیسری دلیل ہے۔

(خطبات ذوالفقار ۹۴/۴)

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بسطامی غزالی اور جیلانی

شیخ طریقت کی عزت باعث معرفت

امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک بزرگ آتے تھے ان کا نام تھا ابو ہاشم امام احمد بن حنبل ان کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے' یہ صوفی کا لفظ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فقیہ کی زبان سے نکلا ہے جب وہ آتے تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کئی دفعہ اپنا درس بھی موقوف کر کے کھڑے ہو جاتے اور ان کو پاس بٹھاتے اب طلبہ کے دل میں اشکال ہوتا کہ امام صاحب اتنے بڑے عالم' جبال العلم اور یہ تو ایک ذاکر شاغل بزرگ ہیں ان کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور درس بھی کئی

---

۱۶۴ میں ولادت ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں وفات ہوئی آپ کے جنازہ میں ایک روایت کے مطابق آٹھ لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔

دفعہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی باتیں سنتے ہیں تو ایک شاگرد نے پوچھ لیا' کہ حضرت ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ان کا اتنا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب عالمانہ جواب دیا۔ فرمایا: دیکھو! میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور ابو ہاشم عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے امام صاحب ان کی صحبت اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر ابو ہاشم کوفی نہ ہوتے ریاء کی باریک باتوں سے میں کبھی واقف نہ ہو سکتا۔ (دوائے دل ۲۴۹)

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

شیخ کے پاس عقیدت اور بلند ارادے سے جایئے

تین آدمی ایک ہی راستہ پر جا رہے تھے ان کا آپس میں تعارف ہوا' پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کہاں جا رہے ہیں ان میں سے ایک نے کہا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس جا رہا ہوں سنا ہے کہ وہ بڑا ولی ہے اس لیے میں اسے آزمانے جا رہا ہوں کہ وہ ولی بھی ہے یا نہیں؟ دوسرے سے پوچھا کہ بھئی! آپ کس لیے جا رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ میں بہت زیادہ مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں اس لیے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروانے جا رہا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے میری مصیبتیں دور فرما دیں' تیسرے نے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے کامل ولی ہیں اس لیے میں ان کو ولی سمجھ کر ان کے جوتوں میں کچھ دن گزارنے جا رہا ہوں۔ وہ تینوں آدمی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے ان میں سے جو آدمی کہتا تھا کہ میں تو آزمانے جا رہا ہوں حضرت نے اس سے حال احوال پوچھے اور اسے واپس بھیج دیا کہتے ہیں کہ وہ بندہ اپنی زندگی میں مرتد ہوا اور بالآخر کفر پر اسکی موت آئی کیونکہ اس کے دل میں اولیاء اللہ کا استخفاف تھا اور ان کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا پھرتا تھا ان میں سے جس نے کہا تھا کہ مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں اور دعا کروانے جا رہا ہوں حضرت نے اس کیلئے دعا فرما دی اور اس کو واپس بھیج دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبتیں دور کر دیں۔ اور تیسرا بندہ جس نے کہا تھا کہ میں ان کے قدموں میں کچھ وقت گزارنے جا رہا ہوں وہ ان کے پاس رہا۔

(خطبات ذوالفقار ص ۱۴۳/ ۷)

شیخ سے جیسا گمان ادھر سے ویسا ہی فیضان......

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم تین پیر بھائی تھے ہم تینوں کا اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گمان تھا' فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی اللہ خاموش طبع تھے' لہٰذا کم بات کرنے کی وجہ سے ہمارے ایک پیر بھائی سمجھتے تھے کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں' دعوت و ارشاد میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو قطب ارشاد بنادیتے ہیں' اور ان بیان کلمات سے اللہ تعالیٰ ہزاروں انسانوں کے دلوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

ان میں سے دوسرے کا گمان یہ تھا کہ خود تو کامل ہیں مگر وہ دوسروں کو کامل نہیں بنا پاتے کیونکہ کم بولتے تھے کسی نے ایک دفعہ ان سے کہا' حضرت! آپ بات کیا کریں تاکہ لوگوں کو فائدہ ہو' حضرت نے عجیب بات کہی فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا' وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت

جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی خاموش ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کی ایسی حالت بنادیا کرتے ہیں کہ وہ "من عرف ربہ ضاق لسانہ" کا مصداق بن جاتے ہیں اور ایک حدیث پاک میں آیا ہے "من عرف ربہ طال لسانہ" کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کی مخلوق کے ساتھ کلام کرنے کی کیفیت کم ہوتی ہے' اور پروردگار عالم کی طرف ان کے رجحان کی نسبت زیادہ رہتی ہے' اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ہی مست رہتے ہیں' اور فرماتے ہیں کہ تیسرا میں تھا اور میرا اپنے شیخ کے بارے میں گمان یہ تھا کہ میرے شیخ اتنے کامل ہیں کہ اس سے پہلے اگر اس امت میں کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو وہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نبی علیہ السلام ملے ہیں اور صدیق اکبرؓ کے بعد اگر کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو پھر مجھے میرے شیخ ملے ہیں فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی تو پتہ نہیں کدھر گئے مگر میرے اس گمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مجدد الف ثانی بنادیا یعنی مجھے دوسرے ہزار سال کا مجدد بنادیا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۴۱/۷)

---

[1] آپ کی ولادت کابل میں ہوئی آپ کی ولادت ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں ہوئی اپنے شیخ کے حکم کے مطابق ہندوستان تشریف لاکر دہلی میں مقیم ہوئے ۲۵ جمادی الآخری ۱۰۱۲ھ میں چالیس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ دہلی کے بائیس خواجہ ص ۲۰۱)

عقیدت ومحبت سے فائدہ ہی فائدہ......

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی طالب صادق تھا کسی شیخ سے بیعت تھا اس شیخ کی نظر اس کے مال پر تھی اس آدمی نے ایک خواب دیکھا اور آ کر پیر صاحب کو بیان کیا' کہنے لگا' حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور میرے ہاتھ پر گندگی لگی ہوئی ہے' بس پیر صاحب نے سنا تو فوراً کہہ اٹھے کہ یہ بالکل سچا خواب ہے کیونکہ ہم دیندار لوگ ہیں' ہمارے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے۔ اور تم دنیادار ہو اور تمہارے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے وہ کہنے لگا حضرت ابھی پورا خواب تو سنیں' پورا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے منہ میں دیا ہوا ہے اور میں نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ میں دیا ہوا ہے مرید کو عقیدت کی وجہ سے شیخ سے پھر بھی فائدہ ہو رہا تھا مگر شیخ کی نظر چونکہ مرید کی جیب پر تھی اس لیے اس کو اس سے نقصان ہو رہا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۰۸/۳)

حضرت عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کی عقیدت وطلب

خواجہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے کئی خلفاء تھے ان کا ایک پوتا جوان ہوا تو اس وقت دادی اماں حیات تھیں' انہوں نے کہا' بیٹا ایک نعمت تیرے دادے کے پاس تھی اگر تو چاہتا ہے کہ وہ نعمت تجھے ملے تو ان کے صحبت یافتہ خلفاء کی خدمت میں جا طلب صادق لے کر جا' تجھے وہ نعمت ملے گی' وہ نوجوان آمادہ ہو گیا' چنانچہ دادی اماں نے اسے ایک خلیفہ کی خدمت میں روانہ کر دیا' جب خلیفہ صاحب کو پتہ چلا کہ میرے شیخ کے پوتے آ رہے ہیں تو وہ جماعت لے کر شہر سے باہر استقبال کیلئے آئے' بڑی دھوم دھام کے ساتھ استقبال کیا تین دن مہمان نوازی فرمائی اس کے بعد پوچھا کہ جی! کیسے تشریف لائے عرض کیا آپ کے پاس ایک نعمت ہے اس کے حصول کیلئے حاضر ہوا ہوں' فرمایا پھر تو تقاضے کچھ اور ہیں پیر بن کر تو وہ نعمت نہیں ملے گی' وہ تو مرید بن کر ملے گی' چنانچہ وہ گدیاں بھی گئیں وہ بستر بھی گئے' فرمایا چٹائی پر رہنا پڑے گا اور یہ یہ کام کرنے پڑیں گے' عرض کیا بہت اچھا حضرت نے ان کے ذمہ کئی قسم کے کام لگا دیئے' ان کو مجاہدے اور ریاضت کی لائن پر لگا دیا' وہ نوجوان لگا رہا ایک ایسا وقت آیا کہ جب شیخ نے دیکھا کہ کچھ بہتر ہو رہا ہے تو سوچا کہ چلو آزماتے ہیں کہ طلب کتنی پکی ہے کچھ لوگ شکار کیلئے جانے لگے تو شیخ نے خود بھی پروگرام بنا لیا کہ ہم بھی شکار کیلئے جائیں گے اس دور میں شکار کو کتوں کے

ذریعہ سے پکڑا جاتا تھا' سدھائے ہوئے کتوں کا شکار شریعت نے حلال گردانا ہے۔

حضرت نے پلے ہوئے بڑے بڑے کتے ساتھ لے لئے' اور نوجوان سے فرمایا کہ آپ کو ان کتوں کو پکڑنا اور سنبھالنا ہے اس نے کہا بہت اچھا یہ بے چارہ مجاہدے کی وجہ سے سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا' جب کہ آزمائش کیلئے کتے پکڑنے کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ بسا اوقات شیخ آزماتے ہیں تکلیف دے کر بھی آزماتے ہیں شیخ کو پتہ چل جاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ لیکن مرید کو پتہ نہیں چلتا' چنانچہ نوجوان نے رسی کو اپنی کمر سے باندھ لیا اور اپنے ہاتھوں سے مضبوطی سے اسے پکڑ بھی لیا جب شکار سامنے آیا اور کتوں نے شکار کو دیکھا تو وہ بھاگے چونکہ پلے ہوئے کتے تھے اور یہ اکیلے اور کمزور تھے اس لیے رسی کو اپنی ہمت سے پکڑا تو سہی مگر ساتھ کھینچے چلے گئے' کتے تیز بھاگے اور یہ کھینچتے کھینچتے گر گئے' اب ساتھ گھسٹتے چلے جا رہے ہیں جسم زخموں سے چور چور ہو رہا ہے مگر رسی کو نہ چھوڑا کیونکہ شیخ نے وہ رسی پکڑائی تھی' اب جان تو جا سکتی ہے مگر ہاتھوں سے نہیں چھوٹ سکتی یہ ہے سچی طلب' جب ان کو جسم پر زخم لگے تو شیخ بھی ساتھ تھے' شیخ کو اس وقت کشف میں حضرت خواجہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ خلیفہ صاحب ہم نے تو آپ سے اتنی محنت نہیں کروائی تھی چنانچہ اسی وقت شیخ نے اس نوجوان کو سینے سے لگایا اور وہ نعمت ان کے سینے میں القاء فرما دی۔

(خطبات ذوالفقار ۲/۱۲۶)

میں نے تو شیخ کو آزمالیا ہے......

ایک آدمی نے کسی بزرگ کو بتایا کہ میرے شیخ بڑے کامل بزرگ ہیں انہوں نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے ان کو آزمالیا ہے۔ وہ واقعی اللہ والے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تم نے کیسے آزمالیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ایک دفعہ میری بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی۔ میں نے اپنے سسرال والوں کی بڑی منت سماجت کی لیکن وہ اپنی بیٹی کو میرے ساتھ بھیجنے سے انکار ہی کرتے رہے بالآخر میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا معاملہ عرض کر دیا انہوں نے مجھے ایک ایسا عمل بتایا کہ میں نے جیسے ہی وہ عمل کیا اور بیوی کو لینے گیا تو انہوں نے بغیر کسی قیل وحجت کے اسے میرے ساتھ کر دیا' یہ بات سن کر وہ بزرگ افسوس کرنے لگے کہ تو نے اپنے شیخ کی قدر ہی نہیں کی وہ کہنے لگا حضرت! میرے دل میں اپنے شیخ کی قدر ہے اسی لیے تو میں

کہہ رہا ہوں کہ وہ بڑے کامل بزرگ ہیں حضرت نے فرمایا تمہیں تو اپنے شیخ سے اللہ کے قرب کا سوال کرنا چاہئے تھا' لیکن افسوس کہ تم نے تو بیوی کا قرب مانگا۔ (خطبات ذوالفقار ۷/۴۷)

بزرگوں سے محبت باعث مغفرت

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی اس نے پوچھا' اے پروردگار عالم آپ نے مجھے کس عمل کی وجہ سے بخشا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے بندے تیرا ایک عمل تیرے نامہ اعمال میں ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے میں نے بخش دیا ہے اس نے کہا اے اللہ! میرے تو سارے اعمال ہی خراب ہیں میں غافل اور بدکار تھا آپ کو میرا کونسا عمل پسند آیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' تیرے نامہ اعمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ولی بایزید بسطامی راستے میں جارہا تھا' تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ تم نے کسی سے پوچھا اس نے کہا یہ بایزید بسطامی ہیں تم نے پہلے سن رکھا تو تھا کہ وہ اللہ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا تم نے محبت سے میرے ولی پر نظر ڈالی تھی' میں نے اسی ایک نظر کے ڈالنے کی برکت سے تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادی۔ سبحان اللہ

اہل اللہ کو محبت سے دیکھنے پر مغفرت

حضرت بایزید بسطامی[1] رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی اس نے پوچھا' اے پروردگار عالم آپ نے مجھے کس عمل کی وجہ سے بخشا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے بندے تیرا ایک عمل تیرے نامہ اعمال میں ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے میں نے بخش دیا ہے اس نے کہا اے اللہ! میرے تو سارے اعمال ہی خراب ہیں میں غافل اور بدکار تھا آپ کو میرا کونسا عمل پسند آیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' تیرے نامہ اعمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ولی بایزید بسطامی راستے میں جارہا تھا' تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ تم نے کسی سے پوچھا اس نے کہا یہ بایزید بسطامی ہیں تم نے پہلے سن رکھا تو تھا کہ وہ اللہ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا تم نے محبت سے میرے ولی پر نظر ڈالی تھی' میں نے اسی ایک نظر کے ڈالنے کی برکت سے تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادی۔

---

[1] ایران میں واقع شہر خراسان میں ایک بستی بسطام ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں اسی شہر میں آپ کی وفات ہوئی سن ولادت ۱۸۸ھ مطابق ۸۰۴ء اور وفات ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۵ء میں ہوئی۔ (مشاہیر الاعلام ۱/۲۱۱)

لفظ اللہ کے ادب پر زبیدہ کی مغفرت

زبیدہ خاتون نے نہر زبیدہ بنوا کر بغداد سے عربستان تک پانی پہنچایا وہ خاتون کم سنی میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی' جھولا جھولنے کے دوران اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا' دوپٹہ ابھی اترا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی' اس نیک خاتون نے فی الفور جھولا روکا اور اپنا سر دوپٹے سے ڈھانپا' اس کے بعد زندگی گزار کر وفات پاگئی۔ ایک رشتہ دار نے خواب میں دیکھا اور پوچھا' زبیدہ! کیا بنا تیرا؟ کہنے لگی! اللہ رب العزت نے میرے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمایا پھر اس شخص نے خواب میں ہی کہا آپ نے طویل نہر بنوائی تھی وہی کام آ گئی ہوگی تو زبیدہ نے کہا! نہر تو بنوائی تھی لیکن وہ میری مغفرت کا سبب نہ بن سکی پھر اس سائل نے پوچھا پھر آپ کی مغفرت کیسے ہوئی؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں جھولا جھول رہی تھی اس وقت میرے سر پر دوپٹہ نہیں تھا اذان ہونے لگی لفظ اللہ سنتے ہی دوپٹہ میں نے رکھ لیا تو وہ دوپٹہ جو میں نے اللہ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے سر پر رکھا' میرے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی قبولیت ہوئی کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: تو نے میرے نام کی ایسی تعظیم کی جا آج ہم بھی تمہیں جنت میں داخل کرتے ہیں' نہر اور دوسرے اعمال کا تو پوچھا ہی نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہوتی ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۳۱/۱۱)

حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال محبت

خواجہ نظام الدین اولیاء[1] پیر تھے اور امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ[2] ان کے مرید تھے۔ ان دونوں میں اتنی محبت تھی کہ خواجہ نظام الدین اولیاء یوں فرماتے تھے کہ شرع شریف کی اجازت ہوتی تو میں یہ وصیت کر جاتا کہ مجھے اور امیر خسرو کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔

---

[1] آپ کا نام محمد بن احمد ہے آپ کے دادا بخارا سے تشریف لائے تھے۔ بدایون میں مقیم ہوئے آپ کے والد صغر سنی میں ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت فریدالدین گنج شکر نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی وفات ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ میں ہوئی دہلی میں مرکز تبلیغ کے پاس آپ کا مزار ہے۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۳۹)

[2] حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ۷۲۵ھ ۱۸ شوال کو آپ کا انتقال ہوا۔ خواجہ صاحب کے مزار کے سامنے آپ کا مزار چبوترہ یاران کے نام سے مشہور ہے۔ (دلی کے بائیس خواجہ ص ۱۵۰)

دوسری طرف امیر خسرو کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں ایک سائل آیا' اس نے سوال کیا اس وقت حضرت کے پاس کچھ نہ تھا' لہٰذا حضرت نے اپنے جوتے اسے دے دیئے اور کہا یہی جوتے ہی لے جاؤ' جی ہاں جو سخی ہوتے ہیں وہ اپنے در سے کسی کو خالی نہیں جانے دیا کرتے وہ شخص حضرت کے جوتے لے کر راستے سے جا رہا تھا امیر خسرو اسی راستے سے خواجہ نظام الدین اولیاء کے پاس آ رہے تھے وہ جوتے اس سائل کے پاس دیکھ کر پہچان گئے کہ آج اس سائل کو حضرت کے دربار سے یہ نیاز ملی ہے چنانچہ کہنے لگے بھائی کیا تم میرے ساتھ یہ سودا کرنے کیلئے تیار ہو کہ یہ جوتے مجھے دے دو اور میں کچھ پیسے تجھے دے دیتا ہوں۔ وہ سمجھ گیا چنانچہ کہنے لگا کہ نہیں بلکہ میں اس کے بدلے آپ سے اتنی زیادہ قیمت لوں گا امیر خسرو نے اس کی من مرضی کی قیمت اس کو دے دی اور اپنے شیخ کے جوتے لے کر سر پر رکھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کی محبت میں کہتے ہیں کہ:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(کہ میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جائے اور میں تن بن جاؤں اور تو روح بن جائے تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں) (خطبات ذوالفقار ص ۲۱۴/۸)

خانقاہ کی مٹی ملنے پر محمود کی مغفرت

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا وہ جنت کی سیر کر رہا تھا' اس نے کہا بھئی! آپ تو دنیا کے بادشاہ تھے' اور آخرت میں بادشاہوں کا بڑا برا حال ہوتا ہے۔ ان کا تو لمبا چوڑا حساب و کتاب ہوتا ہے اور آپ کو میں جنت میں دیکھ رہا ہوں اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا سا عمل تھا' لیکن پروردگار عالم کو وہی ایک عمل پسند آ گیا' جس کی وجہ سے میری مغفرت کر دی گئی' اس نے پوچھا وہ کونسا عمل ہے؟ کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر گیا تھا وہاں لوگ جھاڑو دے رہے تھے' جس کی وجہ سے

۱۰۲۵ھ میں انہوں نے سومنات پر حملہ کیا ملتان سے لے کر بیکانیر ہوتے ہوئے اجمیر ہوتے ہوئے گجرات سومنات پہنچے۔ اور فتح کر کے ملتان واپس ہو چلے۔ ۴۲۱ھ میں غزنہ میں وفات ہوئی۔ (مختصر تاریخ ہند ص ۴۲)

مٹی اڑ رہی تھی میں نے اس مٹی میں سے گزرتے ہوئے اس مٹی کو اس نیت سے چہرے پر مل لیا تھا کہ اللہ والوں کے کپڑے اور بستروں کی مٹی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو نے میرے راستے میں نکلنے والے درویشوں کی مٹی کی قدر کی اسی لئے اس کی برکت سے تیرے چہرے کو جہنم کی آگ سے بری فرما دیتے ہیں۔ سبحان اللہ

جادوگروں کے ادب پر ہدایت کے فیصلے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں ستر ہزار جادوگر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان لانے کی توفیق عطا کر دی' چند لمحے پہلے کافر تھے اور چند لمحے بعد سجدے میں گر گئے اور مومن بن گئے کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اندر ادب تھا' ایک تو وقت کے نبی علیہ السلام کے ساتھ مشابہت تھی' اور دوسری وجہ کتابوں میں لکھا ہے کہ مقابلے سے پہلے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا کہ کیا کریں؟ ان میں ایک اندھا جادوگر تھا اس نے کہا کہ بھئی دیکھو دو صورتیں ہیں یا تو ہمارا مدمقابل واقعی سچا ہے اور اللہ کا نبی ہے یا پھر ہماری طرح جادوگر ہے لہٰذا میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس کا ادب کرو اگر ادب کریں گے اور وہ جادوگر ہوا اور ہم غالب آ گئے تو ہمیں نقصان کوئی نہیں اور اگر وہ ہم پر غالب آ گیا تو ہم نے چونکہ اس کا ادب کیا ہوگا اس لیے اس کا ادب ہمارے لیے فائدہ اور نفع کا سبب بن جائے گا' انہوں نے پوچھا کہ ہم اس کا کیا ادب کریں؟ مشورہ دیا اس اندھے نے اس کے باطن میں روشنی دے دی ہوگی اللہ تعالیٰ نے اس نے کہا کہ ادب یہ ہے کہ تم مقابلہ کرنے سے پوچھ لینا کہ جناب آپ پہلے ڈالنا چاہتے ہیں اپنی کسی چیز کو یا ہم ڈال کر دکھائیں یہ جو ہم پوچھیں گے ہمارا یہ پوچھنا اذن اور ادب بن جائے گا اور اس ادب کی وجہ سے ہمارے لیے نفع ملے گا' اور واقعی جب انہوں نے ''القوم ما انتم ملقون'' کہا تو واقعی اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے ایمان کی دولت نصیب فرما دی۔

سید کے ادب پر جنید بغدادی کو مقام ولایت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے' بادشاہ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائے گا سادات کے گھرانے کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا' نان شبینہ کو ترستا تھا' اس نے سنا کہ وقت کے

بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائے گا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے' اس نے سوچا کہ جنید کو رستم زماں کہا جاتا ہے۔ میں اسے گرا تو نہیں سکتا مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں' اس لیے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی نہیں کھول سکتا' چلو میں مقابلہ کی کوشش تو کرتا ہوں چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا' وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی بادشاہ نے اس شخص سے کہا کہ تو شکست کھا جائے گا' اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤں گا چنانچہ مقابلے کے دن متعین کر دیے گئے بادشاہ وقت بھی کشتی دیکھنے کیلئے آیا' جب دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سید صاحب کہتے ہیں' جنید! تو رستم زماں ہے تیری بڑی عزت ہے تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے لیکن دیکھ لے میں سادات میں سے ہوں میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے آج اگر تو گر جائے گا تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا' لیکن میری پریشانی دور ہو جائے گی' اس کے بعد اس نے کشتی لڑنا شروع کر دی' جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے' مگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا واسطہ دیا تھا' یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تھی' جس سے جنید کا دل پسیج گیا تھا' دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا' تجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عزت مل جائے تو تیرے لیے یہی کافی ہے چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے' اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا' اور کہنے لگا میں نے اس کو گرا لیا' بادشاہ نے کہا کہ نہیں کوئی وجہ بن گئی ہو گی' لہٰذا دوبارہ کشتی کروائی جائے' چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی' جنید خود ہی گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھا لیا بادشاہ بہت ناراض ہوا' اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کی حتیٰ کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ جوتوں کا ہار تیرے گلے میں ڈال کر پورے شہر میں پھرا دوں تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا' آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا' گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہل خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا' مگر جنید کا دل مطمئن رات کو سوئے تو خواب میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنید! تو نے ہماری خاطر یہ ذلت برداشت کی ہے یاد رکھنا کہ ہم تیری ذلت کو عزت میں بدل کر ڈنکے دنیا میں بجا دیں گے'

چنانچہ وہ جنید بغدادی جو ظاہری پہلوان تھا اللہ رب العزت نے اسے روحانی دنیا کا پہلوان بنادیا آج جہاں بھی تصوف کی بات کی جائے گی جنید بغدادی کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۸۳/۳)

بشر حافی کو ادب سے کیا مقام ملا......

بشر حافی کا مشہور واقعہ ہے حافی کہتے ہیں ننگے پاؤں چلنے والا' یہ شراب پیتے تھے ''پولیس مین تھے'' جا رہے تھے۔ایک کاغذ پر اللہ کا نام دیکھا دل میں خیال آیا اللہ کا نام کاغذ پر لکھا زمین پر پڑا ہے تو اسی وقت اللہ کا نام اٹھایا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا اسی وقت اللہ نے الہام فرمایا' اے میرے پیارے تو نے میرے نام کو اپنے پاؤں سے اٹھا کے سر تک پہنچایا' میں تمہارے نام کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچاؤں گا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقط اپنے نام کے ادب کی وجہ سے اپنی محبت عطا فرما دی۔جب محبوب سے محبت ہوتی ہے تو اس کا نام بھی پیارا لگتا ہے اور اس کا کام بھی پیارا لگتا ہے اس کی یاد میں بیٹھنے کو دل کرتا ہے یہ سب چیزیں اس کی محبت کے اثرات ہیں (ان المحب لما یحب مطیع) محبوب کی ملاقات سے دل نہیں بھرتا چاہے جتنی مرتبہ ہو۔ (تمنائے دل ص ۴۸)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کی انتہا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا احادیث لکھ رہا تھا قلم نہیں چل رہا تھا' تو میں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس قلم کو ذرا درست کیا تو سیاہی لگ گئی' اسی حال میں مجھے تقاضا محسوس ہوا بیت الخلاء جانے کا' جب میں وہاں بیٹھنے لگا تو بیٹھتے ہی میری نظر انگوٹھے پر پڑی تو میں نے سیاہی دیکھی تو دل میں خیال آیا کہ اگر تقاضے سے فارغ ہوا تو ہاتھ دھوئیں گے اور پانی کی وجہ سے یہ سیاہی جو میں لکھنے میں استعمال کرتا ہوں اس گندے پانی میں شامل ہوگی جو ادب کے خلاف ہے' میں نے تقاضا کو دبایا اور بیت الخلاء سے باہر آیا اور آکر میں نے سیاہی کو صاف جگہ پر دھویا جیسے ہی دھویا اسی وقت الہام ہوا کہ احمد سرہندی! ہم نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کردیا ہے جب علم بھی ہو اور ادب بھی ہو پھر تو رعلیٰ نور ہوا کرتا ہے۔
(خطبات ذوالفقار ۱۱۲/۵)

رمضان کے ادب پر ایمان و جنت نصیب

"نزہۃ المجالس" کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجوسی تھا' یہ وہ وقت تھا جب مسلمان غالب تھے' مگر کفار ان کے درمیان رہتے تھے' ایک مرتبہ مجوسی کے بیٹے نے رمضان المبارک کے دنوں میں کھانا کھایا' جب اس نے کھلے عام کھانا کھایا تو اس مجوسی کو بہت غصہ آیا' اس نے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور تو دن میں اس طرح کھلے عام کھا رہا ہے' خیر بات آئی گئی ہوگئی۔ اس مجوسی کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے' جب اس مجوسی کا انتقال ہوگیا تو ان بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجوسی جنت کی بہاروں میں ہے' وہ بڑے حیران ہوئے اس سے پوچھنے لگے کہ آپ تو مجوسی تھے اور میں آپ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں وہ جواب میں کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میرے بیٹے نے رمضان المبارک میں کھلے عام کھانا کھایا تھا اور میں نے رمضان المبارک کے ادب کی وجہ سے اس کو ڈانٹا تھا' اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ نصیب فرما دیا' اس طرح مجھے اسلام پر موت آئی اور اب میں جنت کے مزے لے رہا ہوں۔ (خطبات ذوالفقار ۲۶۹/۴)

اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں ایک دن آپ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے' ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیری حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے' اس دوران ان کی نظر حضرت پر پڑی' جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے حضرت! پہلے آپ یہاں تھے جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے' آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے علامہ انور شاہ کشمیری نے یہ الفاظ کہے' اور رونا شروع کر دیا' حتیٰ کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کر دیا' حضرت شیخ الہند نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا انور شاہ ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے

اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کیلئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کر کے واپس بھیج دیا۔ جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہند کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کیلئے جا رہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لے کر چلتا' چنانچہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتوی کا خیال آیا' اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی لہٰذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گئے دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی اماں جی! میں محمود حسن ہوں اگر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوا دیں چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت شیخ الہند نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں' اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرما لینا' اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرما دینا تو استادوں کی قدر اس وقت آتی ہے جب دیکھنے کیلئے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۰۶/ ۸)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب کا ادب

مفتی ہند حضرت کفایت اللہ صاحب[1] نے ایک مرتبہ طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ[2] کیسے بنے؟ اب جس کو تفسیر کے ساتھ زیادہ شغف تھا اس نے کہا کہ بڑے مفسر تھے' جس کو حدیث پاک کے ساتھ زیادہ شغف تھا' اس نے کہا کہ محدث تھے' جن کو اشعار کے ساتھ زیادہ دل چسپی تھی اس نے کہا کہ ان کا کلام بڑا اعلیٰ تھا' حضرت خاموش رہے طلباء نے کہا کہ حضرت آپ ہی بتا دیجئے' انہوں نے فرمایا' میں کیا بتاؤں یہ سوال خود ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ انور شاہ کشمیری کیسے بنے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے اور کتاب کے ادب کی وجہ سے علامہ انور شاہ کشمیری بنا دیا' اور ادب کتنا فرماتے تھے کہ اگر

---

[1] آپ شاہجہاں پور میں ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے ۲۲ سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے آپ کی وفات ۱۳ ربیع الثانی حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب آپ کا مدفن ہے۔ (تیس بڑے اولیاء)

[2] آپ کی ولادت ۲۷ شوال بروز شنبہ بوقت صبح کشمیر میں واقع وودواں مقام میں ہوئی۔ ۱۳۰۷ھ میں سولہ سال کی عمر میں دیوبند میں داخل ہو کر چار سال میں تعلیم پا کر ۱۳۱۲ھ میں فارغ ہوئے۔

حدیث پاک کی کتاب پڑی ہے اور مطالعہ کر رہے ہیں اور حاشیہ پڑھ رہے ہیں تو حاشیہ کا رخ بدل کر اور خود بیٹھ کر حاشیہ کو نہیں بدلتے تھے بلکہ اٹھ کر دوسری طرف آتے اور پھر حاشیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے' اور فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ بھی نہیں لگایا' حدیث کی کتاب کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگاتے تھے' اور فرماتے تھے کہ میں کتابوں کے رکھنے میں بھی خیال کرتا تھا' کبھی میں نے قرآن پاک کے اوپر تفسیر نہیں رکھی تفسیر کے اوپر حدیث کی کتاب نہیں رکھی۔ حدیث کی کتاب کے اوپر فقہ کی کتاب نہیں رکھی' فقہ کی کتاب کے اوپر میں نے تاریخ کی کتاب نہیں رکھی میں کتابوں کے رکھنے میں بھی ان کے درجات کا خیال رکھتا تھا اس ادب کی وجہ سے پروردگار نے قبولیت عطا فرمائی۔ (خطبات ذوالفقار ۲۱۳/۵)

چار نعمتوں کا خاص ادب کیجئے......

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو بھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا' میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔

دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا' اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ تیسری بات یہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ۱۹۹/۲)

مکھی کے ادب پر مغفرت

ایک کتاب میں اس عاجز نے ایک عجیب واقعہ پڑھا ایک خطیب' خوش نویس اور کاتب تھے جو قرآن پاک لکھا کرتے تھے انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا وہ کہنے لگے کہ میں جب بھی قرآن پاک لکھتا تھا تو ہر دفعہ لکھنے کیلئے جب میں قلم اٹھاتا تو کوئی نہ کوئی مکھی قلم کے ساتھ آ کر سیاہی چوسنے کیلئے بیٹھتی وہ فرمانے لگے کہ میں نے سات قرآن پاک شروع سے لے کر آخر تک لکھے لیکن ایک بات میرے مشاہدہ میں آئی کہ قرآن پاک کی ہر آیت پر سیاہی میں سے

مکھی نے حصہ لیا' لیکن جب میں یہ آیت لکھتا تھا:

"لا تقربوا مال الیتیم"

کہ اموال یتیم کے قریب بھی نہ جاؤ' جب میں اس کے لیے سیاہی لیتا تھا تو سائھ قرآن پاک لکھتے ہوئے کبھی مکھی نے اس میں سے حصہ نہ لیا اللہ رب العزت کے اس حکم کا ایک مکھی جیسے جاندار میں بھی اتنا ادب حالانکہ یہ حکم انسانوں کو ہو رہا ہے لیکن اس کو لکھنے کیلئے جو سیاہی لی جا رہی ہے مکھی بھی اس سیاہی کو چوسنا پسند نہیں کرتی۔ (خطبات ذوالفقار ۲۱۲/۵)

قبلہ رو بیٹھنے کی فضیلت

میں نے ایک کتاب میں واقعہ پڑھا کہ ایک دوست فرماتے تھے کہ میرے دو طالب علم تھے اور دونوں قرآن پاک یاد کرنے والے تھے' ایک کی نشست ایسی تھی کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف تھا اور دوسرے کی پیٹھ قبلے کی طرف تھی' وہ فرماتے ہیں کہ جس کا رخ قبلہ کی طرف تھا وہ دوسرے سے ایک سال قبل قرآن پاک کا حافظ بن گیا' اسی لئے ہمارے مشائخ بھی اپنے رخ کو قبلے کی طرف رکھنے کا التزام فرمایا کرتے تھے' ہر جگہ ممکن نہیں ہوتا لیکن جہاں ممکن ہو انسان کوشش کرے۔ (خطبات ذوالفقار ۲۱۴/۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللہ
اللہ
اللہ
نسبت
اور
برکت وکرامت
ازافادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسبت کی لاج رکھئے......

جس کو کسی سے نسبت ہو جاتی ہے وہ اس نسبت کی لاج رکھا کرتا ہے ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قحط کے زمانہ میں ایک لڑکا غلہ لینے آیا آپ نے اسے کچھ غلہ دے دیا اس کے بعد اس نے آپ کو کوئی بات بتائی تو آپ اتنے خوش ہوئے کہ اس کو اور زیادہ غلہ دیا' اور انعامات و اعزازات کے ساتھ رخصت کیا' اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اے میرے پیارے پیغمبر! آپ نے اس لڑکے کا اتنا زیادہ اکرام کیوں کیا؟ عرض کیا' رب کریم! میں نے تو ابتداء میں وہ حصہ دیا جو بنتا تھا لیکن اس نے مجھے بتایا کہ میں وہ لڑکا ہوں جس نے بچپن میں آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی' اس بات کو سن کر میرے دل میں محبت تڑپ اٹھی' کہ یہ وہ لڑکا ہے جس نے بچپن میں میری گواہی دی تھی' آج یہ بے حال ہو کر میرے پاس کچھ لینے کو آیا ہے میں کیوں نہ اس گواہی کی وجہ سے اس کا اکرام کروں اس لیے اے اللہ تعالیٰ! میں نے اس کا اکرام کیا' میں نے اسے وہ کچھ دیا جو میرے اختیار میں تھا' رب کریم نے وحی نازل فرمائی' اے میرے پیغمبر! جس نے آپ کی پاک دامنی کی گواہی دی آپ نے اس کو اتنا کچھ دیا جو آپ دے سکتے تھے' آپ نے وہ کچھ کیا جو آپ کی شان کے مطابق تھا' یاد رکھئے جو بندہ دنیا میں میری الوہیت کی گواہی دے گا' میری ربوبیت کی گواہی دے گا' جب وہ میرا بندہ قیامت کے دن میرے سامنے آئے گا تو میں پروردگار بھی وہ کچھ دوں گا جو میری شان کے مطابق ہوگا۔

(خطبات ذوالفقار ص ۷۵/۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پر گھوڑا بھی تازہ دم......

فتوح الشام میں ایک صحابی حضرت ضرار بن ازور[1] کے بڑے عجیب و غریب واقعات ہیں میرے خیال میں وہ اس کتاب کے ہیرو ہیں ان کے بارے میں کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں مسلسل آٹھ گھنٹے جہاد کرنا پڑا بالآخر کفار کے گھیرے میں آ گئے مسلسل آٹھ گھنٹے جہاد کرنے کی وجہ سے ان کا گھوڑا بھی تھک چکا تھا' وہ گھوڑے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے

[1] نہایت ہی مالدار تھے ایمان کے شوق میں ہزار اونٹ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے آپ کی شہادت کی تاریخ کے متعلق مختلف اقوال ہیں ایک قول کے مطابق جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (سیر الصحابہ ص ۱۰۲/۳، اسد الغابہ ص ۵۲/۳)

تھے مگر وہ آگے نہیں جاتا تھا‘ جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرا گھوڑا تھک چکا ہے تو انہوں نے سوچا کہ اب تو میں گرفتار ہو جاؤں گا کتاب میں لکھا ہے کہ وہ اس وقت اپنے گھوڑے پر جھکے اور اس کی پیشانی پر محبت کا ہاتھ پھیر کر گھوڑے سے کہا اے گھوڑے تو تھوڑی دیر کیلئے میرا ساتھ دے دے ورنہ میں نبی ﷺ کے روضے پر جا کر تیری شکایت کروں گا جب انہوں نے یہ الفاظ کہے تو وہ گھوڑا اہنہنایا اور ایسے دوڑا جیسے کوئی تازہ دم گھوڑا دوڑتا ہے اس طرح وہ گھوڑا ان کو کفار کے نرغے سے نکال کر باہر لے گیا‘ سبحان اللہ کچھ وقت کے بعد وہ گرفتار ہو گئے جب حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ حضرت ضرار گرفتار ہو چکے ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے اتنے میں کچھ سوار ان کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہمیں ضرار کے پیچھے جانا چاہئے تاکہ ہم ان کو آزاد کروا کر لائیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۹۷/۸)

عہد نبوت سے قرب کی نسبت جو پا گئے......

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ[2] کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دنیا کی بھی حکمت دی تھی ترمذ کے رہنے والے تھے‘ اس وقت دریا آمو کے بالکل کنارے پر ان کا مزار ہے اس عاجز کو ان کے مزار پر حاضری کا شرف نصیب ہو چکا ہے‘ آپ وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی اللہ رب العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت عامہ تامہ عطا کر رکھی تھی۔ آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا وہ بڑی حسینہ جمیلہ تھی کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں بڑی مدت سے موقعہ کی تلاش میں تھی آج تنہائی ملی ہے آپ میری خواہش پوری کریں‘ آپ کے دل پر خوف خدا غالب ہوا تو رو پڑے آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی۔ وقت گزر گیا اور آپ اس بات کو بھول بھی گئے۔ جب آپ کے بال سفید ہو گئے۔ اور کام بھی چھوڑ دیا تو ایک مرتبہ آپ مصلی پر بیٹھے تھے ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت

---

[1] قبولیت اسلام کے سن میں کئی اقوال ہیں‘ راجح قول کے مطابق ۶ھ کے بعد مسلمان ہوئے جس غزوہ میں شریک ہوئے اللہ پاک نے ان کو فتح دی ۲۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (سیر الصحابہ ۱۷۰/۳)

[2] آپ کا اصل نام ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی ہے آپ کی تاریخ ولادت حتمی طور پر مذکور نہیں البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ تیسری صدی میں ۲۰۵ھ سے لے کر ۲۲۰ھ کے درمیان ہوئی۔ آپ کی قریباً ۲۸ مولفات ہیں جن میں مشہور نوادر الاصول فن حدیث میں ہے۔ آپ کی وفات ۲۷۹ھ یا ۳۲۰ھ میں ہوئی۔ (نوادر الاصول ص ۳ تا ۱۹/۱)

جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گزرا تو رونے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتنا رویا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی تھی۔ اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہونگا۔ اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حال میں سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی پوچھا حکیم ترمذی تو کیوں روتا ہے عرض کیا میرے محبوب ﷺ جب میری جوانی کا وقت تھا' جب شہوات کا دور تھا' جو قوت کا زمانہ تھا جب اندھے پن کا وقت تھا' اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتنا رویا کہ وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی۔ لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے تو اے اللہ کے محبوب ﷺ میرے بال سفید ہو گئے لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا میں اس لیے آج بہت پریشان ہوں' رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یہ تیری کمی اور قصور کی بات نہیں جب تو جوان تھا' تو اس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا' اب تیرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرے زمانے سے دوری ہو گئی ہے اس لیے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہو گیا۔

(خطبات ذوالفقار ۸/۴)

نسبت بیعت کی برکت بوقت نزع بھی......

قاری محمد طیب صاحب[1] کے مواعظ میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک عورت ان سے بیعت ہوئی اس کے بعد اس کا حضرت سے رابطہ بھی نہ رہا' البتہ وہ ان کے بتائے ہوئے معمولات پر حتی المقدور عمل کرتی رہی بیس سال کے بعد اس پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوئی تو وہ اچانک کہنے لگی وہ دیکھو' حضرت آ رہے ہیں پھر کہنے لگی' وہ دیکھو حضرت میرے پاس آ گئے پھر

[1] آپ ۱۳۱۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے سب سے پہلے حضرت شیخ الہند سے بیعت ہوئے پھر پانچ ماہ میں حضرت شیخ الہند کا انتقال ہوا تو حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ۱۳۴۱ھ میں آپ دارالعلوم کے مہتمم بنا دیئے گئے' ۶ شوال ۱۴۰۳ھ ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ (سو بڑے اولیاء ۱۰۹)

کہنے لگی حضرت مجھے کچھ پڑھا رہے ہیں اس نے خود ہی پوچھا حضرت! آپ مجھے کیا پڑھا رہے تھے؟ پھر خود ہی کہنے لگی اچھا میں پڑھتی ہوں چنانچہ اس نے پڑھا "لا الــــہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور جان جان آفرین کے حوالہ کر دی۔ (خطبات ذوالفقار ۱۳۵/۷)

جس قبرستان کو اہل اللہ کی نسبت ہو گئی......

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو جہاں ان کو دفن کیا گیا' وہاں سے خوشبو آتی رہی جیسے امام بخاری کو دفن کیا گیا تو خوشبو آتی تھی اب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ قبر سے خوشبو کیسے آئی او خدا کے بندے! اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اگر پھول زمین پر پڑا ہو تو مٹی کے اندر خوشبو آ جاتی ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی پھول کی مانند تھے۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدت باگل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

وہ گل تھے اس پھول کی خوشبو مٹی میں سما گئی تھی اور پھر مٹی سے انسانوں کو محسوس ہونے لگ گئی تھی کافی عرصے کے بعد حضرت مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفاء میں سے کسی کو خواب میں نظر آئے اس نے پوچھا' حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت کے حضور میری پیشی ہوئی (حضرت اکثیر البکاء تھے ان کی طبیعت غمزدہ رہتی تھی) حضرت نے خواب میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احمد علی! تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ یہ سن کر میں اور زیادہ ڈر گیا کہ مجھ سے پوچھا جا رہا ہے۔ جب میں اور زیادہ ڈر گیا تو مجھے فرمایا: احمد علی! تم اور ڈر گئے آج تمہارے ڈرنے کا دن نہیں' بلکہ انعام پانے کا دن ہے ہمیں تمہارا اکرام کرنا ہے لہٰذا ہم نے تمہاری مغفرت کی اور جس قبرستان میں تمہیں دفن کیا گیا ہم نے وہاں کے بھی تمام مردوں کی مغفرت کر دی' سبحان اللہ نسبت بڑی عجیب چیز ہے۔

لاہور کا ایک قصبہ سیالکوٹ ہے۔ اس کے قریب نہر ہے وہاں طبابت کرتے تھے خاص بات یہ تھی کہ زاہدوں اور فقیروں کا علاج کرتے اور امراء کے علاج سے گریز کرتے آپ کی وفات ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔ (تذکرہ علماء ہند ۳۴۴)

نسبت بیعت سے دل کی کایا پلٹ گئی......

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل واڈی دامت برکاتہم انگلینڈ میں ہیں انہوں نے خود ایک واقعہ سنایا چونکہ انہوں نے یہ واقعہ خود سنایا اس لئے یہ عاجز بھی آپ حضرات کو سنانے کی جرأت کر رہا ہے یہ واقعہ سنتے ہوئے نسبت کی برکت کا خیال رکھیے گا۔

فرمانے لگے کہ میرا ایک بیٹا محمد قاسم ہے (اس عاجز کی ان سے بھی ملاقات ہوئی) کہنے لگے کہ وہ انگریزی پڑھ کر یونیورسٹی میں پروفیسر بن گیا' پروفیسر بننے کے بعد اس کے خیالات دہریت کی طرف چلے گئے' جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو پھر نماز روزہ تو دور کی بات ہوتی ہے جس کو وجود باری تعالیٰ میں ہی شک پڑ جائے دین میں ہی شک پڑ جائے تو پھر اعمال کرنا تو دور کی بات رہ جاتی ہے' گھر کے سارے بچے حافظ قاری اور عالم اور بیٹیاں بھی حافظ' عالمہ فاضلہ مگر ان کا یہ بیٹا دوسروں سے ذرا انوکھا بنا کیونکہ یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کی تھی' وہ ڈارون تھیوری کے پیچھے لگ گئے جس کی وجہ سے ان کو وجود باری تعالیٰ کے بارے میں شک پڑ گیا اور زندگی میں غفلت آ گئی۔

فرمانے لگے کہ میں نے ایک دن حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا' حضرت! سارا گھرانہ علماء کا ہے بچیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں مگر یہ بچہ گھر میں ایسا بن گیا ہے کہ اس کا عجیب حال ہے' ہمارے دل میں ہر وقت دکھ اور غم ہے اس کی والدہ بھی روتی ہے اور میں بھی روتا ہوں مہربانی فرما کر کوئی ایسی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بدل دے' حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بیعت کر لے' اب اس کو والد صاحب نے سمجھایا کہ بیٹا! تم بیعت کر لو اس نے جواب دیا کہ جب میں نے نماز ہی نہیں پڑھنی تو مجھے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ مولانا نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ حضرت! میرا بیٹا کہتا ہے کہ میں نے جب نہ نماز پڑھنی ہے اور نہ قرآن پڑھنا ہے تو پھر بیعت کا کیا فائدہ؟ حضرت نے فرمایا کیا میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور قرآن پڑھے۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ بیعت کر لے' یہ ایک عجیب بات ہے جو عام بندے کو سمجھ نہیں آتی۔

اگلے دن اس کے والد نے پھر کہا' بیٹا! یہ بزرگ ہمارے ہاں تشریف لاتے ہیں تمہاری سب بہنیں اور بھائی ان سے بیعت ہیں' میں بھی بیعت ہوں تم بھی بیعت ہو جاؤ' اس طرح ہمارے گھر کے سب افراد بیعت ہو جائیں گے اس نے کہا ابو! میں نے کرنا تو کچھ ہے نہیں باپ نے کہا' بیٹا! تم کچھ نہ کرنا' صرف بیعت ہو جاؤ' اس نے دل میں سوچا کہ چلو ابو راضی ہو جائیں گے اس لیے میں بیعت ہو ہی جاتا ہوں اب اس نوجوان کو کیا پتہ تھا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو چند کلمات پڑھ لئے جاتے ہیں وہ بندے کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں وہ اس راز سے واقف نہیں تھا چنانچہ کہنے لگا اچھا جی میں بیعت ہو جاتا ہوں اس نے اگلے دن حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

بیعت ہونے کے بعد اس کے دل کی سوچ بدلنا شروع ہو گئی۔ اس نے حضرت کی صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا' حضرت سے محبت ہونا شروع ہو گئی۔ نمازیں بھی شروع ہو گئیں تلاوت بھی شروع ہو گئی' زندگی کے لیل و نہار بدلنا شروع ہو گئے' حتیٰ کہ اس نے علم پڑھنا شروع کر دیا' تہجد گزار بن گیا' اتنا ذاکر شاغل بنا کہ اس کو چند سالوں کے بعد ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرما دی' وہ نوجوان جو دہریہ تھا اور خدا بیزار ذہنیت کا مالک تھا اس پر صرف بیعت کے چند کلمات پڑھنے کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے دل میں عشق الٰہی کا ایسا شعلہ پیدا ہوا کہ بالآخر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اس عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور وہاں ری یونین میں لوگوں نے بتایا کہ انکی وجہ سے سینکڑوں نوجوان کفر سے توبہ کر کے اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔

میرے دوستو! جو لوگ کلمہ بھی نہیں پڑھے ہوتے ان کے دلوں پر ان کلمات کا اتنا اثر ہوتا ہے تو جو کلمہ گو ہوں اور دل میں طلب اور تڑپ رکھنے والے ہوں گھروں سے چل کر آئے ہوئے ہوں اگر وہ یہ کلمات پڑھیں گے اور وہ نسبت کا تعلق حاصل کریں گے تو اللہ رب العزت ان کے دل کی دنیا کو کیسے بدلیں گے۔ (خطبات ذوالفقار ج ۷/۹)

باسی روٹی کو بھی نسبت قرب مل گئی......

ایک بزرگ کے سامنے جب بھی دستر خوان پر روٹیاں رکھی جاتیں تو وہ ٹھنڈی روٹی پہلے کھاتے اور گرم روٹی بعد میں' کسی نے کہا' حضرت! جب ٹھنڈی اور گرم دونوں قسم کی روٹیاں

موجود ہوں تو جی تو چاہتا ہے کہ گرم روٹی پہلے کھائیں کیونکہ ٹھنڈی روٹی تو ٹھنڈی ہو چکی ہوتی ہے اس لیے وہ بعد میں کھانی چاہیے' مگر اللہ والوں کی نگاہ کہیں اور ہوتی ہے' انہوں نے فرمایا نہیں یہ ٹھنڈی اور گرم دونوں میرے سامنے ہوتی ہیں' میں ان پر نظر دوڑاتا ہوں' اور اپنے دل سے پوچھتا ہوں کہ اے دل! تیرا جی چاہتا ہے کہ گرم روٹی کھا کر لطف اٹھائے مگر سوچ تو سہی کہ ٹھنڈی روٹی پہلے پکی اس لیے اس کو قرب کی نسبت زیادہ حاصل ہے اور گرم روٹی بعد میں پکی اس لیے اس کو دوری کی نسبت ہے لہٰذا میں قرب کی نسبت والی روٹی پہلے کھاتا ہوں اور بعد والی روٹی کو بعد میں کھاتا ہوں اندازہ لگایئے کہ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ سے جو نسبت ہوتی تھی اللہ والے اس نسبت کا بھی خیال کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۸۲/۳)

نسبت اتحادی کے پیکر کون تھے؟

ایک مرتبہ چودہ سو صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے چلے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام نے کفار سے صلح کیلئے بات طے کر دی اور صحابہ سے فرما دیا کہ احرام کھول دو ہدی کے جانوروں کو ذبح کر دو اور تم واپس چلو صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ ہم تو دل میں عمرہ کرنے کی تمنا لے کر چلے تھے' ہم کیسے واپس جائیں' صحابہ کرامؓ کو حیرانی اس بات پر ہوئی کہ ایک طرف تو ظاہراً اللہ کے محبوب ﷺ دب کر صلح کر رہے ہیں اور دوسری طرف آیتیں اتر رہی ہیں کہ یہ فتح مبین ہے' اس وقت عمر ابن خطابؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ ہم نے ان کفار کی سب شرائط مان لیں اور اپنی سب شرائط چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! اللہ رب العزت نے ہمیں فتح مبین عطا فرما دی ہے' حضرت عمر ابن خطابؓ خاموشی سے واپس چلے آئے واپس آ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا ابوبکر! کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم نے ان کی سب شرائط مان لیں حالانکہ اللہ نے اسلام کو عزت دی ہے' مگر ہم تو دب کر صلح کر رہے ہیں ابوبکر صدیقؓ نے بھی وہی الفاظ ادا کیے فرمایا عمر! تمہاری آنکھ دیکھ رہی ہے کہ ہم نے دب کر صلح کی ہے مگر میرے مالک کا فرمان ہے: کہ یہ فتح مبین ہے سبحان اللہ! صحابہ کرامؓ میں سے ابوبکر صدیقؓ کی ذات ہی ایسی تھی جس نے اس کو اس وقت فتح مبین سمجھ لیا تھا' جب سب صحابہ کرامؓ یہ بات تھوڑی دیر

کیلئے سمجھ نہ سکے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے جانور ذبح کیا اور اپنا احرام مبارک اتارا تو باقی صحابہ کو بھی شرح صدر ہو گیا' مگر سیدنا صدیق اکبرؓ کو شرح صدر محبوب ﷺ کے قول مبارک سے ہی ہو گیا' اس سے ثابت ہوا کہ ان کو نسبت اتحادی نصیب تھی۔

دستِ نبوی ﷺ کی برکت دیکھی آپ نے؟

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے روٹیاں لگائیں' نبی علیہ السلام نے بھی ایک دو بنا کر لگا دیں' کافی دیر کے بعد جب سب پک گئیں تو حیران ہوئیں کہ اس میں سے ایک دو پک ہی نہیں رہیں' اس طرح آٹے کا آٹا موجود ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا بیٹا! کیا ہوا؟ عرض کیا' حضور ﷺ! دو تین روٹیاں ایسی ہیں جو پک نہیں رہیں۔ فرمایا یہ وہی روٹیاں ہونگی جن پر تیرے والد کے ہاتھ لگ گئے اب آگ اس آٹے پر اثر نہیں کر سکتی تو نبی علیہ السلام جس چیز کو چھو لیتے تھے اس پر یوں اثرات ہو جاتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۹۲)

لمسِ نبوی ﷺ کی برکت سنی آپ نے......

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے گھر گیا' میں کھانا کھا رہا تھا' انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ تولیہ لاؤ' جب وہ تولیہ لائیں تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا' حضرت انسؓ نے اس کو غصہ کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ جاؤ اسے صاف کر کے لاؤ' فرماتے ہیں کہ وہ بھاگ کر گئی اور جلتے ہوئے تنور کے اندر تولیہ کو پھینک دیا تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہ تولیہ باہر نکالا' تو بالکل صاف ستھرا تھا' وہ گرم گرم تولیہ میرے پاس لائی میں نے ہاتھ تو صاف کر لیے مگر حضرت انسؓ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا' وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تھے میں نے یہ تولیہ محبوب ﷺ کو ہاتھ مبارک صاف کرنے کیلئے دیا تھا' جب سے محبوب ﷺ نے ہاتھ مبارک صاف کئے آگ نے اس تولیہ کو جلانا چھوڑ دیا ہے جب یہ تولیہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے تنور میں ڈال دیتے ہیں آگ میل کچیل کو کھا لیتی ہے اور ہم صاف تولیہ کو باہر نکال لیتے ہیں۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ۱۲۰/ ۷)

حضرت عمرؓ کے رومال کی تاثیر بھی عجیب......

سیدنا عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ طیبہ میں ایک مرتبہ آگ نکلی حضرت عمرؓ

نے حضرت تمیم داریؓ کو بھیج دیا' انہوں نے اپنے رومال کو چابک کی طرح بنالیا اور اس رومال کو آگ پر مارنا شروع کر دیا' آگ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی جیسے چابک کے لگنے سے جانور بھاگ رہا ہوتا ہے چونکہ محبوب ﷺ کی ان کو دعائیں تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کپڑے میں ایسی تاثیر رکھ دی کہ اس کی برکت سے آگ ہٹتی ہٹتی جہاں سے آئی تھی بالآخر وہیں پہنچ گئی۔

(خطبات ذوالفقار: ۱۴۰/۷)

حضرت جابرؓ کے کھانے میں برکتوں کا ظہور

حضرت جابر بن عبداللہ ایک صحابی ہیں ان کی بیوی کے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا' خندق کھودی جا رہی تھی' ان کے دل میں خیال آیا کہ نبی علیہ السلام کئی دنوں سے خندق کھود رہے ہیں پتہ نہیں کہ کھانا بھی ملا ہے یا نہیں' لہٰذا میں گھر میں کھانا بنا دیتی ہوں اللہ کے محبوب ﷺ تشریف لے آئیں اور میرے گھر میں کھانا کھالیں اور آرام فرمالیں' چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو بھیجا کہ جائیں اور اللہ کے محبوب ﷺ کو دعوت دیں کہ حضرت! آپ خود بھی تشریف لائیں اور اپنے ساتھ دو تین حضرات کو بھی لے آئیں' ہمارے پاس تین چار بندوں کا کھانا ہے' ہم چاہتے ہیں آپ تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں۔ حضرت جابرؓ نے آ کر نبی علیہ السلام کو دعوت دی دعوت کا پیغام سن کر نبی علیہ السلام نے پوری فوج میں اعلان کروا دیا' کہ جی آج جابر بن عبداللہؓ کے گھر میں دعوت ہے اور سب مجاہدین کھانا کھانے کے لئے ان کے گھر چلیں' جب حضرت جابرؓ نے یہ سنا تو تیزی سے گھر کی طرف چلے تاکہ میں جا کر بتاؤں کہ یہ مسئلہ بن گیا ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

جابر! ہمارے آنے کا انتظار کرنا ہنڈیا چولہے پر رہے اور روٹیاں چادر کے اندر چھپی رہیں میں خود آ کر شروع کرواؤں گا' انہوں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ اب تو سو آدمی آ رہے ہیں' ان کی بیوی بڑی سمجھ دار تھی' اس نے کہا اچھا مجھے ایک بات بتاؤ' کہ ان نو سو آدمیوں کو دعوت آپ نے دی ہے یا نبی ﷺ نے دی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے تو صرف نبی علیہ السلام کو دعوت دی تھی' آگے نبی علیہ السلام نے اعلان کروایا ہے یہ سن کر وہ کہنے لگی اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے جب کھانا تیار ہوا تو نبی علیہ السلام تشریف لے گئے صحابہ کرامؓ بھی پہنچ گئے نبی علیہ السلام خود تقسیم کرنے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ روٹیاں نکال نکال کر دیتے رہے

اور سالن بھر بھر کر دیتے رہے حتیٰ کہ نو سو آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پورا لشکر پیٹ بھر کر واپس آ گیا' بعد میں حضرت جابرؓ نے دیکھا تو سالن بھی اتنا ہی تھا اور روٹیاں بھی اتنی ہی تھیں۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ۱۸۰)

ادھر دودھ کا ایک پیالہ اور ادھر اصحاب صفہ......

حضرت ابوہریرہؓ کئی کئی دنوں تک بھوکے رہتے تھے' وہ فرماتے تھے کہ ایک دن مجھے بھوک لگی ہوئی تھی' میں بھوک کی وجہ سے اتنا تنگ تھا میں نے سوچا کہ نماز عشاء پڑھ کر مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ جاؤں گا اور کوئی اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے گا' ان حضرات کو مہمان نوازی کی عادت تھی۔ کہنے لگے میں بیٹھا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے انہوں نے سلام تو کیا لیکن کھانے کی دعوت نہیں دی' حالانکہ ان کی عادت ایسی نہیں تھی' میں سمجھ گیا کہ آج ان کے گھر بھی کچھ نہیں ہے ورنہ مجھے دعوت ضرور دیتے' پھر حضرت عمرؓ آئے انہوں نے بھی سلام کیا اور چلے گئے میں سمجھ گیا کہ آج ان کے گھر میں بھی فاقہ ہے ان کے بعد اللہ کے نبی علیہ السلام تشریف لائے' مجھے دیکھ کر پہچان گئے اور مسکرا کر فرمایا ابوہریرہؓ آؤ تجھے کچھ کھلاتے ہیں میں کئی دنوں سے بھوکا تھا لہٰذا میں خوشی خوشی اللہ کے محبوب ﷺ کے ساتھ چلنے لگا' نبی علیہ السلام نے گھر میں پیغام بھجوایا کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے تو ام المومنینؓ نے جواب دیا کہ کھانے کو تو کچھ نہیں البتہ پینے کیلئے دودھ کا پیالہ پڑا ہے' نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: چلو وہی دے دو' ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ کھانے کو کچھ نہیں صرف دودھ کا پیالہ ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ ادھر بھی فاقہ ہے' پھر میں نے سوچا کہ چلو دودھ کا پیالہ تو پیتے ہیں اللہ کی شان کہ جب وہ دودھ کا پیالہ نبی علیہ السلام کے ہاتھوں میں آیا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا ابوہریرہؓ جاؤ' اصحاب صفہ کو بلا لاؤ' اصحاب صفہ ستر آدمی تھے' فرماتے ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اگر میں ان ستر بندوں کو بلاؤں گا تو نبی علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ اب تم ان کو دودھ پلاؤ اس کا مطلب ہے کہ میرا نمبر آخر پر آئے گا پتہ نہیں کہ آج میرے لیے بچے گا یا نہیں بچے گا' بہر حال میں گیا اور اصحاب صفہ کو بلا لایا۔

۱؎ آپؓ اپنی کنیت سے اس طرح مشہور ہوئے کہ نام مخفی ہو گیا' ۳۵ اقوال آپ کے نام کے بارے میں ہیں مشہور نام عبدالرحمن بن صخر ہے' ۷ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور مشرف بہ سلام ہوئے ۵۷ھ ۷۸ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں آپ کی تدفین ہوئی۔ (سیر الصحابہ ۲/۵۲) حصہ اول

جب ستر اصحاب صفہ آ گئے تو نبی علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہؓ ان سب کو دودھ پلاؤ کہتے ہیں کہ میں نے پیالہ لیا اور ایک صحابی کو پینے کیلئے دے دیا' اور دیکھنے لگا کہ کچھ بچتا ہے یا نہیں' جب اس کا پیٹ بھر گیا تو اس نے پیالہ واپس دے دیا میں نے دیکھا کہ کوئی خاص کمی نہیں آئی تھی' پھر میں نے دوسرے صحابی کو دیا' حتیٰ کہ میں نے ستر بندوں کو دودھ کا وہ پیالہ پلایا لیکن ابھی دودھ موجود تھا' اس کے بعد وہ پیالہ میرے ہاتھوں میں آیا نبی علیہ السلام مجھے فرمانے لگے' ابو ہریرہؓ! اب تو پی لے' چنانچہ ہم نے خوب سیر ہو کر پیا' جب میرا پیٹ بھر گیا اور میں نے بس کر دی' تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ابو ہریرہؓ اور پی' چنانچہ میں نے اور پیا حتیٰ کہ خوب پیٹ بھر گیا اب جب ہم نے پیالہ ہٹایا تو اللہ کے محبوب ﷺ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابو ہریرہؓ اور پی لے' میں نے پھر پیالہ منہ سے لگا لیا اور اتنا پی لیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اب تو یہ باہر آ جائے گا میں نے کہا' اے اللہ کے نبی ﷺ اب میرا پیٹ بھر گیا ہے نبی علیہ السلام مسکرائے اور پھر آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ لے کر اس میں سے دودھ نوش فرمایا اور دودھ ختم ہو گیا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۸۲/۱۱)

صحت' ہزار نعمت بھی باعث برکت بھی

ہم لوگ ایک مرتبہ قزاقستان گئے تو ہمارے ساتھ امریکہ کے بھی کچھ دوست تھے' ایک جگہ میزبان نے علماء کو دعوت دی' اس نے ایک بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر سب کے سامنے رکھا' اب بھنا ہوا گوشت کھانا اچھا تو بڑا لگتا ہے مگر چربی ساتھ تھی' چربی سے تو آج کل کے نوجوان بھی گھبراتے ہیں اور ڈاکٹر بھی منع کرتے ہیں۔ ہم لوگ تو چن چن کر وہ بوٹیاں ڈھونڈتے جن کے ساتھ چربی بالکل نہ ہوتی ہمارے ساتھ ایک عالم آ کر بیٹھ گئے جن کی عمر ماشاء اللہ کہیں ۹۵ سال تھی اور وہ صرف چربی کھا رہے تھے' ہم لوگ جو چربی اتار کے رکھتے وہ اس کو اٹھا کر کھا لیتے' ہمارے لئے اس بات کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا کہ اتنی چربی؟ جب ہم پریشان ہو گئے تو انہوں نے چمچ اٹھائی اور جو چربی نیچے شوربے میں تھی وہ بھر بھر کے پینا شروع کر دی' چربی کی بوٹی کھاتے اور اوپر سے چربی کی چمچ پی لیتے' یا اللہ! اب تو ہمارے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا' اس عاجز نے پہلے ان سے سلام دعا تو کیا ہی تھا اب ذرا تھوڑی بات بڑھائی اور ان سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہو گی؟ کہنے لگے ۹۶ سال عاجز نے پوچھا کہ

صحت ٹھیک رہتی ہے؟ فرمانے لگے کہ پچانوے سال کی عمر میں آج تک میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک گولی بھی اپنے منہ میں نہیں ڈالی نہ میں نے آج تک کسی ڈاکٹر کو اپنا ہاتھ دکھایا' ہم لوگ ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ یہ عمر میں برکت ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۷/۱۲)

نسبتِ بیعت کی ترویج کا حکم منامی

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ چوک قریشی والے اپنے آپ کو بکروال کہا کرتے تھے بہت بڑے شیخ تھے انہوں نے یہ واقعہ مسجد میں بیٹھ کر باوضو سنایا اور اس عاجز نے مسجد میں بیٹھ کر باوضو سنا' اب مسجد میں باوضو آپ حضرات کو سنا رہا ہوں پوری ذمہ داری کے ساتھ' الفاظ میں تبدیلی تو ہو سکتی ہے مفہوم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی سمجھ گئے تو یہ روایت بالمعنی ہے کہ مفہوم بالکل وہی ہوگا الفاظ اپنے ہوں گے۔

فرمانے لگے کہ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا اور اپنے شیخ کی بکریاں چرایا کرتا تھا' بکریاں خود بھی کھاتیں اور میں بھی گھاس توڑ توڑ کر ان کو کھلاتا' جب بکریاں واپس آتیں تو میں شام کو گھاس کی ایک گٹھڑی بھی سر پر لے آتا تاکہ رات کو بھی بکریاں گھاس کھائیں' میرے دوست احباب تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھتے اور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تم عبدالمالک کو خلافت دے دو فرماتے ہیں کہ جب خلافت ملی تو میں بہت حیران ہوا کہ میں تو اس قابل نہیں تھا' ایک دو گھنٹے تو روتا ہی رہا دوسرے خلفاء نے تسلی دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک بوجھ سر پر رکھا ہے تو اٹھانے کی توفیق بھی دیں گے' کہنے لگے کہ میں نے اپنے دل میں نیت کر لی کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ امانت دے دی ہے مگر میں یہ آگے کسی کو دینے کا اہل نہیں اس لیے میں کسی شخص کو بیعت نہیں کروں گا اسی طرح حضرت کی خدمت میں ایک سال گزر گیا۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں آگ تاپ رہے تھے کہ میری طرف غصے سے دیکھا' میرے تو پاؤں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی میں نے پوچھا حضرت! خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے کہ ابھی ابھی مجھے کشف میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبدالمالک سے کہو کہ اس نعمت کو تقسیم کرے ورنہ ہم اس نعمت کو واپس لے لیں گے اور چونکہ

محبوب ﷺ کی طرف سے یہ حکم ہے اس لیے تم اپنا بستر اٹھاؤ اور جیسے ہی اندھیرا ختم ہو اپنے گھر جاؤ وہاں جا کے لوگوں کو اللہ اللہ سکھاؤ' میں تو روتا رہ گیا اور حضرت نے میرا سامان میرے سر پر رکھا اور خانقاہ سے رخصت کر دیا' فرمانے لگے میں نے نکلتے نکلتے کہا حضرت! میں اب کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ اتنے سال ذکر اذکار میں گزار دیئے' اس لیے میرے لئے رزق کی دعا فرما دیں' فرمایا کہ #إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ# اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ میرے قریبی تعلق داروں اور رشتہ داروں میں کوئی ایک رشتہ گھر والوں نے پہلے ہی طے کیا ہوا تھا چنانچہ گھر آتے ہی ماں باپ نے میری شادی کر دی شادی بھی عجیب کہ اس کے بعد کھانے کیلئے ہمارے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں تھا' بیوی مجھے ایسی صابرہ ملی کہ وہ مجھے کہتی کہ آپ درخت کے پتے ہی لے آئیں میں درخت کے پتے لاتا وہ بھی کھالیتی میں بھی کھالیتا اور ایک وقت کا گزارہ کر لیتے۔

ایک دن میرا ایک پیر بھائی میرے گھر آیا وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا ہوا تھا جب وہ آنے لگا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک چھوٹی سی دس کلو گندم کی بوری دی اور ایک رقعہ دیا اور فرمایا کہ یہ عبدالمالک کو دے دینا۔

وہ دوپہر کو میرے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا پسینے میں شرابور بوری سر پر اٹھائی ہوئی تھی' میں نے پوچھا سناؤ بھئی! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا خانقاہ شریف وہ یہ سمجھا کہ پوچھ رہے ہیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اب میں کچھ پوچھ رہا تھا وہ کچھ بتا رہا تھا' میں نے اسے بٹھایا کہ یہ خانقاہ شریف جا رہا ہے اور لنگر کیلئے یہ گندم لے کر جا رہا ہے گھر آ کر بیوی سے کہا کہ مہمان کیلئے کھانا دو اس نے کہا کہ گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے مگر بیوی سمجھدار تھی' اس نے مجھے کہا کہ اگر وہ حضرت خانقاہ کیلئے گندم لے کے جا رہا ہے تو اس سے جا کے اجازت مانگ لو کہ ہم اس گندم میں سے تھوڑی سی پیس لیں پھر اس آٹے کی روٹی پکا کر اس کو کھلا دیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس میں بھلا کونسی شرم کی بات ہے میں نے اسے کہا کہ اگر اجازت ہو تو اسی گندم میں سے تھوڑی سے روٹی بنا دی جائے' وہ فرمانے لگے کہ میں یہ سمجھا کہ گندم تو گھر میں بھی پڑی ہے لیکن چونکہ آپ میرے حضرت سے لائے ہیں تو برکت کیلئے ہم اسی میں سے روٹی پکا دیتے ہیں کہنے لگے کہ ہاں اسی میں سے پکا دیں میں نے اس میں سے تھوڑی سی گندم لی' بیوی کو دی اس نے چکی

میں ڈالی اور آٹا نکال کر اور چکی کے پاٹوں کو اچھی طرح صاف کر کے پورے آٹے کی روٹی پکا کر سامنے رکھ دی۔

جب مہمان نے روٹی کھالی تو ہم نے اسے لسی پلا کے سلا دیا' سونے کے بعد جب وہ اٹھا تو اس نے ایک رقعہ دیا' میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بھی حضرت نے دیا ہے جب بات سمجھ میں آئی کہ حضرت علیہ نے وہ گندم کی چھوٹی سی بوری اس عاجز کی خانقاہ کیلئے دی تھی' کہنے لگے کہ میں خانقاہ کا لفظ سن کے حیران ہوا' خود کھانے کو ملتا نہیں اور لنگر کیلئے گندم آئی ہے میں نے بیوی کو جا کر بتایا کہنے لگی کہ پڑھو تو سہی لکھا کیا ہے میں نے پڑھا تو لکھا ہوا تھا کہ عبدالمالک تم الحمد اللہ کرو اور کراؤ اور اس گندم کو کسی بند جگہ میں ڈال دو اور اس رقعے کو بھی اس میں ڈال دینا اور ایک سوراخ بنالینا اور اس میں سے تم گندم نکال کر استعمال کرنا۔ یہ تمہارے لنگر کیلئے ہے' نیچے لکھا ہوا تھا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

میری بیوی نے ایک بند جگہ میں وہ گندم ڈال دی' اوپر سے ڈھکنا اچھی طرح بند کر دیا' میری بیوی نے اس کے نیچے گندم نکالنے کیلئے سوراخ بنا دیا' وقتاً فوقتاً وہ اس میں سے کچھ گندم نکالتی اور استعمال کرتی' الحمد اللہ آج اس گندم کو استعمال کرتے ہوئے ہمیں چالیس سال گزر گئے ہیں آج بھی میری خانقاہ میں دو تین سو سالکین تک کا روزانہ مجمع رہتا ہے اور سال کے آخر پر ہزار سے زیادہ لوگ اجتماع میں شریک ہوتے ہیں چالیس سال سے ہم لوگ اسی گندم کو استعمال کر رہے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۳۹۱۷۵ ج ۲)

نسبت کے احترام پر گناہوں کی بخشش

حضرت کعب احبارؓ وہ صحابی تھے جو علماء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ انہیں دو پیغمبروں پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی دنیا میں بھی سعادت ملی اور قیامت کے دن بھی ان کو دوہرا اجر ملے گا۔

وہب بن منبہ ان کا عمل نقل کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ آخری صف میں نماز پڑھیں جبکہ دوسرے لوگ دوڑ دوڑ کر پہلی صف میں جاتے۔ کیونکہ پہلی صف کے بارے میں اجر و فضیلت حدیث میں آئی ہے ان کے شاگردوں نے

جب ان کا یہ عمل دیکھا تو پوچھا' حضرت! دوسرے لوگ تو پہلی صف کیلئے کوشش کرتے ہیں اور آپ پہلی صف کی کوشش نہیں کرتے۔ پچھلی صف میں ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ میں نے تورات اور اس کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ امت محمد یہ ﷺ میں سے بعض ایسے بندے ہونگے جو اپنے پروردگار کو اتنے مقبول ہونگے کہ جہاں کھڑے ہو کر وہ نماز پڑھیں گے ان کے پیچھے اقتداء کرنے والے جتنے ہونگے اللہ تعالیٰ ان سب کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے نیک بھائی سب آگے ہوں ممکن ہے کہ کسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے آگ گل گلزار بن گئی......

سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کردیا' اس کذاب نے مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح گرفتار کرلیا اور کہا کہ تم میری نبوت کا اقرار کرلو وہ کہنے لگے' ہرگز نہیں۔ وہ کہنے لگا میں تجھے آگ میں ڈلوادوں گا فرمانے لگے "فاقض ما انت قاض" "تو جو کرسکتا ہے کرلے' کیونکہ پہلے سے ہی ایسا ہوتا ہے آیا ہے چنانچہ اس نے آگ جلوائی اور ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو آگ میں ڈال دیا' انہوں نے اللہ اکبر اور بسم اللہ کے الفاظ پڑھے اور آگ میں چھلانگ لگادی مگر آگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔

جب مسیلمہ کذاب نے دیکھا کہ آگ نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اثر نہیں کیا تو وہ پریشان ہوگیا اور ڈر گیا کہیں اس بندے کی وجہ سے مجھ پر پکڑ نہ آجائے' چنانچہ کہنے لگا اچھا میں تجھے آزاد کرتا ہوں لہٰذا انہیں آزاد کردیا گیا' یہ واقعہ یمامہ میں پیش آیا اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تک پہنچ گئی' ابو مسلم خولانی کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ مجھے نبی علیہ السلام کا دیدار کرنے کیلئے جانا چاہئے' جھوٹے نبی نے تو مجھے جلانا چاہا مگر میرے مالک نے مجھے محفوظ فرمایا' اب کیوں نہ میں سچے نبی ﷺ کے قدموں میں حاضری دے آؤں' چنانچہ یمامہ سے مدینہ حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ قریب آگئے انہوں نے اجنبی شخص کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہنے لگے کہ ابو مسلم خولانی ہوں پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے کہ میں

یمامہ سے آیا ہوں' حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ہم نے سنا ہے کہ یمامہ میں ایک آدمی کو مسیلمہ کذاب نے آگ میں ڈال دیا' مگر آگ نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا' کیا تم نے بھی اس کے بارے میں سنا ہے؟ فرمانے لگے جی ہاں وہ آدمی تو میں ہی ہوں جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمر فاروقؓ بڑے خوش ہوئے فرمانے لگے کہ چلو میں آپ کو خلیفہ رسول ﷺ کے پاس لے کر جاتا' چنانچہ انہیں صدیق اکبرؓ کے پاس لے کر آئے اور کہنے لگے' امیر المومنین آج اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے شخص کو کھڑا کر دیا ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کی یادیں تازہ کر دیں سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نسبت سے ان کو دنیا کی آگ میں جلنے سے محفوظ فرما دیا' بالکل اسی طرح جب ایمان والوں کو قیامت کے دن جہنم کے اوپر سے گزارا جائے گا تو جہنم کی آگ کہے گی "اسرع یامومن ان نورك اطفا ناری" اے مومن جلدی چل کہ تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا ڈالا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۲۱)

وہ جبہ بھی کیسا بابرکت تھا......

کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ خلق قرآن کے مسئلہ کے بارے میں کچھ آزمائشیں آئیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمادیں گے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے' امام شافعی نے اپنے ایک شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خواب سنا دو چنانچہ اس شاگرد نے جا کر خواب سنا دیا کہ خلق قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں آپ کو کامیاب فرمادیں گے اب ظاہر میں تو تکالیف پہنچنے والی بات تھی مگر اللہ والے تو دیکھتے ہیں کہ اس آزمائش میں ہم کامیاب ہو گئے یا نہیں اس خواب میں تو بشارت بھی تھی کہ کامیاب ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ سنت ہے کہ اگر کوئی خوشخبری لائے تو خوشخبری لانے والے کو کچھ ہدیہ پیش کر دیا جائے چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کا اپنا ایک جبہ پڑا ہوا تھا' انہوں نے وہ جبہ اس آنے والے بندے کو ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا' جب شاگرد نے جا کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کارگزاری سنائی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جبہ حاصل کرنے کی فرمائش ظاہر کی' شاگرد نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس جبہ کو پانی میں ڈبو کر رکھتے اور وہ پانی بیمار

کو پلا دیتے تو اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا عطا فرما دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ میں اتنی برکت رکھ دی تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت اس جبہ سے برکت حاصل کرتی تھی۔ (خطبات ذوالفقار ۱۱۸/۷)

اللہ والوں کے ہدیہ کی برکت نہ پوچھئے.....

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بڑا پریشان ہو کر کہنے لگا حضرت! حج کا ارادہ ہے لیکن کچھ بھی پاس نہیں' فرمایا حج پر جاؤ اور میری طرف سے یہ دینار لے کر جاؤ' اس نے کہا بہت اچھا' وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دینار لے کر باہر نکلا' ابھی بستی کے کنارے پر ہی تھا تو دیکھا کہ ایک قافلہ جا رہا ہے اس نے بھی قافلہ والوں کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا پوچھا بھئی! بتاؤ کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ حج پر جا رہے ہیں اس نے کہا میں بھی حج پر جا رہا ہوں مگر میں تو پیدل چلوں گا' وہ کہنے لگے کہ ایک آدمی نے ہمارے ساتھ جانا تھا وہ بیمار ہو گیا جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا ہے اس کا اونٹ خالی ہے آپ اس پر سوار ہو جائیے یہ شخص اونٹ پر بیٹھ گیا اب جہاں قافلے والے رکتے اور کھانا پکاتے اس کو مہمان سمجھ کر ساتھ کھلاتے پورا حج کا سفر اسی طرح طے کیا' آخرکار ان کے ساتھ حج کر کے واپس آیا اور بستی کے کنارے پر انہوں نے اسے اتارا' اس کو کہیں بھی خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی' شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا' حضرت! عجیب حج کیا' میں تو مہمان ہی بن کر پھرتا رہا اور اب یہاں پہنچ گیا ہوں حضرت نے فرمایا کہ تمہارا کچھ خرچ ہوا؟ عرض کیا کہ کچھ بھی خرچ نہیں ہوا فرمانے لگے کہ میرا دینار واپس کر دو اللہ والوں کا ایک دینار بھی خرچ نہیں ہوتا برکت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینار کو خرچ ہی نہیں ہونے دیتے یہ مال میں برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی تھی۔

(خطبات ذوالفقار ۱۷۸/۶)

صاحب ولایت کی برکت

ایک مرتبہ حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے کھیت سے گندم نکالی گئی' وہی گندم پکتی تھی اور خانقاہ کے لوگ کھاتے تھے' الحمدللہ' اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں بھی ایسا ہی سلسلہ بنا دیا ہے ہماری اپنی زمین کی گندم نکلتی ہے اور سارا سال علماء اور طلباء وہی گندم کھاتے ہیں انہوں نے وہ گندم لا کر مسجد کے صحن میں ڈھیر کر دی اس وقت مٹی کے بڑے بڑے بنا کر ان میں گندم کو محفوظ کیا

جاتا تھا' مریدین نے وہ گندم مسجد کے صحن میں سے اٹھا کر بھڑو لے کے اندر ڈالنی شروع کر دی' وہ گندم اٹھاتے رہے مگر ڈھیر ختم ہونے کو ہی نظر نہیں آ رہا تھا وہ جتنی گندم لے جاتے تھے' اتنی پیچھے پڑی ہوتی تھی' وہ دیہاتی لوگ تھے ان بیچاروں کی گردنیں بوجھ اٹھا اٹھا کر تھک گئیں۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ[1] بڑے عقلمند تھے وہ بھی اصل حقیقت سمجھ گئے چنانچہ وہ حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کرنے لگے حضرت جو برکت یہاں ظاہر ہو رہی ہے وہ اندر جا کر ظاہر نہیں ہو سکتی حضرت نے فرمایا بھئی مسئلہ کیا ہے؟ عرض کیا حضرت گندم اٹھا اٹھا کر گردنیں تھک گئی ہیں اب تو صرف ٹوٹنی رہ گئیں ہیں لہٰذا مہربانی فرما کر توجہ فرما دیں' حضرت نے فرمایا: چلو! اٹھاتے ہیں چنانچہ حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ ساتھ آئے اور سب نے گندم اٹھائی اور حضرت نے بھی تھوڑی سی اٹھائی اور ایک ہی مرتبہ وہ ساری گندم اندر چلی گئی' اللہ اکبر (خطبات ذوالفقار ۱۸۳/۱)

حضرت پیر مہر علی شاہ اور نسبت کی برکت

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور واقعہ ہے وہ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے وہ تھکے ہوئے تھے حضرت نے عشاء کی نماز صرف فرض پڑھے اور سو گئے خواب میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہر علی! تو نے فرض پڑھ لیے اور سنتیں نہ پڑھیں جب آپ ہماری سنتیں چھوڑ دیں گے اور نہ پڑھیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ بیدار ہوئے تو حضرت پر گریہ طاری ہو گیا اس کے بعد عشاء کی نماز مکمل کی اور پھر بعد میں مشہور نعت لکھی جو انہوں نے اپنی زبان میں لکھی ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۲۰/۷)

کھا کھا کے تھک گئے مگر پھر بھی کھانا......

حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مولانا صاحب تشریف لائے جو ایک وقت میں صرف ایک بکرا اور اس کے ساتھ روٹیوں کے دو تین بنڈل کھایا کرتے تھے' جب وہ آئے تو انہوں نے حضرت سے کہہ دیا کہ حضرت! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میرا کھانے کا معمول یہ ہے ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کہیں بھوکا ہی نہ رہوں لیکن اتنا کھانے کے

[1] آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی آپ کی وفات چوراسی سال کی عمر میں جمعرات کے دن رمضان المبارک کی چاند رات مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو ہوئی آپ کے خلفاء میں حضرت عبدالمالک صدیقی بھی ہیں۔ (مقامات فضیلہ ص ۹)

باوجود ایک پکے سالک تھے' وہ حافظ قرآن تھے اور ایک بکرا روٹیوں کے دو تین بنڈل کھا کر نوافل کی نیت باندھ لیتے اور پوری رات نوافل میں گزار دیتے تھے' وہ واقعی باخدا بندے تھے لیکن ان کی زیادہ کھانے کی عادت بنی ہوئی تھی۔

جب کھانا کھانے کا وقت آیا تو سب مہمانوں کیلئے ایک دیگ سے کم کھانا تھا' ان مولانا صاحب کو پریشانی لاحق ہوئی کہ اب میرا کیا بنے گا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر والے خادم کو بلا کر فرمایا کہ ان کو بھی دو چپاتیاں اور شوربے میں ایک بوٹی ڈال کر دینا' مولانا صاحب حیران پریشان تھے کہ میرا کیا بنے گا' لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ وہ مولانا صاحب دسترخوان پر بیٹھ کر روٹی اور سالن کھاتے رہے حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا لیکن ان سے دو روٹیاں اور سالن ختم نہ ہوا' یہ حضرت کی کرامت تھی' اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت دی کہ وہ مولانا صاحب کھا کھا کر تھک گئے ان کا پیٹ بھر گیا لیکن کھانا ختم نہ ہوا۔ (خطبات ذوالفقار ۱۹۰/۳)

جبہ کی برکت سے علاقہ فتح یاب

ایک دفعہ ملاقات کے درمیان محمود بادشاہ نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت! میں نے سومنات پر حملہ کا ارادہ کیا ہے جبکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے مقابلہ سخت ہے مہربانی فرما کر دعا فرمادیں کہ اللہ ہمیں کامیابی عطا فرمائے جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کیلئے عرض کیا تو حضرت کے پاس ایک جبہ پڑا ہوا تھا انہوں نے وہ اٹھا کر بادشاہ کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور جب آپ ضرورت محسوس کریں تو آپ اس جبہ کو سامنے رکھ کر دعا مانگنا کہ اے اللہ! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے میرے اس معاملہ کو حل فرمادے اس نے کہا: بہت اچھا وہ جبہ لے کر چلا گیا۔

واپسی پر سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیاری کر کے سومنات پر حملہ کیا اس وقت ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑتے تھے' اس لیے کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی' جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کمزوری آرہی ہے تو اسے یاد آیا کہ حضرت نے تو مجھے ایک جبہ دیا تھا' چنانچہ اس نے اس آڑے وقت میں اس جبہ کو سامنے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے بیٹھ گیا کہ اے مالک! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کچھ مقام

ہے اور وہ تیرے دوستوں میں سے ہے تو اس کی برکت سے تو مجھے سومنات کا فاتح بنادے چنانچہ جنگ کا پانسہ پلٹا اور اللہ تعالیٰ نے اسے سومنات کا فاتح بنادیا۔

سومنات کی فتح کے کافی عرصہ بعد سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ میں حضرت کے پاس جا کر ان کا شکریہ ادا کروں اور ان کو خوشخبری بھی سناؤں چنانچہ وہ حضرت کو ملنے آیا اس نے حضرت کو سارا واقعہ سنایا حضرت نے اس سے پوچھا کہ آپ نے جبہ سامنے رکھ کر کیا دعا مانگی؟ بادشاہ نے کہا حضرت! یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اس جبہ والے کا تیرے یہاں کوئی مقام ہے اور وہ تیرے دوستوں میں سے ہے تو مجھے سومنات کا فاتح بنادے۔ حضرت نے سن کر فرمایا: تو نے بہت سستا سودا کرلیا' اگر تو یہ دعا مانگتا کہ اے اللہ! اسکی برکت سے مجھے پوری دنیا کا فاتح بنادے' تو تجھے اللہ تعالیٰ پوری دنیا کا فاتح بنادیتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اللہ والے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی لاج رکھ لیا کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۹/۵۷)

نسبت نقشبندیہ کی برکت بوقت غرغرہ بھی

اب آپ کو راز کی ایک بات بتاتا ہوں ویسے میری عادت ایسی باتیں کرنے کی نہیں ہے اس وقت وہ بات قدرتاً یاد آ گئی بتا دیتا ہوں شاید کسی کا فائدہ ہو جائے۔ ہمارے ایک پرانے دوست ہیں وہ میرے ہم عمر بھی ہیں اور کلاس فیلو بھی ان کے والد صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے' جب وہ فوت ہوئے تو یہ عاجز بیرون ملک میں تھا' واپسی پر اس دوست نے یہ واقعہ مسجد میں باوضو کھڑے ہو کر خود سنایا۔ وہ کہنے لگے کہ میرے والد صاحب پر موت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ ہم سب بھائی' بہن قریب بیٹھ گئے کسی نے سورہ یٰسین شریف پڑھنا شروع کر دی اور کسی نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا' کہنے لگے کہ میں اپنے والد کے چہرے کے بالکل قریب ہو کر بیٹھ گیا اور اونچی آواز سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنا شروع کر دیا میں پندرہ منٹ ان کے چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا اور کلمہ پڑھتا رہا مگر میرے والد کے ہونٹ گویا سلے ہوئے تھے' اور کچھ حرکت نہ کی اتنے میں بہن نے اشارہ کیا کہ ابو کے پاؤں پہلے کھڑے تھے اب وہ ڈھیلے اس سے ہمیں محسوس ہوا کہ پاؤں کی طرف سے روح نکلنی شروع ہو گئی ہے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ والد صاحب کے گھٹنے جو پہلے کھڑے تھے وہ بھی ڈھیلے پڑ گئے ابھی تک سانس تیز ہو کر اکھڑی نہیں تھی لیکن اب پہلے کی بہ نسبت سانس تیز ہونا

شروع ہو گئی ہمیں صاف پتہ چل رہا تھا کہ اب چند منٹوں کی بات ہے کہنے لگے کہ جب میں نے گھٹنوں کو ڈھلتے ہوئے دیکھا تو اس وقت میرے دل میں بات آئی کہ میں پندرہ منٹ سے ابو کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہوں میں نے ان کے ہونٹ ہلتے نہیں دیکھے کیا میرے والد صاحب دنیا سے کلمہ پڑھے بغیر رخصت ہو جائیں گے؟

یہ سوچ کر میں زار و قطار رونے لگا اور دعائیں مانگنے لگا' کہنے لگے کہ اچانک میرے دل میں ایک خیال آیا اور دعا مانگتے ہوئے میں نے یہ دعا مانگی "اے اللہ میرے والد کا تعلق شیخ ذوالفقار احمد دامت برکاتہم کے ساتھ ہے ان کا تعلق اپنے شیخ کے ساتھ ہے اوپر چلتے چلتے یہ روحانی تعلق نبی اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے اے اللہ! اگر اس نسبت کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے میرے والد کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما دے' کہنے لگے کہ میں نے پلک جھپکنے کی دیر میں دعا مانگی اور میرے والد نے ہونٹ کھول کر پانچ مرتبہ کلمہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے' سبحان اللہ... اللہ رب العزت کے یہاں نسبت کا بڑا مقام ہے ہمارے اسلاف کی زندگیاں تقویٰ سے بھری ہوئی ہیں ہم تو مفت خورے ہیں ہماری اپنی محنت تو ہے ہی نہیں لیکن ہمارے بڑے واقعی اللہ کے مقبول بندے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ۹/۱۶۰)

بزرگ کے ہاتھ کی برکت کہ مجوسی کا ہاتھ نہ جلا

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے' راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگا میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں' دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا' راستہ میں دونوں آپس میں بات چیت کرنے لگے اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں' آگ تو خدا نہیں' خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے وہ نہ مانا آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا' انہوں نے فرمایا اچھا اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں جو سچا ہو گا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو گا اور جو جھوٹا ہو گا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا' جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان

ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے' جس سے دین اسلام کی شان شوکت بھی واضح ہو جائے گی' لیکن اللہ کی شان' کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا اے اللہ! میں سچے دین پر تھا' آپ نے مجھ پر تو رحمت فرما دی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرما لیا یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دیتی جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ میرے پیارے ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں مجوسی تو پکا کافر تھا مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ سنگت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرما دیا۔ (خطبات ذوالفقار ۱۳۷/۷)

تین گھنٹوں کی نیند تین منٹ میں

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میں بہت ہی تھکا ہوا تھا' کئی دن سے مسلسل کام کر رہا تھا' مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا تھکاوٹ اتنی غالب تھی کہ میں عاجز آ گیا' اور میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ بس آپ سب لوگ یہاں سے چلے جائیں' وہ کہنے لگے کہ حضرت! نماز میں بس دس پندرہ منٹ باقی ہیں' آپ بعد میں سو جانا میں نے کہا کہ بس آپ جائیں میں نے ان سب کو کمرے سے باہر نکال دیا' فرماتے ہیں کہ میں نے کنڈی لگا دی اور آ کر بستر پر سو گیا' میں سوتا رہا سوتا رہا حتیٰ کہ میری نیند پوری ہو گئی' میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے ہم ہی سلاتے ہیں اور ہم ہی جگاتے ہیں اس بات کو سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی فرماتے ہیں کہ میری طبیعت تازہ دم تھی میں نے کہا اچھا اٹھ کر وضو کرتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں جب میں اٹھا اور کنڈی کھولی تو دیکھا کہ جن لوگوں کو باہر نکالا تھا وہ دروازے پر ہی کھڑے تھے دروازہ کھولا باہر نکلا تو وہ کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے سونے کا ارادہ ترک کر دیا' میں نے کہا نہیں میری نیند پوری ہو گئی اوپر انہوں نے گھڑی دیکھی اور کہنے لگے کہ ابھی ہمیں کمرے سے نکلے صرف تین منٹ ہی گزرے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو تین منٹ میں اتنا سکون دے دیتا ہے کہ گویا ان کو تین گھنٹے کی نیند نصیب ہو گئی اور ہم

ساری رات بھی سو کر تازہ دم نہیں ہوتے۔

انتظامی امور پر متعین دو مجذوب

کچھ مجذوب ایسے بھی ہوتے ہیں' جو انتظامی امور پر مامور ہوتے ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس ایک آدمی آیا' اس نے کہا حضرت! آج کل تو حالات بہت ہی ڈھیلے ہوگئے ہیں کوئی نظم و نسق اور قانون نہیں ہے' سب لوگ من مرضی کرتے پھرتے ہیں' حضرت نے فرمایا' ہاں بھئی! جو بندہ انتظامی امور پر متعین ہوا ہے وہ طبیعت کے لحاظ سے بہت ہی ڈھیلا ہے اس نے پوچھا حضرت! وہ کون ہے؟ حضرت نے فرمایا وہ جامع مسجد کے سامنے خربوزہ بیچ رہا ہے وہ آدمی گیا تو دیکھا کہ ایک سادہ سا آدمی بیٹھا ہوا خربوزے بیچ رہا ہے اس نے کہا مجھے خربوزے خریدنے ہیں وہ کہنے لگا خریدلیں اس آدمی نے کہا کہ چکھنے کے بعد خریدوں گا وہ کہنے لگا کہ چکھ لو' اب اس نے ایک خربوزہ کاٹا' چکھا' اور کہنے لگا کہ یہ تو مجھے پسند نہیں ہے' دوسرا کاٹا اور کہا پسند نہیں ہے حتی کہ سارے خربوزے کاٹ کر چکھے اور کہا کہ مجھے تو کوئی بھی خربوزہ پسند نہیں آیا' اس نے کہا اچھا اگر کوئی بھی پسند نہیں تو چلے جاؤ' وہ کہنے لگا بالکل ٹھیک نظام بھی ایسا ہی ہے کچھ دن گزرے تو نظام ایسا ٹھیک ہوا کہ حکام سخت ہوگئے وہ پھر کہنے لگا نظام بہت سخت ہو چکا ہے حضرت فرمانے لگے' میاں آج کل بڑا سخت بندہ آیا ہے اس نے پوچھا حضرت وہ کون ہے؟ حضرت نے فرمایا وہ جو فلاں جگہ پر مشک سے پانی پلاتا ہے اس نے کہا اچھا جا کر دیکھتا ہوں گرمی کا موسم تھا وہ شخص گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی دوپہر کے وقت پانی پلانے کیلئے مشک بھر کر کھڑا ہے' اس نے اس سے کہا' جی پانی پلا دیں' اس نے پیالہ بھر کر دے دیا' اب اس شخص نے پیالے میں پانی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ پانی ٹھیک نہیں ہے چنانچہ یہ کہہ کر اس نے پیالہ کو انڈیل دیا اور کہا پیالے میں اور پانی ڈال دو' وہ کہنے لگا کہ پہلے اس پانی کے پیسے ادا کرو جو پھینکا ہے پھر دوسرے کی بات کرنا وہ دل ہی دل میں کہنے لگا واقعی بات ٹھیک ہے کہ آج کل نظام ہی ایسا ہے۔

ؒ: آپ کی ولادت ۱۱۵۹ھ میں ہوئی والد مکرم شاہ ولی اللہ کے خلیفہ تھے۔ والد صاحب ۱۱۷۶ھ میں انتقال کر گئے۔ شوال ۱۲۳۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا (دلی کے بائیس خواجہ ۲۵۴)

ہوا اور پانی ہوا مسخر

سیدنا عمر بن خطاب منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ "یا ساریۃ الجبل" اور ہوا اس پیغام کو سینکڑوں میل دور تک پہنچا رہی ہے حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کو ایک رقعہ لکھا تو اس کے پانی نے چلنا شروع کر دیا' آج بھی دریائے نیل چل رہا ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ کی عظمتوں کی گواہی دے رہا ہے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آتا ہے آپؓ پاؤں کی ٹھوکر مار کر زمین کو فرماتے ہیں کہ اے زمین! تو کیوں ہلتی ہے کیا عمر نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا؟ اسی وقت زمین کا زلزلہ رک جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے قریب پہاڑ سے ایک آگ نکلتی ہے جو مدینہ منورہ کی طرف بڑھتی ہے حضرت عمر بن خطابؓ تمیم داریؓ کو بھیجتے ہیں کہ جا کر اسے بجھایئے انہوں نے دو رکعت نفل پڑھی اور پھر اپنے کپڑے کو ایسے بنایا جیسے کسی جانور کو مارنے کا چابک ہوتا ہے اس کے ساتھ آگ کو مارتے رہے آگ پیچھے ہٹتی رہی حتیٰ کہ جس غار سے نکلی تھی اسی غار میں واپس ہو گئی۔ (خطبات ذوالفقار ۱۴۶/۵)

درندوں نے جنگل خالی کر دیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب افریقہ کے جنگلوں میں پہنچے تو بربر قوم کہنے لگی کہ یہاں بہت خطرناک درندے ہیں وہ رات کے اندھیرے میں تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے' ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا اے جنگل کے درندو! آج یہاں نبی علیہ السلام کے غلاموں کا بسیرا ہے اس لیے جنگل خالی کر دو' یہ اعلان ہونا تھا' کہ صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ شیرنی بچوں کو لے کر جا رہی ہے اور ہاتھیوں کے غول جا رہے ہیں اور سارے درندے جنگل کو خالی کر کے جا رہے ہیں' مقامی لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے یہ کام کیسے سیکھا؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے پیارے محبوب ﷺ نے ہمیں ایسی زندگی کے طریقے سکھائے' وہ کہنے لگے کہ پھر آپ ہمیں بھی اپنے جیسا بنا لیجئے' چنانچہ وہ افریقن قوم جنگل کے درندوں کی اطاعت کو دیکھ کر بغیر کسی لڑائی کے مسلمان ہو گئی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۴۲/۹)

نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خیمہ کی رسی کٹ گئی مگر پھر بھی......

خواجہ نظام الدین اولیاء جب عشقیہ اشعار سنتے تو ان پر جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی

اس دور میں حکیم ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے' جن کو وقت کے بادشاہ نے محتسب اعلیٰ متعین کیا تھا' ان کا کام یہ تھا کہ جہاں خلاف شرع کوئی کام دیکھیں اس پر تنقید کریں اور اس کو روک دیں ان کو قاضی کہا کرتے تھے' چنانچہ وہ ہر وقت اسی تاک میں رہتے تھے کہ کوئی ایسی بات جو دین کے خلاف ہو تو اس کو کسی طرح ختم کر دیا جائے۔

ایک دفعہ ان کو پتہ چلا کہ جناب خواجہ نظام الدین اولیاء شہر سے باہر ایک جگہ میں محفل لگائے بیٹھے ہیں' جب یہ اپنے عملے کو لے کر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اشعار پڑھے جا رہے ہیں اور لوگ جذب میں حال بے حال ہیں' ان کو کچھ پتہ نہیں بڑے اچھل کود رہے ہیں تھوڑی دیر تو انہوں نے برداشت کیا مگر انہوں نے کہا کہ اس کو روکنا چاہیے کہیں کام اس سے آگے نہ بڑھ جائے' چنانچہ انہوں نے ان کے خیموں کی رسیاں کٹوا دیں مگر دیکھا کہ وہ خیمے اسی طرح کھڑے ہیں نیچے نہیں گرے' حکیم ضیاء الدین سنامی نے کہا کہ یہ سچے حال میں ہیں جو عشق و محبت کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں لہٰذا خاموشی سے واپس آ گئے' تاہم وہ کہتے تھے کہ میں اسے بدعت سمجھتا ہوں۔ (خطبات ذوالفقار ۱۴۷/۷)

سیدنا احمد دربندی کی کرامت

تاتاری فوج ایک شہر دربند میں پہنچی وہاں ایک بزرگ سید احمد دربندی رہتے تھے تاتاریوں کی خبر سنتے ہی مسلمانوں نے سارے شہر کو خالی کر دیا' فقط شیخ احمد دربندی اور ان کے ایک خلیفہ مسجد کے اندر موجود رہے تاتاری شہزادے نے کہا کہ جاؤ پتہ کرو کہ کوئی انسان اس شہر کے اندر موجود ہے یا نہیں؟ بتایا گیا کہ دو بندے مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں اس نے کہا کہ گرفتار کر کے اور بیڑیاں پہنا کر میرے سامنے پیش کرو' حکم کے مطابق ان کو گرفتار کر کے شہزادے کے سامنے پیش کیا گیا تاتاری شہزادے نے پوچھا کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں آ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ پتہ تھا شہزادے نے کہا جب سارے مسلمان چلے گئے تھے تو پھر تم کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے پروردگار کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور اس گھر سے ہمیں کوئی نہیں نکال سکتا شہزادے نے کہا کہ تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ ہم نے تمہیں نکالا' ہم نے تمہیں بیڑیاں پہنائیں اور ہم نے تمہیں مجرم کی طرح سامنے کھڑا کر دیا ہے شیخ احمد دربندی کہنے لگے کہ یہ بیڑیاں کیا چیز ہیں؟ چنانچہ شیخ احمد دربندی نے اس وقت زور سے

کہا "اللہ" ان کا یہ کہنا تھا کہ زنجیریں ٹوٹ کر نیچے گر گئیں۔

تاتاری شہزادے کا قبول اسلام

یہ دیکھ کر تاتاری شہزادے کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی کہنے لگا کہ میں آپ کو اس شہر میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں چنانچہ شیخ احمد دربندی نے اس شہر میں رہنا شروع کر دیا' تاتاری شہزادہ بھی کبھی ان سے خفیہ ملاقات کرنے کیلئے آتا' اللہ تعالیٰ نے نور فراست سے شیخ احمد دربندی کو بتا دیا کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ شہزادہ پورے ملک کا حکمران بنے گا' شیخ نے شہزادے سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو بھی جاؤں تو اپنے ایمان کا اظہار نہیں کر سکتا' اگر کروں گا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا' شیخ احمد دربندی نے فرمایا کہ تم اپنے ایمان کا اس وقت اظہار کرنا جب اللہ تعالیٰ تمہیں حکمران بنا دیں گے' شہزادے نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا مجھے حکومت بھی ملے گی؟ فرمایا: ہاں میرے باطن کا نور بتاتا ہے کہ تمہیں حکومت ملے گی' چنانچہ شہزادے نے وعدہ کر لیا' کہ جس وقت مجھے حکومت ملے گی میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دوں گا اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ تیس سال کے بعد اس شہزادے کو حکومت ملی تو اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اس طرح پوری دنیا میں خلافت و حکومت دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی اسی پر علامہ اقبال نے کہا۔

ہے عیاں شورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

(خطبات ذوالفقار ۶/۱۲۹)

سب سے بڑی کرامت' کرامت معنوی

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نو سال تک رہا ایک دن وہ کہنے لگا حضرت! مجھے اجازت دیں میں کسی اور شیخ کے پاس جاتا ہوں انہوں نے پوچھا خیریت تو ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میں نو سال تک آپ کی خدمت میں رہا اور میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی' حضرت نے فرمایا آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان نو سالوں میں مجھے کوئی کام خلاف سنت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں فرمانے لگے' اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ نو سال میں ایک کام بھی نبی علیہ السلام کی سنت کے خلاف نہیں کیا' گویا یہ سب کرامتوں

سے بڑی کرامت ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۱/۱۷۰)

دھڑ بغیر سر کے بھاگتا ہی رہا......

تاریخ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ چاروں طرف سے گھیر لیے گئے تو ایک سکھ نے نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہے اور دوسرے نے ان کے اوپر تلوار تان لی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کیفیت تھی کہ آپ ان نازیبا الفاظ کو سن کر تڑپ اٹھے اور آپ نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ میں تیرا کام تمام نہیں کرلوں گا یہ کہہ کر آپ نے اس کے اوپر خنجر لہرایا مگر دوسرے سکھ نے آپ پر تلوار کا وار کیا اپ کا سر آپ کے تن سے جدا ہوگیا اور جدا ہو کر گر گیا' عجیب بات ہے کہ بدن چونکہ حرکت میں آچکا تھا اور ہاتھ میں خنجر تھا لہٰذا بدن بغیر سر کے اس کے پیچھے بھاگتا رہا جب سکھ نے دیکھا کہ بغیر سر کے یہ بدن میری طرف بھاگ رہا ہے تو وہ ڈر کے مارے پیچھے گرا' آپ اس کے اوپر گرے اور آپ کا خنجر اس کے سینے میں پیوست ہوگیا' اس طرح آپ کی قسم اللہ رب العزت نے پوری فرمادی حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ہاں ان کا وہ مقام ہوتا ہے کہ جب وہ قسم کھالیا کرتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کی قسم کو پورا کر دیا کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۹/۹)

"لواقسم علی اللہ لابرہ"

محبوب خدا کو ستانے کا انجام

ایک بزرگ اللہ والے جارہے تھے' سردی کا موسم تھا' بارش بھی تھی سامنے سے میاں بیوی آرہے تھے ان بزرگ کے جوتے سے ایک دو چھینٹیں اڑیں اور عورت کے کپڑوں پر جا گریں خاوند نے جب دیکھا تو اسے بڑا غصہ آیا کہنے لگا تو اندھا ہے تجھے نظر نہیں آتا تو نے میری بیوی کے کپڑے خراب کر ڈالے غصے میں آکر اس نے اس اللہ والے کو ایک تھپڑ لگا دیا' بیوی بڑی خوش ہوئی کہ تم نے میری طرف سے خوب بدلہ لیا' پھر خوشی خوشی دونوں گھر چلے گئے تھوڑی دور آگے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حلوائی کی دکان ہے حلوائی نے سوچا تھا کہ آج سردی ہے لہٰذا آج مجھے اللہ کا جو بھی بندہ سب سے پہلے نظر آیا میں اس کو اللہ کیلئے گرم دودھ کا

ایک پیالہ ضرور پلاؤں گا اب وہ انتظار میں تھا' یہ بزرگ جب اس کے قریب سے گزرے تو اس نے بلایا' بٹھایا اور گرم گرم دودھ کا پیالہ پیش کیا' سردی تو تھی ہی سہی انہوں نے گرم دودھ کا پیالہ پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا' دکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا واہ اللہ! تیری شان بھی کتنی عجیب ہے کہیں تو مجھے تھپڑ لگواتا ہے اور کہیں مجھے گرم دودھ کے پیالے پلواتا ہے' اتنے میں وہ میاں بیوی گھر کے قریب پہنچ چکے تھے خاوند سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اس کا پاؤں اٹکا اور وہ گردن کے بل گرا اور وہیں اس کی موت واقع ہوگئی بیوی نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک واقعہ پیش آیا تھا' اس بوڑھے نے کہیں اس کیلئے بددعا تو نہیں کردی' لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس نے ایک تھپڑ ہی مارا تھا آپ معاف کردیتے' آپ نے اس کیلئے بددعا کردی' انہوں نے کہا کہ میں نے کوئی بددعا نہیں کی بات درحقیقت یہ ہے کہ اس کو بیوی سے محبت تھی' جب بیوی کو تکلیف پہنچی تو اس نے بدلہ لیا' مجھ سے میرے پروردگار کو محبت تھی جب مجھے تکلیف پہنچی تو میرے پروردگار نے بدلہ لے لیا' تو جب انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدلہ لے لیا کرتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۵/۵۹)

اولاد و رزق میں بھی برکت......

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے مجھے دعا دی کہ اللہ اس کے رزق اور اولاد میں برکت عطا فرما' محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ایسی پوری ہوئی کہ میرے پاس اتنا مال تھا کہ سونے کی اینٹوں کو میں لکڑی کاٹنے والے کلہاڑے سے توڑا کرتا تھا' ماشاء اللہ فرماتے تھے کہ میرے گھر میں درہم و دینار کا اتنا ڈھیر لگ جایا کرتا تھا کہ اس کے پیچھے بندہ چھپ جایا کرتا تھا' اللہ تیری شان اولاد اتنی کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ پوتے پوتیاں' نواسے نواسیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ سبحان اللہ

محبوب دو جہاں کے غم کی انتہاء

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ جبرئیل کچھ غم زدہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ جبرئیل علیہ السلام کیا معاملہ ہے کہ میں آج آپ کو غمزدہ دیکھتا ہوں جبرئیل نے عرض کیا کہ اے محبوب کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ کے حکم سے آج جہنم کا نظارہ کرکے آیا ہوں اس کو دیکھنے کی

وجہ سے میرے اوپر غم کے اثرات ہیں' نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ جبرئیل بتاؤ کہ جہنم کے کیا حالات ہیں عرض کیا اے اللہ کے نبی جہنم کے اندر سات درجے ہونگے ان میں سے جو سب سے نیچے ہوگا اس کے اندر اللہ تعالیٰ منافقوں کو رکھیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار

اس کے اوپر والے (چھٹے) درجے میں اللہ تعالیٰ مشرک لوگوں کو ڈالیں گے' اس سے اوپر پانچویں درجے میں اللہ تعالیٰ آتش پرست لوگوں کو ڈالیں گے اس کے اوپر تیسرے درجے میں یہودیوں کو ڈالیں گے' دوسرے درجے میں عیسائیوں کو ڈالیں گے' یہ کہہ کر حضرت جبرئیل خاموش ہو گئے' محبوب ﷺ نے پوچھا! جبرئیل آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ بتاؤ کہ پہلے درجے میں کون ہونگے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے اوپر والے یعنی پہلے درجے میں اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے گنہگاروں کو ڈالیں گے۔

جب آپ ﷺ نے یہ سنا کہ میری امت کے گنہگاروں کو بھی جہنم میں ڈالا جائے گا تو آپ ﷺ بہت غمگین ہو گئے اور آپ ﷺ نے اللہ کے حضور دعائیں کرنا شروع کر دیں' کتابوں میں لکھا ہے کہ تین دن ایسے گزرے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے تشریف لاتے' نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جاتے' اور حجرہ بند کر لیتے حجرہ کے اندر پروردگار کے سامنے آہ وزاری میں مشغول ہو جاتے' صحابہ کرامؓ حیران ہوتے کہ نبی علیہ السلام پر کیا خاص کیفیت ہے' کہ کسی سے بات چیت بھی نہیں کرتے اور نماز پڑھنے کے بعد حجرے کی تنہائی کو اختیار فرما لیتے ہیں گھر میں بھی تشریف نہیں لے جا رہے ہیں یہ کیا معاملہ ہے؟

جب تیسرا دن ہوا تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے برداشت نہ ہو سکا' وہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر تشریف لائے اور دستک دی اور کہا ''السلام علیکم'' لبیک یا رسول اللہ یعنی اللہ کے محبوب ﷺ میں حاضر ہوں لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا' تو حضرت ابوبکر صدیقؓ واپس چلے گئے' اور انہوں نے روتے ہوئے جا کر عمر بن خطابؓ سے کہا عمر نبی علیہ السلام نے اس وقت میرے سلام کا جواب عطا نہیں فرمایا' لہٰذا آپ جائیں ممکن ہے کہ آپ کو سلام کا جواب مل جائے' چنانچہ حضرت عمرؓ حجرہ مبارک کے دروازے پر آئے انہوں نے بھی اونچی آواز سے تین مرتبہ سلام کیا مگر نبی علیہ السلام کی طرف سے جواب کی آواز نہ آئی چنانچہ وہ بھی

یہی سمجھے کہ ابھی دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں ہے لہٰذا وہ بھی واپس تشریف لے گئے واپسی پر ان کی ملاقات حضرت سلمان فارسیؓ سے ہوئی' حضرت عمر ابن خطابؓ نے ان سے کہا' سلمان! آپ کے بارے میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سلمان منا اھل البیت'' سلمان تو میرے اہل بیت میں ہے اس لیے آپ جائیں ہوسکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دروازہ کھلنے کا سبب بنا دیں' چنانچہ انہوں نے بھی آ کر سلام کیا لیکن نبی علیہ السلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اس کے بعد حضرت علیؓ سے کہا گیا جب ان سے کہا گیا تو انہوں نے سوچا کہ میں اس کے بارے میں کوئی اور حل کیوں نہ کروں' چنانچہ وہ خود دروازے پر جانے کی بجائے اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ سے فرمایا کہ نبی علیہ السلام پر تین دن سے ایسی کیفیت ہے کہ آپ ﷺ حجرے کی تنہائی میں ہیں' جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو چہرہ انور پر غم کے آثار ہوتے ہیں' آنکھیں آبدیدہ محسوس ہوتی ہیں اور نبی علیہ السلام کسی سے کلام بھی نہیں فرماتے' لہٰذا آپ جائیں اور دروازہ کھٹکھٹائیں ہوسکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے دروازہ کھول دیا جائے' چنانچہ سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ تشریف لائیں اور انہوں نے بھی آ کر نبی علیہ السلام کو سلام کیا' بالآخر محبوب ﷺ نے ان کی آواز پر دروازہ کھولا اور اپنی بیٹی کو اندر بلا لیا' سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ نے پوچھا اے اللہ کے محبوب ﷺ آپ پر یہ کیا کیفیت ہے کہ تین دن سے آپ مجلس میں بھی تشریف فرما نہیں ہوتے حجرے کی تنہائی کو اختیار کیا ہوا ہے اور چہرہ انور پر بھی غم کے آثار کے ہیں اس وقت نبی علیہ السلام نے یہ پوری بات بتائی کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ میری امت کے کچھ گنہگار لوگ جہنم میں جائیں گے فاطمہ! مجھے اپنی امت کے ان گنہگاروں کا غم ہے اور میں اپنے مالک سے فریاد کر رہا ہوں کہ وہ ان کو جہنم کی آگ سے بری فرمادے' یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے پھر لمبا سجدہ فرمایا حتیٰ کہ آپ سجدے کے اندر بھی روتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ آ گیا کہ اے محبوب ﷺ

''ولسوف یعطیك ربك فترضی''

کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا عطا کر دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے لہٰذا وہ قیامت کے دن مجھے راضی کرے گا اور میں اس وقت تک راضی نہیں ہونگا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں نہیں چلا

جائے گا سبحان اللہ اس کے بعد نبی علیہ السلام باہر تشریف لائے۔

اندھا بھی چراغ لے کر نکلا......

ایک اندھا تھا' اپنے سر کے اوپر پانی کا گھڑا رکھ کر جا رہا تھا رات کا وقت تھا لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں وہ اندھا اپنے ہاتھ میں ایک چراغ بھی لیے جا رہا تھا' کسی دوسرے آدمی نے اسے دیکھا تو وہ بڑا حیران ہوا وہ کہنے لگا کہ آپ کو تو قدموں کے حساب سے راستوں کا تو ویسے ہی پتہ ہے آپ کو اس روشنی کی ضرورت ہی نہیں اس لیے آپ ہاتھ میں چراغ لیے کیوں جا رہے ہیں؟ وہ اندھا کہنے لگا کہ آپ نے سچ کہا' مجھے واقعی چراغ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نے راستے اپنے قدموں سے اتنے ناپے ہوئے ہیں کہ میں قدموں سے پہچان کر سیدھا منزل پر پہنچ جاؤں گا البتہ میں جو یہ چراغ لیے پھرتا ہوں یہ کہ آنکھوں والے کیلئے ہے' ایسا نہ ہو کہ کوئی آنکھوں والا اندھیرے میں چل رہا ہو اسے نظر نہ آئے اور وہ مجھ سے ٹکرائے اور میرا گھڑا ٹوٹ جائے اس لیے میں اپنے گھڑے کی حفاظت کی خاطر آنکھ والوں کو چراغ دکھاتا پھر رہا ہوں تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنی قیمتی متاع ایمان کی حفاظت کریں۔ چراغ معرفت حاصل کریں تاکہ نفس وشیطان اور معاصی ہم سے نہ ٹکرائیں اور ہم محفوظ رہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے۔ وہ خود بھی بڑے محدث تھے۔ اور ان کے شاگرد بھی وقت کے اکابرین میں سے بنے۔ اللہ رب العزت نے ان سے دین کا بہت زیادہ کام لیا۔ ایک وقت تھا جب پاک وہند میں ان کا فتوی چلا کرتا تھا' دہلی کی جامع مسجد سے چند ہی کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا مدرسہ اور گھر تھا۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی ہوئی تھی جسے ''مسجد بیت'' کہتے ہیں تعلیم وتعلم کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اکثر نمازیں وہیں پڑھا کرتے تھے البتہ جمعۃ المبارک کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مریدین ان کی زیارت کیلئے تڑپتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن وجمال عطا فرمایا تھا۔ ان کا چہرہ ایسا منور تھا کہ لوگ دیکھنے کیلئے آتے تھے۔ البتہ جب وہ جمعہ کی نماز کیلئے جاتے تو اس وقت لوگ راستوں میں کھڑے ہو کر ان کا

دیدار کیا کرتے تھے۔ ان کے خادم کا نام فصیح الدین تھا۔ وہ حضرت کو جمعہ پڑھانے کیلئے لے جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب حضرت شاہ صاحب جمعہ پڑھنے بازار جاتے تو بازار سے گزرتے ہوئے اپنے چہرہ کے اوپر گھونگھٹ کی طرح رومال ڈال لیتے۔ اب دیکھنے والوں کو چہرہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اب لوگ ان کے خادم سے کہتے کہ جی ہم تو دیدار سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ خادم اگر پرانے ہوں تو پھر بعض اوقات بے تکلفی بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک دن فصیح الدین نے موقع پا کر عرض کیا' حضرت! سارا ہفتہ تو لوگ ویسے ہی انتظار میں رہتے ہیں اور جب آپ جمعہ کیلئے جاتے ہیں تو چہرے پر رومال ڈال کر ان کو دیدار سے محروم کر دیتے ہیں۔ حضرت بھی چل رہے تھے اور وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب اس نے بات کی تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رومال اتار کر فصیح الدین کے سر پر رکھ دیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد وہ غشی کھا کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو زمین سے اٹھایا اور جب ہوش آیا تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ جی آپ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی شاہ صاحب نے اپنا رومال میرے سر پر ڈالا تو مجھے بھرے بازار کے اندر انسان تو تھوڑے نظر آئے لیکن کتے بلیاں اور خنزیر زیادہ چلتے نظر آئے۔ ان کی اندر کی شکلیں اس کو کشف کی صورت میں نظر آ گئیں۔ یہ تو اللہ رب العزت کا احسان اور اکرام ہے کہ اس پروردگار نے گناہوں میں بدبو نہیں بنائی جس کی وجہ سے ہم آج آرام سے محفلوں میں بیٹھ کر زندگی گزارتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۱۴/۱۳۶)

پرسکون زندگی کا راز

امریکہ میں مجھے ایک کمپنی کا ڈائریکٹر ملا وہ پی ایچ ڈی تھا۔ کہنے لگا میں بھی پاکستان گیا ہوں اور میں نے وہاں ایک عجیب بات دیکھی' میں نے کہا' بتاؤ وہ کونسی؟ کہنے لگا وہاں کے بارے میں دو باتیں کرتا ہوں۔ 'Pakistan is a country where car and the camel share the road.

یعنی پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس میں کار اور اونٹ ایک ہی سڑک پر چلتے ہیں میں نے کہا واقعی آپ ٹھیک بات کر رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ میں ایک دوسری بات بھی کرتا ہوں میں نے کہا وہ کیا کہنے لگا میں نے وہاں غریب لوگوں کو دیکھا ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہوتے تھے ان کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں کھانا بھی ٹھیک نہیں ملتا' ان کے پاس نہانے

کیلئے چیزیں بھی پوری طرح نہیں ان کے گھر کا معیار اتنا اچھا بھی نہیں لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ ان کے چہروں پر سکون ہوتا تھا کھڑے ہوتے تھے تو بالکل سیدھا کھڑے ہوتے تھے میں جتنے لوگوں سے پوچھتا تھا وہ سب کے سب رات کو میٹھی نیند سوتے تھے کہنے لگا مجھے یہ بتائیں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اسلام کی برکت ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۰۰/۵)

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

ڈاکٹر ابدال کیسے بن گئے؟

حضرت سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس عاجز نے ایک واقعہ خود سنا' ان کے دور میں ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر صاحب کا ایک مجذوب کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا' وہ مجذوب فوت ہونے لگا تو ان کو کوئی چیز کھانے کو دے گیا' انہوں نے وہ چیز کھائی تو وہ بھی مجذوب بن گئے اب وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر بغیر ازار بند کے صرف ایک پاجامہ پہنے لگ گئے حالت یہ تھی کہ پاجامہ ہاتھ میں لے کر چلتے پھرتے تھے وہ ڈاکٹر صاحب ایک حکیم صاحب کے پاس آتے جاتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی حکیم صاحب سے ملنے گئے تو اوپر سے وہ ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے' حکیم صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر انہیں فرمایا کہ میں ذرا مصروف ہوں' ملنے والے بیٹھے ہیں' اس لئے تھوڑی دیر تشریف رکھیں' انہوں نے اشارہ کیا ٹھیک ہے' اس کے بعد وہ ہمارے ہی پاس بیٹھ گئے میں حیران تھا کہ جب میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگتے اور جب میں ادھر ادھر دیکھتا تو وہ فوراً میرا چہرہ دیکھنا شروع کر دیتے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے حکیم صاحب کے کاغذوں میں سے ایک کاغذ اٹھایا اور قلم لے کر کچھ گنگنانے بھی لگے اور لکھنے بھی لگے' جب میں نے ان کی گنگناہٹ پر تھوڑی سی توجہ دی تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ عربی کے بہت ہی عجیب اشعار پڑھ رہے ہیں سمجھ تو نہیں آتی تھی مگر اس کی سر ایسی بنتی تھی کہ اس سے میں نے پہچان لیا کہ وہ محبت الٰہی کے اشعار گنگنا رہے ہیں حالانکہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کو عربی سے کیا واسطہ؟ یہ بیچارے تو ٹوٹ مٹ پڑھتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈاکٹر صاحب اٹھے اور اشارہ کیا کہ اب میں جاتا ہوں حکیم

صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے کہ آپ اتنے دن ہمارے پاس نہیں آئے؟ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے "اب ہم دال ہو گئے ہیں یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب چلے گئے بعد میں حکیم صاحب نے سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کیا آپ کو پتہ چلا کہ یہ کیا کہہ گئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا میں تو نہیں سمجھا' حکیم صاحب کہنے لگے کہ یہ کہہ گئے ہیں اب ہم دال ہو گئے" مطلب یہ کہ اب میں ابدال بن گیا ہوں صحیح بتانے کی بجائے کہ ہم ابدال ہو گئے اس نے اب کو پہلے اور دال کو بعد میں حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی حیرانی ہوئی کہ واقعی بات تو ایسی ہی کر گیا ہے لیکن حکیم صاحب نے اشارہ سمجھ لیا۔

پھر اس کے بعد انہوں نے ایک عدسہ منگوایا جو حروف کو بڑا کر کے دکھاتا ہے اس کی مدد سے دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ ظاہراً تو نظر آتا تھا کہ انہوں نے ایسے ہی نشان سے لگا دیئے ہیں لیکن جب اس سے بڑا کر کے دیکھا تو پتہ چلا کہ عربی کا شعر اتنا خوبصورت لکھا ہوا تھا کہ ایسا تو کوئی کاتب بھی نہیں لکھ سکتا تھا۔ (خطبات ذوالفقار، ۵/۱۵۰)

خواجہ نظام الدین کی ملاقات

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو جب خلافت ملی تو وہ حضرت خواجہ رکن کے مزار پر چالیس دن تک معتکف رہے اسی دوران انہوں نے پھولوں کی ایک بیل دیکھی' جو تازہ تازہ لگائی گئی تھی' وہ بیل چند دنوں میں بڑی ہو گئی' ایک دن جب دیکھا کہ پھول بھی لگ چکے ہیں تو دعا مانگی' رب کریم! اتنے دنوں میں تو ایک بیل پر بھی پھول لگ گئے میں تیری عبادت میں یہاں بیٹھا ہوں اے اللہ! میرے اندر بھی تقویٰ کے پھول لگا دے' ان کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ چالیس دن مکمل کر کے جب نکلے تو راستے میں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی اس نے توجہ دی اور آپ کا معاملہ ہی کچھ اور بن گیا۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۵۳)

ایک مجذوبہ تنور میں کود پڑی

خواجہ عبدالخالق غجدوانی امام مالک کی اولاد میں سے تھے اور ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل بزرگ تھے ان کا گھر بخارا سے ۱۸ کلو میٹر کے فاصلے پر غجدوان میں تھا' ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مجذوبہ نے دیکھ لیا' اس کے جسم پر پورے کپڑے بھی نہ تھے' جیسے ہی انہیں دیکھا اسی وقت اس نے ایک تنور میں چھلانگ لگا دی' حالانکہ آگ جلنے کے بعد اس میں

انگارے موجود تھے' جب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی چلے گئے تو وہ تنور سے باہر نکلی لوگوں نے پوچھا کہ تو ویسے تو تنگی پھرتی رہتی ہے اور ان کو دیکھ کر تو نے تنور میں چھلانگ لگا دی وہ کہنے لگی' ہاں بڑی مدت کے بعد ایک مرد نظر آیا' مرد سے پردہ کرنے کا حکم ہے' ڈنگروں اور جانور سے تو پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۵۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ایمان ویقین
اور
استقامت

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

حضرت مولانا محمد انعام الحق قاسمی زید مجدہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

ایمان

کلمہ کے بغیر نیکیاں برباد کیوں؟......

بیرون ملک ایک آدمی کہنے لگا کہ اگر کوئی صرف کلمہ پڑھ لے کیا وہ جنت میں جائے گا؟ فقیر نے کہا کہ ہاں انشاء اللہ جنت میں جائے گا گنہگار ہوگا تو اس کو سزا ملے گی بالآخر جنت میں جائے گا اس نے کہا کہ ایک آدمی اگر کلمہ نہ پڑھے' فقیر نے کہا کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا' کہنے لگا اگر کلمہ نہ پڑھے اور بڑا نیک ہو مثلاً اس نے روشنی ایجاد کی بلبل کا موجد بنا' مہمان خانے بنوائے اچھے کام کیے پھر بھی وہ انسان جنت میں نہیں جائے گا' فقیر نے کہا پھر بھی نہیں جائے گا' اس نے کہا دیکھیں یہ کتنی ناانصافی ہے' کیا اسلام میں عدل نہیں ہے؟ فقیر نے کہا کیوں؟ کہنے لگا ایک آدمی گناہ گار ہے کلمہ پڑھ لیتا ہے اس کو جنت میں بھیج رہے ہیں لیکن ایک آدمی سارے اچھے کام کرتا ہے صرف کلمہ نہیں پڑھا تو اسے جہنم میں بھیج رہے ہیں' فقیر نے کہا کہ ہاں بھئی اصول تو یہی ہے کہنے لگا کہ یہ اصول فطرت کے خلاف ہے فقیر نے کہا دیکھو بھئی ہم آج کل جو ریاضی پڑھتے ہیں جس پر ہماری سائنس کی بنیاد ہے جس پر ہم کہتے ہیں کہ فطرت کے قوانین لاگو ہیں' اسی کی مثال دی جاتی ہے' فرض کریں کوئی آدمی اگر ایک کاغذ لکھ دیتا ہے اور پھر اس کے Right طرف زیرو' زیرو' لکھتا چلا جاتا ہے تو ہر زیرو جو لگتی چلی جائے گی تو وہ اس کی Value کو بڑھاتی چلی جائے گی' جتنی زیرو لگاتا جائے گا Value بڑھتی چلی جائے گی' اگر یہ آدمی ایک لگانا تو بھول گیا یا نہیں لگاتا تو اور صرف زیرو' زیرو' لگاتا چلا جاتا ہے اور وہ کہتا ہے دیکھو جی میں نے تو دس ارب زیرو لکھ دی تو اس کی Value تو زیرو ہی ہے کہا جائے گا کہ ان تمام زیرو کی Value تو اس ایک کی وجہ سے ہوتی تھی جب آپ نے ایک ہی نہ لکھا تو اب چاہے جتنی مرضی زیرو لکھتے رہو اس کی کوئی Value نہیں' اسی طرح جو ایک اللہ کو نہیں مانتا تو پھر اسکے کاموں کی Value بھی زیرو ہوتی ہے۔ جب تک کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کو نہ مانے' وہ کہنے لگا کہ بات تو آپ نے ٹھیک کی' مجھے بات سمجھ میں آگئی' فقیر نے کہا کہ اچھا اب ایک دوسری مثال سمجھیں کہ جو انسان کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ گویا اللہ رب العزت کے خالق کائنات' مالک کائنات اور وحدہ لاشرک ہونے کا اقرار کر رہا ہوتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ کسی ملک کے اندر ہے اور بادشاہ کی بادشاہت کو

تسلیم کرے مگر گناہ گار رہو تو بادشاہ تھوڑی بہت تو سزائیں دیتا رہتا ہے یا اس کو تنبیہ کرتا رہتا ہے مگر اسے اپنا شہری بننے کا موقع دیتا ہے ایک آدمی بادشاہ کا غدار ہو اور کہے کہ بادشاہ کو تسلیم ہی نہیں کرتا وہ تو اسے پھر کبھی بھی اپنے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دے گا' کہے گا کہ اس آدمی کا تو فوراً سر قلم کر دینا چاہئے بات ایسی ہی ہے کہ اللہ رب العزت نے ہم لوگوں کو کلمہ کی نعمت عطا کی ہے اللہ تعالیٰ کا تصور بڑی نعمت ہے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۹۱/۱)

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے ایمانی واقعات کے چند گوشے

﴿۱﴾..... حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں میں گھرے کھڑے ہیں' جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈالیں جو سانپ بن گئیں اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف لپکنے لگیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا ہے اب ایسی صورت حال میں عقل سے پوچھیں کہ ایک آدمی کے پاس عصا ہے اور وہ سانپوں میں گھرا کھڑا ہے کیا کرنا چاہئے؟ عقل کہے گی کہ اس کو عصا اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے پھر جو سانپ اس کے قریب آئے اس کے سر پر مارنا چاہئے' یہی طریقہ ہے کامیابی کا اور اگر اللہ تعالیٰ سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہئے تو فرمایا' اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! آپ اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیں' اس موقع پر عقل کہے گی کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ تو اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے' یہ امید کی آخری کرن تھی اور اسے بھی چھوڑ رہے ہو' لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر یقین رکھتے ہوئے خبر کے راستے پر قدم اٹھایا نظر کے راستے پر نہیں اٹھایا' اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا' وہی عصا ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا اور ان سب سانپوں کو کھا گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی عطا فرمادی۔

﴿۲﴾..... حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر دریائے نیل کے کنارے پہنچے پیچھے فرعون اپنی فوجوں کو لے کر آ گیا' آگے دریا موجزن ہے' پیچھے فرعون اور اس کی فوجیں ہیں۔

﴿قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا اب پکڑے گئے' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿كَلَّا﴾ ہرگز نہیں ﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ﴾ میرا رب میری پرورش کرنے والا میرا پروردگار

ہے میری ضروریات کو پورا کرنے والا میرے ساتھ ہے ﴿سَيَهْدِيْنِ﴾ وہ مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا' وہ ضرور میری مدد فرمائے گا ایسی صورت حال میں عقل سے رجوع کریں' عقل سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہئے؟ عقل جواب دے گی کہ اگر آدمی کے سامنے دریا ہو' کشتی بھی پاس نہ ہو اور آدمی کے پیچھے دشمن کی فوج بھی ہو تو ایسی صورت میں ڈنڈے کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور جب وہ فوج قریب آئے تو اس فوج کے سپہ سالار کے سر پر ڈنڈا مارنا چاہئے' ہوسکتا ہے اس کے سر پر لگ جائے اور وہ مر جائے اگر خبر سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہئے تو فرمایا:

﴿أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ﴾

اے میرے پیارے نبی علیہ السلام آپ عصا کو پانی پر ماریئے' عقل یہ سنتی ہے تو چلاتی ہے چیختی ہے کہ پانی میں مارنے سے کیا بنے گا' مارنا ہے تو فرعون کے سر پر مارو لیکن موسیٰ علیہ السلام نے نظر کے راستے پر قدم نہیں اٹھایا بلکہ خبر کے راستے پر قدم اٹھایا' جیسے ہی پانی کے اوپر عصا مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے' اب ان کی قوم اسے عبور کر گئی' سینکڑوں سالوں کے تجربے وہاں آکر دھرے کے دھرے رہ گئے' ساری دنیا جانتی ہے کہ پانی سطح برابر رکھتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو پانی نے برابر رکھنے والی صفت ہی چھوڑ دی۔

﴿۳﴾...... حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر ایک وادی میں پہنچتے ہیں' وہاں پینے کے لئے پانی نہیں تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا اے اللہ کے نبی! ہمارے پاس تو پینے کیلئے پانی نہیں ہم کیا کریں؟ ایسی صورت حال میں عقل سے پوچھیں کیا کرنا چاہئے؟ عقل کہے گی ڈنڈا ہے تو چلو اس کا بیلچہ بنالو اور اس سے زمین کھودنا شروع کرو دو دن کھودتے کھودتے کنواں بن جائے گا اور پانی مل جائے گا مگر خیال رکھنا کہ اتنا زور سے بیلچہ نہ مارنا کہ ڈنڈا ٹوٹ ہی جائے' اس لئے کہ صحرا میں کوئی اور چیز نہیں ملے گی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خبر کے راستے کو معلوم کیا تو حکم ملا ﴿اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ اپنے عصا سے پتھر پر ضرب لگایئے' عقل سے پوچھیں تو عقل چیخے گی' چلائے گی کہ عصا کو پتھر پر مارنے سے کیا فائدہ؟ زمین ہی کھود لیتے تو بہتر تھا کہ اس سے پانی نکلنے کی امید تھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پتھر پر مارا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے چشمے جاری فرما دیئے' عقل کھڑی دیکھتی رہ گئی۔

﴿۴﴾......موسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں' ایک اسرائیلی اور فرعونی دست و گریبان ہیں' فرعونی ناحق اسرائیلی پر ظلم کر رہا ہے' انہوں نے اسرائیلی کو چھڑانے کیلئے فرعونی کو پنچ (گھونسہ) مارا' نبی کی طاقت چالیس مردوں کے برابر ہوتی ہے' ﴿فوکزہ موسی فقضی علیہ﴾ مکا لگتے ہی فرعونی مر گیا اور دوسرا بھاگ گیا' ان کی قوم کا وہی بندہ اگلے دن کسی اور سے لڑ رہا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' کل تو اس سے لڑتا تھا آج اس سے لڑتا ہے لگتا ہے تو ہی شرارتی ہے وہ تو کل کا منظر دیکھ چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے مکے نے ہمیشہ کیلئے ایک آدمی کو موت کی نیند سلا دیا تھا' کہنے لگا تو مجھ کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے اس طرح قوم کو قبطی کے قتل کا پتہ چل گیا' فرعون کو بھی خبر مل گئی کہ اس آدمی کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے' چنانچہ فرعون نے اپنی اسمبلی کا اجلاس بلا لیا اور ارکان اسمبلی سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے' سب نے کہا کہ اس کو قتل کر دو' ان میں سے ایک بندہ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مخلص تھا' وہ شارٹ کٹ راستے سے بھاگتا ہوا آیا اور کہا کہ امراء نے طے کر لیا ہے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے' آپ یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ﴾ موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل کھڑے ہوئے خوف تھا دل میں طبعی خوف کا ہونا نبی کی شان کے خلاف نہیں ہوتا' پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ کہیں فرعون کی فوج آ نہ جائے' دل میں کہہ رہے تھے ﴿رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات عطا فرما' اس خوف میں کس کو پکارا؟ کہ اے اللہ میری ضروریات کو پورا کرنے والے میرے اوپر خوف ہے تو اس کو امن میں تبدیل کر دے۔

﴿۵﴾......اس کے بعد مدین کی طرف چلے جاتے ہیں وہاں ایک بڑا کنواں تھا اس پر بھاری پتھر رکھا جاتا تھا' جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں' دو لڑکیاں دور کھڑی ہیں ان سے پوچھا' تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں' کہنے لگیں ہم نہیں پلا سکتیں جب تک کہ یہ پلا کر چلے نہ جائیں' موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ ادھر بھی اونچ نیچ ہے' عدل وانصاف کی زندگی یہاں بھی نہیں ہے' جب وہ پتھر رکھ کر چلے گئے تو موسیٰ علیہ السلام آئے اور اتنے بھاری پتھر کو ایک طرف الٹ دیا ان کی ساری بکریوں کو پانی پلا دیا' اس کے بعد دونوں لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے کھڑے ہیں نہ گھر ہے نہ در، درخت کے نیچے آتے ہیں اور کہتے ہیں ﴿رَبِّ اِنِّی لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ اے میرے پروردگار! تو جو کچھ خیر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں، کس لفظ سے دعا مانگی؟ رب کے لفظ سے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اب گھر کا انتظام بھی ہو رہا ہے، بیوی کا بھی انتظام ہو رہا ہے۔ جب یہ گھر گئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا کہ بکریاں خوب سیر ہو کر آئی ہیں تو وجہ پوچھی بچیوں نے بتایا کہ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا ہے ﴿قَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾ بڑا طاقت والا ہے اور بڑا امانت والا ہے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ" چنانچہ لڑکی واپس آئی کہ میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ جاتے ہیں، تفسیر میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لڑکی سے کہا میں راستہ نہیں جانتا لیکن تو اگر میرے آگے چلے گی تو ممکن ہے کہ تیرے قدموں پر میری نظر پڑ جائے، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا، تو میرے پیچھے چل اور میں تیرے آگے چلوں گا، اگر میں غلط راستے سے جانے لگوں تو مجھے پیچھے سے بتا دینا، اللہ کے نبی کا عمل دیکھیں یہ ہے نبی کی عصمت، سبحان اللہ۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، اللہ نے گھر بھی دے دیا اور گھر والی بھی دے دی۔

(خطبات ذوالفقار ص ۷۵ تا ۷۹/۴)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ

آپ کو ایک ایمان افروز واقعہ سناتا ہوں۔ اسے توجہ سے سنئے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (القصص)

(اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو کہ تم اپنے بچے کو دودھ پلاؤ اور اگر تمہیں اس کے بارے میں ڈر لگے کہ فرعون کے فوجی اس کو قتل نہ کر دیں تو تم اسے پانی میں ڈال دینا اور آگے فرمایا اس کو جو پکڑے گا وہ میرا بھی دشمن ہوگا اور اس کا بھی دشمن ہوگا، اور ساتھ تسلی بھی دیتے ہیں کہ ڈرنا بھی نہیں ہے اور غمزدہ بھی نہیں

ہونا ہم اسے تیرے پاس لوٹائیں گے اور ہمیں تو اسے رسولوں میں سے
بنانا ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں ایک عورت تھی' وہ ذہن میں سوچ سکتی تھی کہ اے اللہ! اگر آپ نے اس کو رسولوں میں سے بنایا ہے تو فرعون کا کوئی فوجی ادھر آ ہی نہ سکے یا اے اللہ! میں اسے کسی غار میں رکھ آتی ہوں اور ادھر جا ہی نہ سکے یا میں اسے گھر کی چھت پر رکھ دیتی ہوں تاکہ بچہ محفوظ رہ سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچے کو پانی میں ڈالنا' عقل کہتی ہے کہ پانی میں بچہ ڈوب جائے گا۔ اچھا اس کو صندوق میں ڈالتی ہوں۔ صندوق میں ڈالے گی تو اس کے اندر پانی بھر جائے گا' اگر سارے سوراخ بند کریں تو ہوا کے اندر نہ جانے کی وجہ سے آکسیجن نہیں مل سکے گی' جس کی وجہ سے بچہ مر جائے گا۔ عقل یہ کہتی ہے کہ یا تو یہ پانی کی وجہ سے مرے گا یا ہوا نہ ہونے کی وجہ سے مرے گا۔ تیرا بچہ باقی نہیں بچے گا۔ لیکن اس عورت نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کیا اور اپنے جگر گوشہ کو دریا کے اندر ڈال دیا اور واپس آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ فرعون اپنی بیوی کے ساتھ دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ چار سو غلام اس کے آگے پیچھے اور ارد گرد تھے۔ انہوں نے جب صندوق کو دیکھا تو اٹھا لیا اور فرعون کے سامنے پیش کر دیا۔ جب صندوق کھولا گیا تو اس میں بچے کو پایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿والقیت علیک محبۃ منی﴾ اے پیارے موسیٰ علیہ السلام ہم نے آپ کے چہرے پر محبت کی تجلی ڈال دی تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ اقدس کو زیبائی عطا کر کے ایسا دلکش بنا دیا تھا کہ جو بھی دیکھتا وہ دل دے بیٹھتا۔ چنانچہ جیسے ہی فرعون کی بیوی نے دیکھا تو کہنے لگی۔ لاتقتلوہ تمہیں اسے قتل نہیں کرنا چاہئے عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں گے۔

بیوی کی بات سن کر فرعون نے سوچا کہ جب ہم اسے بیٹے کی طرح پالیں گے تو پھر یہ تو ہماری حکومت ہم سے نہیں چھینے گا۔ کیونکہ ہمارا ممنون احسان ہوگا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے اس کو قتل نہیں کرتے۔ اس کی عقل نے اسے دھوکہ دے دیا ہزاروں بچوں کو قتل کرنے والا کتنے آرام سے دھوکہ کھا رہا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی نے جب یہ سنا تو وہ خوش ہو گئی اور کہنے لگی۔ قرۃ

عین لی ولک" کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ فرعون نے اس کے جواب میں کہا..... قرۃ عین لک' یہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ لا حاجة لی لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ روح المعانی میں لکھا ہے کہ جب فرعون کی بیوی نے "قرۃ عین لی ولک" کہا تھا اس وقت اگر فرعون بد بخت صرف ہاں کر دیتا تو اس ہاں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایمان لانے کی توفیق نصیب فرما دیتا۔

چونکہ فرعون کی بیوی (حضرت آسیہؓ) خوش ہوئی تھیں اس لیے فرعون نے اس خوشی کی وجہ سے وہاں پر موجود چار سو غلاموں کو آزاد کر دیا۔ تفسیر میں ایک عجیب نکتہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی بچپن میں تھے مگر جب وہاں پہنچے تو چار سو غلاموں کی آزادی کا سبب بن گئے۔ اس طرح اللہ والے جس آبادی میں چلے جاتے ہیں اس آبادی کیلئے نفس اور شیطان کی غلامی سے آزادی پانے کا سبب بن جایا کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محل میں لے جایا گیا تو انہیں دودھ پلانے کے بارے میں فکر ہونے لگی۔ عورتوں نے انہیں دودھ پلانا چاہا مگر انہوں نے دودھ نہ پیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾ اور ہم نے ان پر دوسری عورتوں کا دودھ حرام فرما دیا تھا۔ فرعون بڑا پریشان ہوا کہ بچہ دودھ نہیں پیتا' اس نے کہا' کچھ اور عورتوں کو بلاؤ' چنانچہ کئی عورتوں کو بلایا گیا' لیکن بچے نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا' فرعون اور زیادہ پریشان ہوا' اسی حال میں رات گزر گئی۔

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بہت ہی زیادہ پریشان حال تھیں۔ دکھ اور غم کے ساتھ صبح کی' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا﴾

اگر ہم اس کے دل پر گرہ نہ دے دیتے اس کے دل کو سکون نہ دے دیتے تو وہ اپنا راز کھول ہی بیٹھتی یعنی وہ رو پڑتی اور لوگوں کو پتہ چل جاتا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان کو ربط قلوب عطا فرمایا۔ انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ جاؤ اور اپنے بھائی کا پتہ کر کے آؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھاگی گئی۔ انہوں نے فرعون کے محل میں جا کر دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گود میں لیٹے ہوئے ہیں۔ عورتیں ان کو دودھ پلانے کی کوشش کر رہی ہیں اور وہ دودھ نہیں پی رہے اور فرعون بہت پریشان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعون سے کہا:

﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ﴾

کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کے بارے میں نہ بتاؤں کہ جو اس بچے کو دودھ پلائیں گے وہ اس کی پرورش کریں گے اور اس کے بڑے خیر خواہ ہوں گے۔ جب اس نے یہ کہا کہ وہ اس کے بڑے خیر خواہ ہونگے تو فرعون کو بات کھٹک گئی۔ چنانچہ وہ کہنے لگا' اچھا کیوں خیر خواہ ہونگے؟ وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھی اس لئے نہایت سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی کہ ہم آپ کی رعایا ہیں اگر ہم ہی خیر خواہی نہ کریں گے تو پھر آپ کی خیر خواہی کون کرے گا؟ فرعون کہنے لگا ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ اچھا جاؤ جس کو چاہو بلا کر لاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن دوڑتی ہوئی گھر آئی اور کہنے لگی' امی! چلیں بھائی دودھ نہیں پی رہا۔ چنانچہ آپ کی والدہ آ گئیں' انہوں نے دودھ پلانا شروع کر دیا اور بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون بہت خوش ہوا کہ چلو پریشانی ختم ہو گئی۔ وہ تین دن اس نے محل ہی میں دودھ پلایا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں تو اپنے گھر میں جا کر رہوں گی۔ مجھ سے محل میں نہیں رہا جاتا۔ فرعون کہنے لگا اچھا پھر تم اس بچے کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اپنے گھر جا کر تم اس کو دودھ پلاتی رہنا۔ میں نے خزانے سے تمہاری تنخواہ مقرر کر دی ہے۔ لہٰذا میں ہر مہینے تمہاری تنخواہ بھیج دیا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فرددنہ الی امہ ہم نے اسے لوٹا دیا اس کی ماں کے پاس "کی تقر عینھا" تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' ولا تحزن اور وہ غمزدہ نہ ہوں ولتعلم اور وہ جان لے اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں' ولکن اکثرھم لا یعلمون' لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کرے گا' اللہ تعالیٰ اسی دوگنا انعام دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا' اے اللہ کے نبی ﷺ دوگنا انعام کیسا؟ فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دیکھو کہ وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھی اور اسے خزانے سے تنخواہ بھی ملا کرتی تھی۔ (خطبات ذوالفقار ۱۳۹/۸)

خدایا.....ایمان سلامت رکھنا

اس عاجز کو ۱۹۹۴ء میں سمرقند جانے کا موقع ملا تو جامع مسجد کلاں سمرقند میں خطبہ جمعہ دیا'

نماز جمعہ کے بعد چند نوجوان اس عاجز کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ ہمارے گھر میں تشریف لے چلیں' ہماری والدہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں' اس عاجز نے معذرت کر دی کہ اتنے لوگ یہاں موجود ہیں' میں ان کو چھوڑ کر وہاں کیسے جاؤں' مفتی اعظم سمرقند اس عاجز کے ساتھ ہی کھڑے تھے' وہ کہنے لگے حضرت! آپ ان کو انکار نہ کریں' میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا' ان کے ہاں جانا ضروری ہے' میں نے کہا بہت اچھا' چنانچہ ہم دوستوں سے ملاقات کر کے چل پڑے۔

راستے میں مفتی اعظم بتانے لگے کہ ان نوجوان لڑکوں کی والدہ ایک مجاہدہ اور پکی مومنہ ہے' جب کمیونزم کا انقلاب آیا تو اس وقت وہ بیس سال کی نوجوان لڑکی تھی' اس کے بعد ستر سال گزر چکے ہیں' اس طرح اس کی عمر نوے سال ہو چکی ہے' اللہ تعالیٰ نے کمیونزم کے دور میں اتنا مضبوط ایمان دیا تھا کہ ادھر دہریت کا سیلاب آیا اور ادھر یہ نوجوان لڑکیوں کو دین پر جمے رہنے کی تبلیغ کرتی تھی' ان سے گھنٹوں بحث کرتی اور ان کو کلمہ پڑھا کر ایمان پہ لے آتی' ہم پریشان ہوتے کہ اس نوجوان لڑکی کی جان بھی خطرے میں ہے اور یہ دہریے قسم کے فوجی اس کی عزت خراب کریں گے اور اسے سولی پر لٹکا دیں گے' لہٰذا ہم اسے سمجھاتے' بیٹی تو جوان العمر ہے تیری عزت و آبرو اور جان کا معاملہ ہے اتنا کھل کر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ نہ کیا کر مگر وہ کہتی کہ میری عزت و آبرو اور جان اسلام سے زیادہ قیمتی نہیں ہے' میری جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قبول ہوگئی تو کیا فرق پڑ جائے گا۔ لہٰذا یہ عورتوں کو کھلے عام تبلیغ کرتی رہی حتیٰ کہ سینکڑوں کی تعداد میں عورتیں دہریت سے توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئیں۔ ہمیں اس کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا' سب علماء پریشان تھے۔ کہ پتہ نہیں اس لڑکی کا کیا بنے گا؟ پتہ نہیں کونسا دن ہوگا جب اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ اور اس کو سارے لوگوں کے سامنے بے لباس کر کے ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا۔ مگر یہ نہ گھبراتی یہ ان کو دین کی تبلیغ کرتی رہتی' حتیٰ کہ اس نے ستر سال تک دین کی تبلیغ کی اور یہ ہزاروں عورتوں کے ایمان لانے کا سبب بن گئی اب وہ بیمار ہے بوڑھی ہے اور چارپائی پر لیٹی ہوئی ہے اس عورت کو آپ کے بارے میں کسی نے بتایا کہ پاکستان سے ایک عالم آئے ہیں اس کا جی چاہا کہ وہ آپ سے گفتگو کرے اس لیے میں نے کہا کہ آپ انکار نہ کریں۔ اس عاجز نے جب یہ سنا تو دل بہت خوش ہوا کہا جب وہ ایسی اللہ کی نیک بندی

ہے تو ہم بھی ان سے دعا کروائیں۔

جب ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ صحن میں ان کی چارپائی پڑی ہوئی تھی اور وہ اس پر لیٹی ہوئی تھی۔ لڑکوں نے اس کے اوپر ایک پتلی سی چادر ڈال دی ہم چارپائی سے تقریباً ایک میٹر دور جا کر کھڑے ہو گئے' اس عاجز نے جاتے ہی سلام کیا' سلام کرنے کے بعد عاجز نے عرض کیا اماں! ہمارے لیے دعا مانگئے' ہم آپ کی دعائیں لینے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں' جب اس عاجز نے عرض کیا تو اس نے چادر کے اندر ہی اپنے ہاتھ اٹھائے اور بوڑھی آواز میں سب سے پہلے یہ دعا مانگی "خدایا! ایمان سلامت رکھنا" یقین کیجئے کہ ہماری آنکھوں سے آنسو آ گئے' اس دن احساس ہوا کہ ایمان کتنی بڑی نعمت ہے کہ ستر سال تک ایمان پر محنت کرنے والی عورت اب بھی جب دعا مانگتی ہے تو پہلی بات کہتی ہے خدایا ایمان سلامت رکھنا" (واقعات فقیر اول ص۳۲۲)

ایک انگریز کا قبول اسلام

فقیر کو ایک نوجوان ملا' اور کہنے لگا' میں کل اپنے ایک دوست کو لاؤں گا وہ کافر ماں باپ کا بیٹا ہے' میں اس سے کئی دن سے اسلام کے بارے میں بات کر رہا ہوں' اب اس نے کلمہ پڑھنا ہے' آپ مجھے بتا دیجئے کہ آپ کب وقت دیں گے' تاکہ وہ آ کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو سکے' فقیر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے' فقیر نے کہا بچہ! وہ دن میں آئے یا رات میں آئے اگر کلمہ پڑھنا چاہتا ہے تو فقیر اس کیلئے ہر وقت کی قربانی دینے کیلئے تیار ہے مجھے خوشی ہوئی کہ وہاں کے بچے آج دین کے نمائندے بن کر زندگی گزار رہے ہیں فقیر کے نزدیک وہاں پر مساجد بنانے سے زیادہ ان اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کا قائم کرنا زیادہ ضروری ہے' اس لئے کہ نماز تو اسکول اور کالج کے کسی بھی کمرے میں پڑھی جا سکتی ہے یہ مسجد کا بھی رخ نہیں کریں گے اگر ان کو وہاں کے مقامی اسکولز اور کالجز میں جانا ہے آپ جو کچھ مسجد میں بتائیں گے اسکول اور کالج والے اس پر پانی پھیر دیں گے' الحمد للہ کہ وہاں کی صورت حال کے مطابق ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ (خطبات ذوالفقار ص۱۰۵/۵)

ایک نوجوان دامن اسلام میں......

فقیر کے ایک دوست میڈیکل ڈاکٹر تھے' ان کا ایک بہت ہی ذہین بیٹا تھا' جو بہت

عبادت گزار تھا' اسے ہر سال عمرہ کرنے کا شوق تھا' ماں کو بھی عمرہ کیلئے لے جاتا اور دوسرے فیملی ممبرز کو بھی' اکثر اسلام کا مطالعہ کرتا رہتا تھا' مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ دہریہ بن گیا' اس کے والد جب اسے فقیر کے پاس لے کر آئے تو کہنے لگے' جی یہ لڑکا اب بالکل دہریہ ہے' یہ دین اسلام کو مانتا ہی نہیں۔ فقیر نے اسے بٹھایا اور اس سے پوچھا معاملہ کیا بنا؟ اس نے کہا کہ میں آپ کو سیدھی اور صاف بات بتاتا ہوں' میرا ٹیچر ایک غیر مسلم تھا' اس نے مجھے پہلے تو یہودیت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر میں مائل نہ ہوا' جب اس نے دیکھا کہ یہودی تو بنا نہیں اور بڑا پکا مسلمان ہے اس کے بعد اس نے مجھے ڈاروِن کی تھیوری پڑھانا شروع کر دی' اس نے ڈاروِن تھیوری کی آڑ میں مجھے ایسا پریشان کر دیا کہ میں دہریہ بن گیا۔

فقیر نے کہا کہ آپ کے ذہن میں جو سوالات ہیں وہ پوچھئے' ہمارے پاس اگلی نماز تک کیلئے تین گھنٹے ہیں' اس نے ڈاروِن تھیوری بیان کرنا شروع کر دی' پھر اس کے بعد اس کے بارے میں سوالات پوچھنے شروع کر دیئے' الحمدللہ فقیر اس کو جواب دیتا رہا' ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتا رہا اور توجہات بھی دیتا رہا' تین گھنٹے وقت دیا ہوا تھا مگر اللہ رب العزت نے ایسی مہربانی فرمائی کہ ٹھیک ۵۰ منٹ کے بعد وہ کہنے لگا کہ مجھے کلمہ پڑھا کر دوبارہ مسلمان بنا دیجئے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ' کمرے سے نکل کر اس نے وضو کیا اور باپ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا' اس کے باپ کی آنکھوں سے جو آنسو رواں ہوئے ان کی کیفیت کو فقیر کبھی نہیں بھول سکتا' اس کو تو گویا نیا بیٹا مل گیا' اس کو گھر میں نئی خوشیاں مل گئیں' پھر اس کے دل سے جو دعائیں نکل رہی تھیں ان دعاؤں کا کوئی آدمی بھلا کیا تصور پیش کر سکتا ہے۔

(خطبات ذوالفقار ۱۰۶/۵)

ایک عیسائی سے میری دینی گفتگو......

فقیر ایک مرتبہ آسٹریلیا (سڈنی) میں تھا' ایک عیسائی لڑکی نے وقت مانگا کہ میں آپ سے اسلام کے متعلق کچھ سوالات پوچھنا چاہتی ہوں' فقیر نے اسے ایک گھنٹہ دیا' وہ پہلے ایک گھنٹہ مجھ سے Jesis Crist (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے اٹھائے جانے اور ان کے واپس آنے کے بارے میں سوال پوچھتی رہی پھر اس نے Day of Judgement

(قیامت کے دن) کے بارے میں پوچھا' پھر Haven (جنت) اور Hell (دوزخ) کے بارے میں پوچھا' حتی کہ اس نے اسلام کے بارے میں بہت زیادہ تفصیلات پوچھیں' جب اس کی تسلی ہوگئی تو میں نے پوچھا کہ اب آپ بتائیں کہ کوئی سوال پوچھنا ہے کہنے لگی کہ اب میرے دل میں اسلام کے بارے میں اور کوئی سوال نہیں ہے میں سمجھتی ہوں کہ اسلام بہت ہی زیادہ خوبصورت مذہب ہے' جب اس نے خوبصورت کا لفظ استعمال کیا تو فقیر سمجھا کہ شاید اب یہ اسلام قبول کرلے گی' لہٰذا فقیر نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوچیں گی؟ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ سارے کا سارا اسلام قرآن میں موجود ہے' فقیر نے کہا ہاں وہی تو بنیادی ماخذ ہے' کہنے لگی کیا آپ کے پاس قرآن ہے؟ فقیر نے کہا ہاں میرے پاس قرآن ہے جب فقیر نے قرآن مجید دکھایا تو وہ کہنے لگی' آپ ایسا کریں کہ اس کے کئی نسخے مسلمان ملکوں میں بھجوائیں اور انہیں کہیں کہ تمہیں اس قرآن کے مطابق اپنی زندگیوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

اب بتائیں کہ میں اس کو کیا جواب دیتا' میرے دوستو! اگر ہم پکے سچے مسلمان بن جائیں اور اسلام کو ان لوگوں کے سامنے پیش کریں تو عین ممکن ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں اور پوری دنیا میں اللہ رب العزت ہمیں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق نصیب فرمادے آیئے اس کو زندگی کا مقصد بنالیجئے۔ ہم اس کی ابتداء اپنی ذات سے کریں' آج دل میں عہد کرلیجئے کہ ہم آج کے بعد اپنے جسم پر اسلام کا قانون نافذ کریں گے اگر ہم نے اپنے آپ کو بدلنا شروع کردیا تو اللہ رب العزت ہمارے ان اعمال کی برکت سے دنیا کے دوسرے انسانوں کو بھی بدل دیں گے۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۱۳)

استقامت

قوتِ ارادی پر نصرت خداوندی

بائبل میں ایک واقعہ لکھا ہے' قرآن پاک میں بھی اس کا مختصر ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت طالوت علیہ السلام وقت کے بادشاہ جالوت کے مقابلے کیلئے گئے' جالوت بڑا لحیم وشحیم اور طاقت ور تھا' اس کی شکل وصورت ہی ایسی تھی کہ دیکھنے سے ہیبت طاری ہو جاتی تھی' طالوت علیہ السلام ضعیف العمر تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام جوان العمر تھے اور ماشاء اللہ اٹھتی جوانی تھی' جب دونوں حضرات نے جالوت کو دیکھا تو حضرت طالوت علیہ السلام نے فرمایا:

8 It is very dificult to kill him becouse he is very big.

(اسے مارنا تو بہت مشکل ہے کیونکہ یہ تو بہت بڑا ہے)

ادھر حضرت داؤد علیہ السلام فرمانے لگے:

4 It is very easy to kill him becouse he is very big. I never miss him,,

(اسے مارنا تو بہت آسان ہے کیونکہ یہ تو بہت بڑا ہے' میرا نشانہ کبھی خطا نہ ہوگا) اور ایسے ہی ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر جالوت کی پیشانی پر مارا اور ختم کر دیا' تو جو بھی آدمی مضبوط قوت ارادی سے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۲/۱۴۴)

گرم تیل میں جل کر کباب بننا منظور......

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں دو مسلمان کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ جب کافر لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ بجائے اس کے کہ آپ ان کو قتل کریں یا کوئی اور سزا دیں۔ آپ ان لوگوں کو اس طرح قائل کریں کہ یہ آپ کے دین کو اختیار کرلیں کیونکہ ان کے چہروں سے ایسی بہادری ٹپکتی ہے کہ آپ کی فوج کے سپہ سالار بن سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ ہم کسی طرح ان کو اپنے دین کی طرف مائل کرلیں۔ پہلے انہوں نے ان کو لالچ دیئے۔ لیکن جب دیکھا کہ دال نہیں گلتی تو پھر انہیں ڈرایا دھمکایا' حتیٰ کہ انہیں یہ

کہا گیا کہ ہم تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ہمارے دین کو قبول کر لو۔ لیکن ان کا جواب یہی تھا۔

فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا (طٰہٰ:۷۲)

تو جو کر سکتا ہے تو اپنا زور لگا لے تو کیا کرے گا' یہی ہوگا کہ تیرے اس تکلیف دینے سے ہمیں موت آ جائے گی۔ جب ان کی طرف سے یہ جواب سنا تو وہ سٹپٹا اٹھے اور پریشان ہوئے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ بالآخر زچ ہو کر انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ہم ایک جگہ تیل گرم کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کو اس میں ڈالتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ سے دوسرا ڈر جائے اور ہمارے دین کو قبول کرلے۔ چلو دونوں نہیں تو ان میں سے ایک تو ہاتھ آ ہی جائے گا۔ چنانچہ تیل گرم کیا گیا اور ان دونوں کو اس کے پاس بٹھا کر ڈرایا گیا کہ اگر تم ہماری بات کو قبول نہیں کرتے تو تمہیں اس تیل کے اندر ڈال دیا جائے گا۔ جب دیکھا کہ وہ اپنی بات پر جمے ہوئے ہیں تو انہوں نے ان میں سے ایک کو اٹھا کر گرم گرم تیل میں ڈال دیا۔ ذرا تصور کیجئے کہ جب تیل گرم ہو اور اس میں گوشت ڈالا جائے تو پھر کس طرح کباب بنتا ہے اور کیا نقشہ سامنے آتا ہے۔ ان میں سے جب ایک اس طرح کباب بن گیا تو لوگوں نے دوسرے کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔ جب اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو نظر آئے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کچھ ڈر گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ اگر تم ہماری بات مان لو گے تو ہم تمہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ چلو پہلے کے ساتھ تو جو کچھ پیش آیا' وہ تو ہو گیا' اب اگر تم ہماری بات مان لو تو ہم تمہیں تیل میں نہیں ڈالیں گے۔ اس پر انہوں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ شاید تو سمجھتا ہے کہ میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ جیسے تو نے اس کو تیل میں ڈالا ہے اسی طرح تو مجھے بھی تیل میں ڈال دے گا' ہرگز ایسا نہیں' حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ خیال آ رہا ہے کہ میری یہ ایک ہی جان ہے جب تم مجھے ایک دفعہ تیل میں ڈالو گے تو یہ تو ختم ہو جائے گی۔ کاش! کہ میرے جسم کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں تو مجھے اتنی دفعہ تیل میں ڈالتا اور میں اتنی جانوں کا نذرانہ اپنے رب کے حضور میں پیش کرتا۔ سبحان اللہ

(خطبات ذوالفقار ۸/۱۴۱)

فرعون حضرت آسیہ کو ڈگمگا نہ سکا......

فرعون حضرت مشاطہ کو شہید کروا کر جب گھر پہنچا تو اپنی بیوی حضرت آسیہؓ سے کہنے لگا' آج یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ میں نے ایک عورت کو عبرتناک سزا دے دی ہے۔ اس کی بیوی نے کہا' تیرا ناس ہو تو نے ایک معصوم بچی کی جان بھی لی اور ایک بے گناہ عورت کا بھی قتل ناحق کیا۔ فرعون نے کہا۔ میں نے اس کو اس لیے عبرتناک سزا دی کہ وہ مجھے خدا نہیں مانتی تھی۔ یہ سن کر حضرت آسیہؓ نے کہا کہ خدا تو میں بھی تجھے نہیں مانتی' بلکہ تو ایک عام انسان ہے۔ جب فرعون نے یہ سنا تو حیران رہ گیا کیونکہ اسے حضرت آسیہؓ سے بڑی محبت تھی۔ حضرت آسیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس سے بڑی محبت کرتا تھا۔ چنانچہ فرعون کہنے لگا تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں کہ تو جھوٹا ہے پروردگار تو وہی ہے جس کا پیغام لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ فرعون نے یہ بات سنی تو اسے بہت غصہ آیا۔ لہٰذا کہنے لگا کہ میں تمہارا بھی وہی حشر کرواؤں گا جو میں نے مشاطہ کا کروایا ہے۔ وہ کہنے لگیں' تو جو چاہتا ہے کر لے میرے ساتھ میرا پروردگار ہے۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کو نہیں چھوڑ سکتی۔ البتہ تیری ہر چیز کو لات مار سکتی ہوں۔ جب اس نے یہ باتیں سنیں تو وہ پھر دربار میں آیا۔ اب پھر اس نے لوگوں کو بلوالیا اور کہنے لگا دیکھو! یہ کتنی بڑی سازش ہوگئی ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے میری بیوی کو بھی بہکا لیا ہے۔ آج میں اس عورت کو یا تو مار ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی بات سے ہٹ جائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو گرفتار کروا کر دربار میں بلوالیا' وہ تو ملکہ تھی اور اس کے اشارے پر نوکر چاکر بھاگ بھاگ کر کام کرتے تھے۔ لوگ احترام کی وجہ سے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ آج وہ فرعون کے دربار میں ملزمہ بن کر کھڑی ہے۔ فرعون نے اسے کہا کہ تو اتنے عالی شان محل میں رہتی ہے۔ اتنی نعمتوں میں پلی ہے۔ میں تجھے اپنی محبوبہ بنائے ہوا ہوں۔ تجھے اب محل کی ناز و نعمت والی زندگی سے محروم ہونا پڑے گا۔ بہتر ہے تو اب بھی باز آ جا اور مجھے ''الٰہ'' مان لے۔ وہ کہنے لگی' اب میں نے ایمان قبول کر لیا ہے لہٰذا میں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ چنانچہ فرعون نے فیصلہ کر لیا کہ میں اسے بھی سزا دوں گا۔

فرعون نے سب سے پہلے سزا کے طور پر اسے رسوا کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس نے کہا

کہ سب سے پہلے اس عورت کے جسم سے لباس اتار دیا جائے۔ اب بتائیے کہ کسی مرد کو کہا جائے کہ تجھے لوگوں کے درمیان بے لباس کر دیں گے، مرد کو کتنی شرم آتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور میں اندر اتر جاؤں۔ وہ تو بالآخر عورت تھی اور عورت کے اندر تو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا رکھی ہوتی ہے۔ فرعون نے اس کے جسم سے لباس اتروا دیا۔ آپ سوچئے کہ وہ اب کتنی عجیب صورتحال کا شکار ہے۔ ایک طرف ایمان ہے دوسری طرف امتحان ہے۔ وہ ڈٹی رہی۔ فرعون نے کہا اچھا! اگر اب بھی نہیں مانتی تو میں تجھے اور طرح کا عذاب دوں گا۔ چنانچہ فرعون نے کہا کہ اس کا منہ میرے محل کی طرف کر کے لٹا دو تا کہ آخری وقت بھی نگاہیں اس کی میرے محل پر لگی رہیں اور اس کے ذہن میں یہ بات رہے کہ میں ان نعمتوں کو ٹھکرا کر ذلیل و خوار ہو کر مر رہی ہوں۔ لہٰذا اسے فرعون کے حکم کے مطابق لٹا دیا گیا۔ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی کیلیں گاڑ دی گئیں تا کہ ہل نہ سکے۔ اس کے بعد فرعون نے لوگوں کو بلا کر کہا کہ اس کے جسم سے کھال کو جدا کرنا شروع کر دو۔ اب بتائیے کہ وہ زندہ عورت ہے اور اس کے جسم سے کھال اتاری جا رہی ہے۔ نازک بدن ہے مگر اس کو برداشت کر رہی ہے۔ اسے اللہ کے نام پر تکلیف دی جا رہی ہے۔ اس طرح اس کے جسم سے کھال اتار دی گئی۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ وہ ابھی تک زندہ تھی۔ مگر جسم زخم زخم بن چکا تھا۔

فرعون کا دل اب تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا، مرچیں لاؤ اور اس کے پورے جسم پر چھڑک دو۔ حضرت آسیہؓ کے جسم پر مرچیں ڈال دی گئیں تو وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگ گئیں۔ اس تڑپنے کی حالت میں انہوں نے رب العزت کے حضور ایک دعا مانگی کہ اے اللہ! فرعون کا محل سامنے ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس محل سے نکال دیا ہے۔ آج کے بعد تم اس محل میں نہیں جا سکو گی۔ اس لئے "رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ" اے پروردگار مجھے اس محل کے بدلے میں جنت میں آپ کے پاس ایک گھر چاہیے۔ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات عطا فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں ان کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرما دیا۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۲۰۳/۸)

قبر سے مشک کی مہک آنے لگی......

حدیث پاک میں آیا ہے کہ معراج کے وقت جب نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں ایک وادی میں سے خوشبو آئی۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ جبرئیل جو خوشبو میں یہاں سے سونگھ رہا ہوں وہ تو بڑی انوکھی خوشبو ہے۔ یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ فرعون کے محل میں "مشاطہ" نامی جو ایک نوکرانی تھی یہاں اس کی قبر ہے۔ یہ خوشبو اس کی قبر سے آ رہی ہے اور آپ کو محسوس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۳/۴۷)

تیرے سامنے پہاڑ ہو جائے نرم و گداز......

ایک آدمی نے خواب دیکھا۔ اسے کہا گیا کہ اگر تم اللہ کے راستہ میں نکلو اور تمہیں جو چیز سب سے پہلے نظر آئے اور اگر تم اسے کھا لو تو تمہیں بڑے درجات مل جائیں گے۔ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اس کی نیت کر لی۔ لہٰذا جب وہ صبح اٹھ کر شہر سے باہر نکلا تو اس کی پہلی نظر پہاڑ پر پڑی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ میں پہاڑ کو تو نہیں کھا سکتا۔ لیکن خواب میں یہ شرط تھی کہ جو چیز پہلی دفعہ نظر آئے اس کو اگر کھاؤ گے تو تمہیں بڑے درجات ملیں گے۔ کبھی تو اس کے دل میں خیال آتا کہ میں پہاڑ کو کھا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا مجھے آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے اور کبھی خیال آتا کہ نہیں جانا میرا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ آسان کر دیں گے۔ چنانچہ وہ آدمی چلتا رہا چلتا رہا' لیکن اللہ کی شان کہ وہ جیسے جیسے پہاڑ کی طرف قدم اٹھاتا رہا۔ ہر قدم پر پہاڑ چھوٹا ہوتا گیا۔ حتی کہ جب یہ شخص قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہاں گڑ کی ایک چھوٹی سی ڈلی پڑی ہوئی ہے۔ اس نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ تو استقامت کے ساتھ قدم اٹھانے پر اللہ تعالیٰ پہاڑ کو بھی گڑ کی ڈلی بنا دیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۸/۱۸۲)

فرعون مشاطہ کی استقامت میں تزلزل لا نہ سکا

فرعون کے محل میں مشاطہ نامی ایک عورت فرعون کی بیٹیوں کے بال سنوارا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ فرعون کی بیٹی کے بال سنوار رہی تھی اسی دوران اس کے ہاتھ سے کنگھی نیچے گر گئی۔ جب وہ کنگھی اٹھانے لگی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار کا نام لیا۔

جب مشاطہ نے اللہ رب العزت کا نام لیا تو فرعون کی بیٹی سمجھ گئی کہ یہ تو میرے والد کو معبود نہیں مانتی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ چنانچہ اس لڑکی نے مشاطہ سے پوچھا' کیا تم میرے والد کو الہٰ نہیں مانتی ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں میرا خدا تو وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پروردگار ہے۔ جب لڑکی نے مشاطہ کا دوٹوک جواب سنا تو وہ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ آپ کے محل میں آپ کے زیر سایہ رہنے والی عورت آپ کو خدا نہیں مانتی۔ بیٹی کی لگی لپٹی باتیں سن کر فرعون کو غصہ آ گیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ اچھا میں دربار میں جا کر اس عورت کو ایسی عبرتناک سزا دیتا ہوں کہ یا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے الہٰ کو الہٰ کہنے سے باز آ جائے گی یا پھر اپنے ہاتھ سے جان دھو بیٹھے گی۔

فرعون جب اپنے دربار میں پہنچا تو اس نے اس عورت کو اپنے پاس بلوایا اور کہا تم موسیٰ علیہ السلام کے الہٰ کو الہٰ کہنا چھوڑ دو۔ وہ کہنے لگی ہرگز نہیں۔ اس نے مشاطہ کو بڑا ڈرایا دھمکایا' مگر وہ کہنے لگی کہ اب تم جو کچھ کر سکتے ہو کر لو میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ فاقض ما انت قاض اس کا یہ دلیرانہ جواب سن کر فرعون نے "انا کا مسئلہ" بنا لیا۔ چنانچہ فرعون نے کہا کہ اس کو زمین پر لٹا دیا جائے۔ اسے زمین پر لٹا دیا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دی گئیں تاکہ وہ حرکت نہ کر سکے۔ اسی دوران وزیر آیا اور اس نے فرعون سے کہا کہ اس کی ایک دودھ پیتی چھوٹی سی بچی بھی ہے۔ اگر اس کی اس بیٹی کو اس کے سامنے قتل کر دو تو یہ اپنی ممتا سے مجبور ہو کر آپ کی بات مان جائے گی۔ چنانچہ فرعون نے اس کی دودھ پیتی بچی کو گھر سے بلوایا اور اسے اس کے سینے پر لٹا دیا۔ وہ بچی ماں کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگ گئی۔ بچی ابھی دودھ پی ہی رہی تھی فرعون نے کہا کہ میں تمہاری اس بچی کو تمہارے ہی سینے پر قتل کر دوں گا۔ وہ اتنی بڑی دھمکی سن کر بھی کہنے لگی کہ اب میرے دل میں اتنا اطمینان بھر چکا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے بیٹی کو خون میں لت پت تڑپتا تو دیکھ سکتی ہوں مگر میں اپنے ایمان کا خون نہیں کر سکتی۔ چنانچہ مشاطہ کے سینے پر ہی اس کے معصوم بچی کی گردن کاٹ دی گئی۔ جس ماں کے سینے پر بیٹی کا خون بہہ رہا ہو اس ماں کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ جب بیٹی ٹھنڈی ہو گئی تو فرعون نے کہا کہ اب ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس نے کہا' تمہاری جو مرضی ہو کر لو۔ میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ بالآخر اس عورت کو بھی شہید کر دیا گیا۔ (خطبات ذوالفقار ۲۰۲/۸)

قصرِ شاہی میں صحابیؓ کی استقامت و بے باکی

صحابہ کرامؓ نے جب فارس پر حملہ کیا تو ایک ایسے شہر کا محاصرہ کیا جس میں بادشاہ کا تخت بھی تھا۔ محاصرہ کیے ہوئے مسلمانوں کو کافی دن گزر گئے۔ بادشاہ نے اپنے ہمنواؤں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ یہ تو جدھر بھی قدم اٹھاتے ہیں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اگر یہ ہم پر مسلط ہوگئے تو ہم کیا کریں گے لوگوں نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ ان کو بلا کر اپنا دبدبہ اور جاہ وجلال دکھائیں۔ یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں یہ ہمارے مال ودولت سے ڈر جائیں گے۔ اس نے کہا بہت اچھا چنانچہ اس نے پیغام بھجوایا کہ صلح کیلئے کوئی بندہ بھیجو۔ جو مذاکرات کرے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک صحابی کو اس طرف روانہ کیا۔

یہ ایسے صحابی تھے جن کا کرتہ پھٹا ہوا تھا اور ببول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا۔ ان کے بیٹھنے کیلئے گھوڑے پر زین نہیں تھی۔ بلکہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے اور ہاتھ میں صرف نیزہ تھا۔ وہاں جا کر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا۔ تمہیں کوئی لحاظ نہیں کہ تم کس کے پاس آئے ہو۔ نہ کوئی آداب کا خیال ہے نہ طریقہ نہ سلیقہ فرمایا کہ ہمارے محبوب ﷺ نے ہمیں بادشاہوں کے دربار میں اسی شان سے آنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ یہ سن کر اسے بڑا غصہ آیا۔ کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا اسلم تسلم۔ اسلام قبول کرلے سلامتی پا جا۔ کہنے لگا نہیں قبول کرتا۔ فرمایا کہ اگر نہیں قبول کرتا تو پھر حکومت ہماری ہوگی اور تمہیں رہنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی حکومت ایسے بھوکے ننگے غریب لوگوں کے حوالے کردیں؟ صحابی فرمانے لگے۔ اچھا یاد رکھنا کہ اگر یہ بات نہ مانی تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ تلوار ہمارا اور تمہار فیصلہ کرے گی اور تمہاری بیٹیاں ہمارے بستر بنایا کریں گی۔

بھرے دربار میں تلواروں کے سایہ میں بادشاہ کو اس طرح بے خوف ہوکر ایک بات کہہ دی۔ درباریوں کے سامنے یہ بات سن کر بادشاہ کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اس کی بڑی سبکی ہوئی۔ کہنے لگا۔ اچھا تمہاری تو یہ زنگ بھری تلواریں ہیں۔ تم ان کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کروگے؟ آپ تڑپ کر بولے اے بادشاہ! تم نے ہماری زنگ بھری تلواروں کو تو دیکھا ہے لیکن تلواروں کے پیچھے والے ہاتھوں کو نہیں دیکھا۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کن ہاتھوں میں یہ تلواریں ہیں۔

انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا' اللہ رب العزت نے ان کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔ جی ہاں جو غیر اللہ سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ ان کی گفتار میں یوں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں۔

(خطبات ذوالفقار، ص ۲۹/۳)

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا تھا دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا۔

اگر استقامت ہوتی تو جلنا نہ پڑتا......

ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ انہیں نیند آئی۔ وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آ رہی تھی جس کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ جی ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں۔ درخت انہیں کہہ رہا تھا۔ یا سری! کن مثلی۔ اے سری! تو میرے جیسا ہو جا۔ وہ یہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آ رہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا۔ کیف اکون مثلک کہ اے درخت! میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا۔ ان الذین یرموننی بالاحجار فارمیھم بالاثمار۔ اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں۔ اس لئے تو بھی میرے جیسا بن جا۔ وہ اس کی یہ بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارتے ہیں یہ اسے پھل دیتا ہے تو اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو "فکیف مصیرک الی النار؟ یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا' اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے۔ اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری وہ خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا۔ میری خامی یہ ہے فاملت بالھواء ھکذا وھکذا جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں یعنی میرے اندر استقامت نہیں

ہے۔(خطبات ذوالفقار۸/۸۴)

فتویٰ نویسی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بے باکی

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا گیا۔انہوں نے حکام کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا۔ان کو سزا کے طور پر گدھے پر بٹھایا گیا اور ان کے چہرے پر سیاہی مل دی گئی۔پھر وقت کے حاکم نے حکم دے دیا کہ انہیں مدینہ میں پھراؤ۔لہٰذا مدینہ منورہ کے امام اور فقیہ کے چہرے کو سیاہ کر دیا گیا اور گدھے پر بٹھا کر پھرایا گیا۔اب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت دیکھئے کہ فرمانے لگے لوگو! تم میں سے جو پہچانتا ہے کہ میں امام مالک ہوں وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہ پہچانتا ہو وہ بھی سن لے میں انس کا بیٹا مالک ہوں۔ولا یخافون لومۃ لائم دین کے معاملے میں انہوں نے ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔(خطبات ذوالفقار:۸/۱۶۹)

اسیر مالٹا کی بے مثال قوتِ فولادی

حضرت شیخ الہند کو دین کیلئے بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات حکیم محمد اجمل کی کوٹھی پر ہوئی غسل دینے والے نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ پر زخموں کے بڑے بڑے نشان ہیں۔اس نے رشتہ داروں سے پوچھا انہوں نے گھر والوں سے پوچھا لیکن کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔سب حیران تھے۔اہل خانہ سے بھی اس بات کو چھپائے رکھا۔آخر یہ کیا معاملہ ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کلکتہ گئے ہوئے تھے۔ان کو شیخ الہند کی وفات کا پتہ چلا تو وہاں سے جنازہ میں شرکت کیلئے آئے۔ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ بتائیے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے فرمانے لگے۔یہ ایک راز تھا اور حضرت نے منع فرمایا تھا کہ میری زندگی میں تم نے کسی کو نہیں بتانا۔اس لئے یہ امانت تھی اور میں بتا نہیں سکتا تھا۔اب تو حضرت وفات پا گئے ہیں۔لہٰذا اب تو میں بتا سکتا ہوں وہ فرمانے لگے کہ جب ہم مالٹا میں قید تھے اس وقت حضرت کو اتنی سزا دی جاتی اتنی سزا دی جاتی کہ جسم پر زخم ہو جاتے تھے۔اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ فرنگی انگارے بچھا دیتے اور حضرت کو اوپر لٹا دیتے تھے۔جیل کے حکام کہتے کہ محمود! صرف اتنا کہہ دو کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں۔آپ کو ہم اتنا کہنے پر چھوڑ دیں گے۔مگر حضرت فرماتے کہ نہیں میں یہ

الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ وہ ان کو بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے۔ حضرت جب اپنی جگہ پر رات کو سونے کیلئے آتے تو سو بھی نہیں سکتے تھے۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے تکلیف اور ادھر سے اذیتیں۔ ہم لوگ حضرت کی حالت دیکھ کر پریشان ہوجاتے۔ ہم نے ایک دن رو کر کہا۔ حضرت! آخر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الحیل'' لکھی ہے لہٰذا کیا کوئی ایسا حیلہ ہے کہ آپ ان کی سزا سے بچ جائیں۔ حضرت نے فرمایا نہیں۔ اگلے دن حضرت کو پھر سزا دی گئی۔ جب کئی دن متواتر یہ سزا ملتی رہی تو ایک دن ایک فرنگی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ تجھے ہے کیا؟ تو یہ کیوں نہیں کہنا چاہتا کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں؟ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں کہنا چاہتا کہ میں اللہ کے دفتر سے نام کٹوا کر تمہارے دفتر میں نام نہیں لکھوانا چاہتا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کو اذیت ناک سزا دی گئی ہے۔ ہم حضرت کے ساتھ تین چار شاگرد تھے۔ ہم نے مل کر عرض کیا' حضرت! کچھ مہربانی فرمائیں۔ اب جب حضرت نے دیکھا کہ مل کر بات کی تو ان کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے فرمانے لگے۔ حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلال کا' میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیب[1] کا میں روحانی بیٹا ہوں حضرت سمیہ کا' میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل کا کہ جن کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو بھی مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا' میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانی کا کہ جن کو دو سال کیلئے گوالیار کے قلعے میں قید رکھا گیا تھا۔ میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا جن کے ہاتھوں کو کلائیوں کے قریب سے توڑ کر بیکار بنا دیا گیا تھا۔ حسین احمد! کیا میں ان فرنگیوں کے سامنے شکست تسلیم کرلوں۔ نہیں یہ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں مگر دل سے ایمان نہیں نکال سکتے۔ سبحان اللہ جب ایسی استقامت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فیض بھی جاری فرمادیتے ہیں۔

---

[1] ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے کافروں نے ایک مرتبہ گرفتار کرلیا' مکہ کے بازار میں فروخت کرڈالا' مکہ کے کافروں نے ان کے قتل کا بڑا اہتمام کیا انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی دعا کی اللہ میرا سلام نبی علیہ السلام کو پہنچادے چنانچہ بذریعہ وحی ان کا سلام آپ کی خدمت میں پہنچا۔ (سیر الصحابہ ۳/۳۰۹)

کیا ۱۸۵۷ء میں تاریخ نمرود دہرائی گئی؟

ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے انگریزوں کی یہ پالیسی تھی کہ......

﴿۱﴾ سب سے پہلے قرآن مجید کو ختم کرنا چاہئے

﴿۲﴾ علماء کرام کا قتل عام

﴿۳﴾ جذبہ جہاد کو ختم کرنا چاہئے

﴿۴﴾ یہ تین باتیں لب لباب تھیں۔

چنانچہ انگریز نے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ تین سال کے اندر قرآن پاک کے تین لاکھ نسخے نذر آتش کر دیئے اور 14000 چودہ ہزار علماء کرام کو پھانسی دی گئی۔

تھامسن اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ دہلی سے لے کر پشاور تک جرنیلی سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا درخت ایسا نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش لٹکتی نظر نہ آرہی ہو۔ بادشاہی مسجد میں پھانسی کا پھندہ لٹکایا گیا اور دیگر مسجدوں کے اندر علماء کرام کو پھانسی دی گئی۔

تھامسن اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ میں دہلی گیا تو کیمپ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مجھے وہاں انسانی گوشت کے جلنے کی بدبو محسوس ہوئی۔ میں پریشان ہو کر اٹھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب کیمپ کے پیچھے جا کر دیکھا تو کچھ انگریزوں نے انگارے جلائے ہوئے تھے۔ اور چالیس علماء کو بے لباس کر کے ان انگاروں کے پاس کھڑا کیا ہوا تھا اور انہیں یہ کہا جا رہا تھا کہ تم ہمیشہ کیلئے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کرو نہیں تو تمہیں انگاروں پر لٹا دیں گے۔ انہوں نے انکار کیا تو چالیس علماء کو انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ یہ ان کے گوشت جلنے کی بدبو تھی جو خیموں میں بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ اسی طرح چالیس علماء شہید ہو گئے تو پھر چالیس اور علماء کو بھی اسی طرح اوپر لٹایا گیا۔ (خطبات ذوالفقار ۹۳/۶)

مولانا احمد صاحب تختہ دار کیلئے تیار

مولانا احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔ ایک انگریز نے ان سے کچھ عربی سیکھی تھی۔ وہ انگریز اس وقت ان لوگوں میں سے تھا جو مسلمان علماء کو پھانسی دے رہے تھے۔ اس نے مولانا احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ میرے استاد ہیں آپ صرف زبان سے کہہ دیں کہ میں اس تحریک آزادی میں شریک نہ تھا۔ میں آپ کا نام پھانسی دینے والوں میں سے نکال

دوں گا۔ احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ بات کر کے اللہ رب العزت کے دفتر سے نام نکلوانا نہیں چاہتا۔ سبحان اللہ تو ان حضرات نے اپنی جان کے نذرانے تو پیش کر دیئے مگر انگریز کا ساتھ دینے پر تیار نہ ہوئے۔ (خطبات ذوالفقار ۹۴/۶)

دربار شاہی میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت وبیباکی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو ہندوستان کے شہر سرہند میں پیدا ہوئے ان کے دور میں اکبر نے دین کی شکل کو مسخ کر دیا تھا' دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا' جو بدعات ورسومات کا ملغوبہ تھا' یہ وہ وقت تھا' جب اکبر کے بیٹے جہانگیر نے اپنی طاقت کے نشے میں آ کر علماء کو لکھا کہ مجھے فتویٰ دو کہ بادشاہ کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے جب لوگوں کے سامنے جیلوں کے دروازے کھل چکے تھے۔ جب ان کو درے نظر آ رہے تھے کھالیں پیٹھ سے اترتی نظر آ رہی تھی' اس وقت کچھ ربانیین ایسے تھے' کچھ احبار ایسے تھے جنہوں نے جان کی پرواہ تک نہ کی' اس لیے کہ ان کا فرض منصبی دین کی حفاظت تھا' انہوں نے کہا:

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے قطعاً جائز نہیں اس کلمۂ حق کی وجہ سے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا' آپ کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں آپ نے پابند سلاسل رہنا تو قبول کر لیا مگر اس کی غلط بات کے آگے جھکے نہیں کیونکہ ان کو رب کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہیں آتا تھا۔ وہ ساری زندگی رب کے سامنے پیشانیاں جھکانے والے بھلا مخلوق کے سامنے کیسے جھک سکتے تھے۔ بالآخر ان کی استقامت کی بدولت رب العزت نے ایک وقت وہ بھی دکھلایا کہ جب جہانگیر بادشاہ کو جھکنا پڑا۔ سب امیر اس فقیر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے' جو آپ کہیں گے آج ہم وہی کریں گے چنانچہ بدعتوں کو ختم کر دیا گیا' رسومات کو چھوڑ دیا گیا' اور اس کی جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو رواج دیا گیا' اسی وجہ سے ان کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۱۸۳/۳)

سیفِ خدا کی استقامت پر کفر لرزہ براندام

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے حالات پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے ان کی جواں مردی پر عش عش کرا ٹھنے کو دل کرتا ہے ایک مرتبہ مشورہ ہونے لگا کہ اتنے اتنے کافروں کے مقابلہ میں کتنے مسلمانوں کو جانا چاہیے کسی نے کہا ستر چلے جائیں گے کسی نے کہا چالیس چلے جائیں گے کسی نے کہا دس چلے جائیں گے حضرت خالد بن ولیدؓ بھی بیٹھے تھے جب ان سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے اکیلے بھیج دیں یہ سن کر کسی نے کہا خالدؓ اس بات سے تو تکبر کی بو آتی ہے وہ فرمانے لگے ہرگز نہیں کیونکہ میری مثال باز کی سی ہے اور کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے جال میں پھنسے ہوئے پرندوں کی سی ہوتی ہے اب پھنسی ہوئی چڑیاں باز کا کیا بگاڑ سکتی ہیں؟ پھر وہ فرمانے لگے کہ کافر مردہ ہے اور مومن زندہ ہے اس لیے لاکھوں مردے مل کر بھی ایک زندہ آدمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' واقعی ان پر ایسی مدد اتری کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب فرما دیا۔ (خطبات ذوالفقار: ۸/۹۳)

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے عزم واستقلال کو سلام

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وہ دارالعلوم دیوبند کے تیسرے سپوت تھے جنہوں نے انگریز کے خلاف آزادی حاصل کرنے کیلئے بہت نمایاں کام کیا' ان کے بارے میں شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

گردشِ دوراں کی سنگینی سے ٹکراتا رہا
مالٹا میں نغمہ مہر ووفا گاتا رہا

مالٹا میں آپ کو قید کر دیا گیا' پابند سلاسل رہے' ان کے کچھ اور شاگرد حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عزیز گل وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ انگریز نے ان پر بہت سختیاں کیں مگر یہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔

ایک عجیب واقعہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب انگریز نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کو پھانسی دے دی جائے تو یہ اطلاع ملنے کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر بہت گریہ طاری رہتا تھا' آپ نے بہت زیادہ رونا شروع کر دیا' آپ کے شاگرد حیران ہوتے کہ ہمیں پھانسی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے لیکن جب اپنے شیخ کو دیکھتے تو وہ خوب کثرت کے ساتھ روتے

اور گریہ وبکا صبح وشام کرتے نظر آتے ہیں' دل اتنا نرم ہو چکا تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر رونے لگ جاتے حتیٰ کہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا کہ ہم کسی وقت حضرت کی خدمت میں عرض کریں گے کہ حضرت اتنا رونے کی کیا وجہ ہے اگر پھانسی کا حکم آ چکا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر کھانے سے پہلے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ آج کل بہت زیادہ روتے ہیں' آپ کے اوپر بہت زیادہ گریہ طاری ہوتا ہے آخر کیا وجہ ہے' پھانسی کا حکم صادر ہو چکا ہے تو یہ تو خوشی کی بات ہے' اللہ تعالیٰ ہماری جان کو اپنے راستے میں قبول کر لیں گے' یہ تو کوئی ایسی رونے والی بات نہیں ہے جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ان کو ذرا رعب بھری نظروں سے دیکھا' کہتے ہیں کہ ہمارے تو اس وقت پسینے چھوٹ گئے کہ حضرت اتنے جلال سے ہمیں دیکھ رہے ہیں' اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو میں موت کے خوف سے یا پھانسی کے خوف سے نہیں روتا بلکہ میرے ذہن میں کوئی اور بات ہے انہوں نے عرض کیا حضرت! پھر کچھ ہمیں بھی بتا دیجئے' حضرت نے فرمایا: میرے دل میں یہ بات آ گئی کہ اللہ رب العزت بے نیاز ہیں میں اس کی شان بے نیازی کی وجہ سے روتا ہوں' اس لئے کہ کبھی کبھی وہ بندے سے جان بھی لے لیا کرتا ہے اور اس کی جان کو قبول بھی نہیں کیا کرتا' میں تو اس لیے روتا ہوں کہ اے اللہ! اگر تو نے جان لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میرے مولا! اس کو قبول بھی فرما لینا۔

حکیم اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مریدین میں سے تھا' آپ بیمار تھے اور اس کے ہاں علاج معالجہ کیلئے آئے ہوئے تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں سے جنازہ اٹھایا گیا جب ان کو غسل دیا جانے لگا تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ آپ کی پشت کے اوپر گہرے زخم کے نشان موجود ہیں ایسی پشت کبھی دیکھی نہیں تھی لوگ پریشان تھے کہ آخر یہ بات کیا تھی' کہ آپ کی پشت پر اتنے گہرے نشان ہیں۔

حضرت مدنی اس وقت کلکتہ میں تھے وہ بھی وفات کی خبر سن کر وہاں پہنچے جب ان سے پوچھا گیا تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت راز فاش کیا اور کہا کہ اصل میں مالٹا میں ان کو آگ کے انگاروں پر لٹایا جاتا اور انگریز کہتا کہ تم ہمارے ساتھ وفاداری کا عہد

کرو اور ہمارے حق میں فتویٰ دو ورنہ ہم تمہیں آگ کے انگاروں پر لٹائے رکھیں گے' حضرت کے خون سے آگ کے انگارے بجھتے' اتنی تکلیف اٹھاتے مگر انگریز سے کہتے رہتے انگریز میں کبھی تیرے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتا' ارے میں بلال ؓ کا وارث ہوں' جن کو ریت کے اوپر لٹایا جاتا تھا اور سینے پر چٹانیں رکھ دی جاتی تھیں' میں تو خبیب ؓ کا وارث ہوں جن کی کمر کے اوپر زخموں کے نشانات تھے' میں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کے چہرے پر سیاہی مل کے ان کو مدینہ بھر میں پھرایا گیا تھا' میں تو امام ابوحنیفہ کا وارث ہوں جن کا جنازہ جیل سے نکلا تھا' میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کو ستر کوڑے لگائے گئے تھے' میں علمی وارث ہوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا' میں روحانی فرزند ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا' بھلا میں تمہاری اس بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں چنانچہ سب تکالیف کو برداشت کر لیتے تھے' مگر زبان سے انگریز کے حق میں کوئی بات نہیں کہتے تھے' یہ ان کی قربانیاں تھیں بالآخر انگریز کو پیچھے ہٹنا پڑا' انگریز نے پہلے فیصلہ کیا تھا کہ ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ پھانسی نہیں دیتے چلو چھوڑ دیتے ہیں' چنانچہ انگریز کو فیصلہ بدلنا پڑا' اللہ رب العزت نے ان کے عزم و استقامت کی وجہ سے ان کو کامیابی عطا فرما دی' کتنی عجیب بات کہی

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمیں پہ نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

آپ تو سمندر تھے بھلا دریا میں کیسے گر سکتے تھے' آپ کے اس عزم و استقامت کو سلام کرنا چاہیے اس وجہ سے اللہ رب العزت نے آپ کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ الحمد للہ آپ کا علمی فیض خوب پھیلا۔ (خطبات ذوالفقار:۳/۱۰۶)

سمرقندی نوجوان کا عزم واستقلال

سمرقند کے اسی سفر میں ایک عالم ایک نوجوان کو عاجز سے ملانے کیلئے لائے اور بتایا کہ یہ وہ خوش نصیب نوجوان ہے جو روسی انقلاب کے زمانے روزانہ پانچ مرتبہ اذان دے کر کھلے عام نمازیں پڑھتا تھا۔ یہ سن کر اس عاجز کو حیرت ہوئی اور پوچھا وہ کیسے؟ اس نوجوان نے اپنی

پیٹھ پر سے کپڑا ہٹا دیا' ہم نے دیکھا تو اس کی پیٹھ کے ایک ایک انچ پر زخموں کے نشانات موجود تھے' اس عاجز نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے اپنی داستان بیان کرنا شروع کی' وہ کہنے لگا' جب میں نے پہلی مرتبہ اذان دی تو پولیس والے مجھے پکڑ کر لے گئے اور خوب مارا' میں جان بوجھ کر اس طرح بن گیا جس طرح کوئی پاگل ہوتا ہے وہ جتنا زیادہ مارتے میں اتنا زیادہ ہنستا' ایک وقت میں کئی کئی پولیس والے مارتے مارتے تھک جاتے مگر میں اللہ کے نام پر مار کھاتے کھاتے نہ تھکتا' مجھے بجلی کے جھٹکے بھی لگائے گئے مگر میں نے برداشت کر لئے مجھے کئی کئی گھنٹے برف پر لٹایا گیا مجھے پوری پوری رات الٹا لٹکایا گیا' مجھے گرم چیزوں سے داغا گیا' میرے ناخن کھینچے گئے مگر میں اس طرح محسوس کرواتا جیسے کوئی پاگل ہوتا' میں جان بوجھ کر پاگلوں والی حرکتیں کرتا تھا' پولیس والوں نے ایک سال میری پٹائی کرنے کے بعد مجھے پاگل خانے بھجوا دیا' وہاں بھی میں نے ایک سال اسی طرح گزارا حتی کہ ڈاکٹر نے لکھ کر دے دیا کہ یہ شخص پاگل ہے اس کا ذہنی توازن خراب ہے یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا' یہ اپنے آپ میں مگن ہی رہتا ہے' لہٰذا اب اس کو دوبارہ گرفتار نہ کیا جائے چنانچہ اس ڈاکٹری رپورٹ پر مجھے آزاد کر دیا گیا' جب میں باہر آیا تو میں نے ایک جگہ پر چھوٹی سی مسجد نماز جگہ بنائی میں وہیں دن میں پانچ مرتبہ اذانیں دیتا اور پانچ نمازیں کھلے عام پڑھا کرتا تھا اس عاجز نے بڑھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں ہوتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

یہ عاجز اس نوجوان کے چہرے کو بار بار دیکھتا اور اس کی ثابت قدمی پر رشک کرتا رہا۔

ازل سے رچ گئی ہے سربلندی اپنی فطرت میں
ہمیں کٹنا تو آتا ہے مگر جھکنا نہیں آتا

حضرت سعید بن جبیرؓ کی استقامت

ایسا بھی ہوا کہ حجاج بن یوسف کے سامنے حضرت سعید بن جبیر کھڑے ہیں حجاج کہتا ہے کہ میں ابھی تمہیں ''فنا فی النار'' کرتا ہوں مگر استقامت کے پہاڑ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ میں تجھے دوزخ اور جنت کا مالک نہیں سمجھتا' جی ہاں وہ ایسے تھے جو نڈر ہو کر جابر سلطان

کے سامنے کلمۂ حق کہتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۶۸/۸)

کربناک پر تشدد سفر کی داستان

مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تاریخ کالا پانی'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارا علماء کا ایک قافلہ تھا' انگریز نے اس قافلے کو دہلی سے لاہور بھیجا مگر جس انگریز نے دہلی سے لاہور بھیجا اس نے ہمیں فقط ہتھکڑیاں لگائیں لہٰذا ہم بڑے اطمینان سے اللہ اللہ کرتے ہوئے دہلی سے لاہور پہنچ گئے' لیکن لاہور جیل کا انچارج بہت ہی جابر اور متشدد قسم کا آدمی تھا' اس نے کہا یہ مولوی آرام کے ساتھ سفر کر کے یہاں آ گئے! اب میں ان کو سبق سکھاؤں گا کہ یہ ہمارے ساتھ کیسے غداری کرتے ہیں اور ہمارے نمک حرام بنتے ہیں چنانچہ اس نے ریل گاڑی کے اندر چھوٹے چھوٹے کیبن بنوائے اور ہر کیبن میں چاروں طرف کیل لگوائے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیٹھنے کی جگہ کے چاروں طرف ایک ایک دو دو انچ کے فاصلے پر کیل لگے ہوئے تھے ان کیبنوں میں ہمیں بٹھایا گیا جب ریل گاڑی چلتی اور پیچھے جھٹکا لگتا تو ہمارے جسم پر پیچھے کیل چبھ جاتے' جب دائیں طرف جھٹکا لگتا تو دائیں طرف کیل چبھ جاتے' جب بائیں طرف جھٹکا لگتا تو بائیں طرف کیل چبھ جاتے' چلتی ہوئی گاڑی پر ہمیں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ بریک لگتی ہے یا نہیں' جب یک دم بریک لگتی تو ہمارے ان زخموں پر پھر کیل چبھتے فرماتے ہیں کہ وہیں پسینہ بھی نکلتا اور خون بھی بہتا' سو بھی نہیں سکتے تھے' ہمیں انہوں نے لاہور سے ملتان بھیجا تھا' یہ تکلیف دہ سفر ایک ماہ میں طے ہوا' اور ہم پورا مہینہ دن کو بھی بیٹھے رہتے اور رات کو بھی بیٹھے رہتے' اسی جگہ پر ہمارا پیشاب پاخانہ بھی نکل جاتا تھا' مگر ہمارے لئے پانی وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے بدبو بھی بہت زیادہ تھی اتنی سخت سزا اس لئے دی کہ ہم تنگ آ کر کہہ دیں کہ جی آپ جو کچھ کہتے ہیں ہم مان لیتے ہیں مگر قربان جائیں ان کی عظمتوں پر کہ انہوں نے یہ تکلیف تو برداشت کر لی مگر انہوں نے فرنگی کی بات کو ماننا پسند نہ کیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کے اتنے پر مشقت سفر کے بعد جب ہم ملتان پہنچے تو وہاں پر موجود حاکم نے کہا کہ ان لوگوں کو ہم کل پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیں گے' جب ہم نے پھانسی کی خبر سنی تو ہمارے دل خوش ہوئے کہ اب ہمیں اپنا مقصود نصیب ہو جائے گا۔

اگلے دن وہ جب ہمیں پھانسی دینے کیلئے آیا تو اس نے دیکھا کہ ہمارے چہروں پر رونق

تھی کیونکہ تھکاوٹ ختم ہو چکی تھی' ہمارے تروتازہ چہروں کی رعنائی دیکھ کر وہ کہنے لگے اوملاؤ! تمہارے چہرے پر مجھے تازگی کیوں نظر آرہی ہے؟ ہم میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہمارے چہرے اس لئے تروتازہ ہیں کہ آپ ہمیں پھانسی دیں گے تو ہمیں شہادت نصیب ہو جائے گی' جب اس نے یہ بات سنی تو وہ وہیں سے واپس اپنے دفتر چلا گیا اور اس نے اپنی بڑی اتھارٹیز سے رابطہ کیا اور بتایا کہ یہ تو خوش ہیں کہ ان کو پھانسی دے دی جائے۔

چنانچہ اس نے واپس آکر اعلان کیا کہ اوملاؤ! تم خوش ہوکر موت مانگتے ہو لیکن ہم تمہیں موت بھی نہیں دینا چاہتے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں کالا پانی بھیج دیا جائے اس جگہ پر پہنچ کر مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھا' فرماتے ہیں:

مستحق دار کو حکم نظر بندی' ملا
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

فرماتے ہیں کہ اس سے بھی بڑی قربانی کا وقت وہ آیا جب وہ ہمیں کالا پانی بھیج رہے تھے اس وقت انہوں نے منصوبہ بندی کے تحت ہمارے بیٹوں بیٹیوں بیویوں اور باقی چھوٹے بڑوں کو بلوالیا اور ہمیں زنجیروں میں باندھ کر اور بیڑیاں پہنا کر ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا کہ تم انہیں منالو! اگر یہ کہہ دیں کہ ہم فرنگی کے غدار نہیں ہیں تو ہم انہیں ابھی تمہارے ساتھ گھر بھیج دیتے ہیں' فرماتے ہیں کہ اب بیوی بھی رو رہی تھی' بیٹی بھی رو رہی تھی' میرا ایک چھوٹا بیٹا بھی رو رہا تھا' اور میرے ساتھ لپٹ کر کہہ رہا تھا کہ ابو! آپ یہ کہہ کیوں نہیں دیتے بس آپ کہہ کر ہمارے ساتھ گھر چلیں' فرماتے ہیں کہ میرے لیے اس سے بڑا صبر آزما لمحہ کوئی نہیں تھا' جب میرا بیٹا اگر بہت زیادہ رویا تو میں نے اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ بچے کو سینے سے لگاؤ اور اس بچے سے کہا' بیٹا! اگر زندگی رہی تو تمہارا باپ تمہیں دنیا میں آکر ملے گا اور اگر نہ رہی تو پھر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہماری ملاقات ہوگی۔

میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی عظمت کو میں سلام کرتا ہوں ان کی استقامت کو جنہوں نے اس قدر قربانیاں دے کر دین کی کشتی کو بحر ظلمات کے بھنور سے محفوظ رکھا اور الحمد للہ ہمارے پاس آج یہ دین محفوظ حالت میں موجود ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۲۷۱تا۲۷۳/۷)

گھوڑے کی استقامت

اگر ایک مجاہد کسی گھوڑے کو اس لیے پالتا ہے کہ میں اس پر بیٹھ کر جہاد کروں گا تو وہ گھوڑا پہچانتا ہے کہ مجھے اس لیے کھلایا پلایا گیا تھا کہ میں نے جہاد میں شریک ہونا ہے' لہٰذا جب اس کا مالک زرہ پہن کر اس پر سوار ہو جاتا ہے اور تلوار ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اسے دشمن کے سامنے لا کر کھڑا کرتا ہے تو وہ گھوڑا اگرچہ جانور ہے مگر اس میں اتنی فہم ضرور ہوتی ہے کہ اب اس وعدے کو پورا کرنے کا وقت آ چکا ہے جس کیلئے میرے مالک نے میری خدمت کی تھی' چنانچہ گھوڑا تیار ہو جاتا ہے اس کو اپنے سامنے تلواریں اور تیر نظر آ رہے ہوتے ہیں مگر وہ گھوڑا گھبراتا نہیں ہے لہٰذا جب اس کا مالک اسے بھاگنے کیلئے ایڑی کا اشارہ کرتا ہے تو وہ گھوڑا بھاگنا شروع کر دیتا ہے' وہ بڑھتا چلا جاتا ہے سامنے دشمن تیر برساتا ہے مگر تیر و تفنگ اور دشمن کے وار سے اس کے جسم سے خون کے فوارے بھی چھوٹ رہے ہوں تو وہ اس بات کی پرواہ کئے بغیر دشمن کی صفوں میں گھستا چلا جاتا ہے وہ اپنی جان تو قربان کر دیتا ہے مگر وہ اپنے مالک کے اشارے کی لاج رکھ لیتا ہے' اللہ رب العزت نے گھوڑے کی اس استقامت کی اپنے قرآن میں قسمیں کھائی ہیں چنانچہ فرمایا:

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا﴾

سبحان اللہ اے مجاہد! تیری عظمت کو سلام کہ تیرے گھوڑے کے قدموں سے اٹھنے والی مٹی کی بھی میرا پروردگار قسمیں کھا رہا ہے جس پروردگار کو گھوڑے کی جوانمردی اور شجاعت اس قدر پسند آئی کہ وہ قسمیں کھا کر قرآن میں اس کے تذکرے فرماتے ہیں تو جب مومن شجاعت کا اظہار کریں گے تو اللہ رب العزت کو یہ بات کتنی پسند آئے گی۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۰۰/۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ...... اللہ ...... اللہ

من طلب العلی سحر اللیالی

برکت علم

بنی آدم از علم یابد کمال
نہ از حشمت وجاہ ومال ومنال

ازافادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سترہ احادیث

بیرون ملک ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کل سترہ احادیث یاد تھیں' تو کیا اس کے باوجود آپ لوگ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں؟ عاجز نے جواب دیا کہ آپ کی بات سے پہلے تو ہوسکتا ہے کہ عاجز 100% حنفی ہو لیکن اب آپ کی بات سن کر 101% حنفی ہوگیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ کیسے؟ عاجز نے کہا کہ یہ بات تو پکی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں چھ لاکھ مسائل کا استنباط کیا گیا تو جو شخص سترہ احادیث سے چھ لاکھ مسائل کا استنباط کرے عاجز اسے اپنا امام نہ مانے تو کیا کرے' جو بندہ سترہ احادیث سے چھ لاکھ مسائل نکالے عاجز تو اس کی عظمت کو سلام کرتا ہے' عاجز تو اپنی عقل کو ان کے قدموں میں ڈالتا ہے پھر ان کی عقل ٹھکانے آئی کہنے لگے اب بات سمجھ میں آئی ہے' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مرتبہ دیا تھا جو عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے تفسیر قرآن کے بارے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کتاب کے وہی معانی قبول ہونگے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں ان کو سمجھنے کیلئے علماء کے پاس جانا پڑے گا' اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر سیکھنا پڑے گا' فقط کتاب پڑھ کر ہم نہیں سمجھ سکتے' ہر بندے کی سمجھ اور دانش مختلف ہوتی ہے جو سمجھ ہمارے اکابر کو حاصل تھی وہ ہمیں تو حاصل نہیں ہے اس لیے ہمیں اپنے اکابر کے ساتھ نتھی رہنا چاہئے اسی میں بھلائی ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے البرکۃ مع اکابرکم (تمہارے اکابر کے ساتھ رہنے میں برکت ہے)

(خطبات ذوالفقار: ۱۷/۴)

یہ تو پستے کا فالودہ کھائے گا......

امام ابو یوسف[2] زمانہ طالب علمی میں ابوحنیفہ[1] کی خدمت میں آئے ماں نے تو بھیجا تھا کہ دھوبی کے پاس جاؤ اور کپڑے دھونا سیکھو راستے میں کہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

[1]: آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے ابوحنیفہ آپ کا لقب ہے آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۵۰ھ اور اسی سن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ [2]: آپ کا نام یعقوب ہے راجح قول کے مطابق آپ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی امام ابوحنیفہ کی خدمت میں ۲۹ سال تک حصول علم کیلئے آتے جاتے رہے آپ نہایت ہی غریب گھر کے فرزند تھے مگر پھر اللہ پاک نے دولت دی موت سے پہلے وصیت کی کہ ایک ایک لاکھ درہم اہل مکہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ پر تقسیم کیا جائے آپ کی وفات ۱۸۲ھ میں ۸۹ سال کی عمر میں ہوئی (سیر تبع تابعین ۴۹/۸)

میں پہنچ گئے' حضرت نے کچھ ایسا معاملہ کیا کہ حضرت کے شاگرد بن گئے حتیٰ کہ علم میں بہت بڑا مقام حاصل کیا' ماں نے کہا میں نے تجھے دھوبی کی طرف بھیجا تھا تیرا باپ فوت ہو گیا تو کچھ کام کرتا ہم کھاتے پکاتے انہوں نے آ کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات سنائی' حضرت نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو کہنا کہ میں ایک کام سیکھ رہا ہوں جس پر مجھے بہت زیادہ آمدنی کی امید ہے انہوں نے جا کر کہہ دیا ان کی والدہ کو تسلی نہ ہوئی تو وہ خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے تو بیٹے کو دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ کوئی ہنر سیکھتا آپ کے پاس کتابیں پڑھتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا ان کی والدہ نے سوچا کہ حضرت ایسے ہی میری تسلی کیلئے بات کر رہے ہیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بات آئی گئی ہو گئی' والدہ صاحبہ مطمئن ہو گئیں' ایک وقت آیا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ چیف جسٹس بنے' آگے فرماتے ہیں کہ وقت کا بادشاہ ہارون رشید میرے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا حضرت میں نے آپ کیلئے ایک چیز بنوائی ہے میں روز آپ کیلئے بھجوا دیا کروں گا' میں نے چیز کھائی تو بڑی لذیذ تھی' میں نے پوچھا کہ یہ تھی کیا؟ کہنے لگے حضرت یہ میرے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے لیکن آپ کو علمی مقام ایسا ملا کہ آپ کیلئے یہ روزانہ آیا کرے گی کہنے لگے میں نے پوچھا بتاؤ کہ ہے کیا؟ کہنے لگا کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے فرماتے ہیں کہ امام اعظم کی بات مجھے یاد آئی کہ انہوں نے میری والدہ کو کہا تھا کہ میں ان کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا' دیکھا اللہ تعالیٰ یوں رزق دیتے ہیں۔

علم نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں پہنچا دیا

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ محدث گذرے ہیں' غلام تھے تین سو درہم میں بکے تھے' پھر علم حاصل کر کے ایسے مقام پر پہنچے کہ بادشاہ اجازت لے کر ان کو ملنے آیا کرتا تھا' ایک مرتبہ بادشاہ ملاقات کیلئے آیا آپ سے اجازت چاہی آپ نے علمی مشغولیت کی وجہ سے معذرت کر دی' چنانچہ بادشاہ کو بغیر ملاقات کے واپس جانا پڑا' حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ بکے تھے تین سو درہم میں لیکن علم نے ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ وقت کا بادشاہ بھی ان کے دروازے پر دستک دے رہا ہوتا تھا' سبحان اللہ وہ دنیا میں بکے تھے تین سو درہم میں لیکن یہاں اللہ سے سودا کیا تھا اس لیے قیمت بڑھ گئی۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا
یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

گر جیت گئے اور علم کا وہ مقام حاصل ہو گیا تو کیا ہی نصیب ہیں! اور اگر وہ مقام نہ حاصل ہوا اور طلب ہی میں رہے تو پھر بھی خوش نصیبی ہے سبحان اللہ۔

عزت کپڑے سے نہیں علمی خزانے سے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی حجام کے پاس بال کٹوانے کیلئے گئے اس نے دیکھا کہ آپ نے میلے سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اسی دوران کوئی خوش لباس دنیا دار سا بندہ اس کے پاس بال کٹوانے آیا حجام کو توقع تھی کہ ادھر سے زیادہ پیسے ملیں گے' چنانچہ اس نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بال کاٹنے سے انکار کر دیا' کہ میں تو پہلے اس کے بال کاٹوں گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام سے پوچھا' بتاؤ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟ عرض کیا جی سو دینار ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' یہ پیسے اس کو ویسے ہی دے دو' حالانکہ بال کٹوانے کیلئے ایک یا دو دینار لگتے ہوں گے' جب آپ نے ویسے ہی تین سو دینار دے دیئے اور بال بھی نہ کٹوائے تو وہ بڑا حیران ہوا' وہ کہنے لگا' میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ کے اوپر فقط گدڑی ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ گدڑی میں لعل چھپا ہوا تھا اس کی بات سن کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ باہر نکل آئے اور تاریخی شعر ارشاد فرمائے۔

علی ثیاب لو یباع جمیعہا
بفلس لکان الفلس منہن اکثرا

میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے غلط فہمی کی وجہ

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ شام میں رہتے تھے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسی ویسی بہت سی باتیں سن رکھی تھیں' ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبداللہ بن

مبارک امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا' اے خراسانی! (عبداللہ بن مبارک کی نسبت ہے) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کون شخص ہے میں نے سنا ہے وہ بہت گمراہ ہے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا' گھر آیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مسائل پر مشتمل کتاب اٹھائی اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کردی' انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمانے لگے' اے خراسانی یہ نعمان کون شخص ہے؟ اس کا علمی پایہ تو بہت بلند ہے اس سے تمہیں استفادہ کرنا چاہئے' میں نے کہا کہ یہ وہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے متعلق آپ باتیں سنتے رہتے ہیں ان کا چہرہ فق ہو گیا اور کہنے لگے ہم نے کیا سنا تھا حقیقت کیا تھی فرمایا اے خراسانی اس کی صحبت اختیار کر اور فائدہ اٹھا۔ (خطبات ذوالفقار ۲۵/۴)

علمی سیر مہد سے لحد تک

معزز سامعین! علم کے بارے میں جتنی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے یقین جانئے اتنی اہمیت کسی اور نے نہیں بتائی ہم ایک دفعہ کورس کر رہے تھے۔ اس کا موضوع تھا: Effective Manager اور انگلینڈ کے Mr.Borrodi اس کورس کے ٹیچر تھے جو ایک ہی وقت میں کئی یونیورسٹیز میں Vlositing پروفیسر تھے' کیلیفورنیا کی یونیورسٹی' انگلینڈ کی یونیورسٹی' جرمنی کی یونیورسٹی اور ہالینڈ کی یونیورسٹی اتنا قابل اور ماہر بندہ ہمیں لیکچر دے رہا تھا' لیکچر کے دوران انہوں نے علم کے بارے میں بات کی اور بات کرتے کرتے کہنے لگے کہ ہمارے سائنس دانوں نے آج یہ بات محسوس کی ہے' کہ آدمی کو صرف طالب علمی میں ہی نہیں پڑھنا پڑتا بلکہ اپنے Profession (پیشہ) میں بھی آ کر پڑھنا پڑتا ہے' گویا ساری زندگی پڑھنا پڑتا ہے اس نے یہ بات بڑے نخرے سے کی جیسے کوئی بڑی ریسرچ والی بات کی ہو جب اس نے یہ بات کی تو میں کھڑا ہوا میں نے کہا میں تمہیں اپنے آقا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناؤں؟ اس نے کہا ضرور سناؤ' میں نے یہ حدیث سنائی کہ علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک' جب میں نے یہ حدیث سنائی یقین کیجئے کہ اس نے لیکچر موقوف کیا اپنا بریف کیس کھولا اپنی ڈائری نکالی مجھے کہتا ہے کہ آپ یہ حدیث مجھے لکھوادیں میں آئندہ اپنے لیکچرز میں یہ حدیث پڑھ کر لوگوں کو سنایا کروں گا' کہ چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی اتنی اہمیت بتلائی' سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ۱/۲۱)

طالب علم کی دعاؤں کی برکت

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تین باتیں کھٹکتی تھیں۔

(۱) ایک بات تو یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ میں سبکتگین کا بیٹا ہوں اور سبکتگین تو پہلے بادشاہ نہیں تھا بلکہ ایک فوجی تھا پھر بادشاہ بنا کیا میری نسبت صحیح ہے یا کچھ اور ہے۔

(۲) دوسری بات یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ دین کے مختلف شعبے ہیں لیکن سب سے افضل اور بہتر شعبہ کونسا ہے یعنی امت سے جو سب سے اعلیٰ لوگ ہیں وہ کون ہیں؟

(۳) تیسری بات یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ مجھے بڑے عرصے سے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب نہیں ہوئی ہے اس لیے مجھے زیارت نصیب ہو جائے۔ ایک مرتبہ وہ گلی میں راؤنڈ کر رہے تھے انہوں نے باہر آ کر ایک طالب علم کو کسی روشنی میں پڑھتے ہوئے دیکھا' پوچھا کہ تم مسجد میں کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا کہ مسجدوں میں روشنی کا انتظام نہیں ہے' یہ ایک بندے کے گھر کے باہر روشنی جل رہی ہے اس لیے میں یہاں بیٹھ کر مطالعہ کر رہا ہوں' انہوں نے کہا بچے تم جاؤ' اور میں آج کے بعد تمہارے لیے روشنی کا انتظام کروا دوں گا۔ جب طالب علم نے روشنی دیکھی تو اس نے دعا کر دی کہ اے اللہ! اس بندے کی مرادیں پوری کر دے' چنانچہ جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے تو ان کو نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سبکتگین کے بیٹے تو نے میرے وارث کی عزت کی اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں عزتیں عطا فرمائے سبحان اللہ! اس طالب علم کی دعا کی برکت سے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں مرادیں پوری ہو گئیں۔ ایک تو انہیں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی دوسرا ان کے دل میں اپنے نسب کے بارے میں جو چھوٹی موٹی باتیں تھیں وہ ختم ہو گئیں۔ تیسرا ان کو یہ پتہ چل گیا کہ علماء کرام ہی نبی علیہ السلام کے وارث ہیں اور یہی لوگ دوسروں سے افضل ہیں۔

طالبانِ علوم نبوت کی دعا لیجیے......

ان طلباء کا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقام ہوتا ہے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد ہیں ان کی ایک بات ابھی ذہن میں آئی ہے' وہ اس مضمون سے ہی متعلق ہے اس لیے وہ بھی آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہی کسی مرید نے کہا کہ جی ہمارے شیخ تو ایسے ہیں کہ جن کو اللہ نے ایسے ایسے مریدین عطا کئے اور یہ یہ مقامات عطا کئے اور حضرت اس پر خاموش رہے۔ اب اتنی خاموشی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اوپر آزمائش آ گئی۔

"حسنات الابرار سیئات المقربین" عام نیکوں کی نیکیاں مقربین کے حق میں سیئات کا درجہ رکھتی ہیں! جی ہاں! جب بڑوں کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے تو پھر اللہ رب العزت کے ناز بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جی ہاں! یہ بھی خود پسندی میں شامل ہے کہ دوسرے نے تعریف کی اور آپ خاموش رہے اسے روکا کیوں نہیں؟ چنانچہ آزمائش کے طور پر ان پر قبض کی کیفیت آ گئی، سب کیفیات ختم ہو گئیں جس کی وجہ سے آپ کئی دن روتے رہے، آپ نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے میرے مالک! میری کس غلطی کی وجہ سے یہ کیفیتیں بند ہو گئیں، آپ مجھ پر واضح فرما دیجئے بالآخر آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ یہ اس وجہ سے کیفیت پیش آئی ہے اور اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ کے قریب ایک مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے بچے اللہ کا قرآن پڑھتے ہیں آپ جائیں اور ان طلباء سے دعا کروائیں ان کی دعا کی برکت سے وہ چیزیں پھر آپ کو نصیب ہو جائیں گی چنانچہ آپ صبح اٹھے اور اس مدرسہ میں گئے جب خواجہ باقی اللہ وہاں پہنچے تو ادب کی وجہ سے استاد بھی کھڑے ہو گئے اور شاگرد بھی کھڑے ہو گئے کہ خواجہ تشریف لائے ہیں خواجہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے کہ آپ مجھے اللہ کا بڑا ولی سمجھ کر کھڑے ہو رہے ہو اور میری حالت یہ ہے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا کہ میں دعا کروانے کیلئے آپ حضرات کے پاس جاؤں لہذا اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا بڑا مقام ہے اس کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں نے مل کر دعا کی اور اللہ رب العزت نے خواجہ باقی باللہ کو وہ کیفیات پھر واپس کر دیں۔ اللہ اکبر

طلبا کی ضیافت گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان بہت وسیع ہوتا تھا وہ اللہ کی رضا کیلئے اللہ کی مخلوق کو کھانا کھلایا کرتے تھے ان کی طرف سے اذن عام تھا کہ جو آئے کھانا کھائے، چنانچہ غریب، مقیم، مسکین اور نادار لوگ آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے تھے، ان کو ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توکل شاہ! تم اللہ

تعالیٰ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو لیکن تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی وہ بڑے پریشان ہوئے کہ اس خواب کا کیا مطلب ہے چنانچہ انہوں نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ پروردگار عالم! اس خواب کی حقیقت کو واضح فرما دے بالآخر ان کے دل میں ڈالا گیا کہ تم اللہ کی مخلوق کو اللہ کیلئے ہر روز کھلاتے ہو مگر تم نے میرے نبی علیہ السلام کے وارثوں یعنی علماء طلباء اور قراء کو اپنے دسترخوان پر اہتمام کے ساتھ کبھی نہیں بلایا۔

اس لیے فرمایا کہ تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی چنانچہ انہوں نے شہر بھر کے علماء طلباء اور قراء کی دعوت کی اور پھر یہ سمجھے کہ گویا میں نے نبی علیہ السلام کی دعوت فرما دی ہے۔

حفظ حدیث کی برکت تو دیکھئے!

ہمارے ایک تعلق والے دوست ہیں وہ الحمدللہ حافظ الحدیث ہیں ایک دفعہ اپنے اسباق اور اپنی کیفیات کے بارے میں بیٹھے بتا رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بخاری شریف کے حافظ ہیں کیا آپ نے ان احادیث مبارکہ کی برکات کا بھی مشاہدہ کیا ہے؟ وہ فرمانے لگے حضرت! میں اس بات پر حیران ہوں کہ حفظ حدیث کے بعد میرے اوپر اللہ کا ایسا فضل ہوا کہ میرا کوئی ہفتہ بھی نبی علیہ السلام کی زیارت سے خالی نہیں گزرتا کم از کم ایک بار اور کبھی کبھی ایک سے زیادہ بار مجھے نبی علیہ السلام کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ الحمدللہ آج بھی وہ اس وقت دنیا میں زندہ ہیں حدیث پاک کی محبت نے انہیں نبی علیہ السلام کا ایسا قرب عطا کر دیا کہ انہیں ہر ہفتے میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ سبحان اللہ

رسالہ شاطبیہ کا فیض اتنا عام کیوں؟

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ[1] نے جب رسالہ "شاطبیہ" لکھا تو پھر حرم شریف میں حاضر ہوئے اور وہاں پر انہوں نے بارہ ہزار مرتبہ طواف کیا اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ! اس کتاب کو قبولیت عامہ نصیب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنی مقبولیت نصیب فرمائی کہ آج اس وقت تک کوئی قاری نہیں بن سکتا جب تک وہ اس کتاب کو نہ پڑھ لے۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرات صرف لکھتے ہی نہ تھے بلکہ دعا مانگتے بھی تھے فیض کا آگے جاری ہو جانا قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے پیچھے انسان کا تقویٰ ہوتا ہے۔

---

[1] اندلس کے شہر شاطبہ کے رہنے والے ہیں ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۵۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ قاہرہ میں مدفون ہوئے۔ (ظفر المحصلین، ص ۲۸)

آصف بن برخیا کے علم عمل اور اخلاص کا رنگ

دیکھئے دنیا کے اندر بھی انسان ایسے کام کر دکھاتا ہے جو جن نہیں کر پاتے پڑھئے قرآن پاک کہ جب ملکہ بلقیس کا تخت منگوانا تھا' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی پارلیمنٹ کے ممبروں کو کہا تھا''یا ایھا الملاء'' اے میرے امراء مشیر و وزیر و! ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین ''تم میں سے کون ہے جو ملکہ بلقیس کا تخت مجھ تک لے آئے اس سے پہلے کہ بلقیس مجھ تک آ پہنچے۔''قال عفریت من الجن' جنوں میں عفریت نے کہا (عفریت کہتے ہیں بڑے جن کو)''انا اتیک بہ قبل ان تقوم مقامک ''میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ تو بڑی دیر ہے کہ مجلس کے ختم ہونے سے پہلے لاؤ گے مجھے اس سے پہلے چاہئے اب وہاں پر جن بھی بے بس ہو گئے ۔اللہ کا ایک بندہ آصف بن برخیا اس وقت کھڑا ہوتا ہے کہتا ہے''انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک '' میں اسے لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی پلک جھپکیں بھلا یہ کون تھا؟ قرآن میں اس کے بارے میں فرمایا''قال الذی عندہ علم من الکتاب '' کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا' سبحان اللہ سبحان اللہ' جہاں عفریت بھی کوئی کام کرنے سے بے بس ہو جاتے ہیں وہاں ایک اہل علم کھڑا ہوتا ہے۔

''قال الذین عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک''
اور جب انہوں نے پلک جھپک کر دیکھا''فلما راہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی''
فرمایا تو میرے رب کا فضل ہے' اس لیے علم عمل اور اخلاص جب تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو پھر یہ قوت اور طاقت بن جایا کرتی ہے پھر یہ ایمانی قوت اور طاقت انسان کو دنیا اور آخرت میں عزتیں دیا کرتی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے علم و اخلاص کے بے پایاں فیض

سیدنا عمر بن خطابؓ کے پاس علم عمل اور اخلاص سے ملنے والی قوت اور طاقت موجود تھی اور اسی قوت اور طاقت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے دنیا کے فرمانرواؤں اور بادشاہوں کے تاج ان کے قدموں میں لا کر ڈال دیئے فقیرانہ زندگی تھی لیکن وقت کے بڑے بڑے سپر پاور والے بادشاہ قیصر اور کسریٰ بھی تھرایا کرتے تھے' نام سن کر کانپتے تھے' لرزہ براندام ہو جاتے

تھے اس لیے کہ ان کے پاس علم، عمل اور اخلاص کی قوت موجود تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر منبر پر کھڑے ہیں اور اس وقت کہہ رہے ہیں "یا ساریۃ الجبل" اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے دھیان رکھنا ہوا ان کے پیغام کو زبان سے لے کر اس کے امیر لشکر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ ان کا ہوا پر حکم چل رہا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں زلزلہ آیا سیدنا عمر نے زمین پر ایڑی ماری فرمایا: اے زمین! کیوں ہلتی ہے؟ کیا عمر نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟ زمین کا زلزلہ اسی وقت رک جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال: پڑھتے کیوں ہو؟

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں ہی خواجہ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت پائی' ان کی تربیت پر روشنی ڈالنے کیلئے ان کے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ سناتا ہوں' جس مدرسہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے تھے' وہ مدرسہ وقت کے بادشاہ نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا' مدرسہ کے حالات کے بارے میں بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جناب! آپ نے جو مدرسہ بنوایا تھا' وہاں پر تو طلباء سب کے سب دنیادار ہیں' دین سیکھنے والا کوئی بھی نہیں بادشاہ نے کہا اچھا میں اتنا پیسہ خرچ کر رہا ہوں اور اگر طلباء وہاں کتابیں پڑھ کر بھی دنیادار بنیں گے تو کیا فائدہ اس مدرسہ کو تو بند ہی کر دیا جائے مگر دل میں خیال آیا کہ میں وہاں جا کر احوال تو دیکھوں۔

جب بادشاہ اپنا بھیس بدل کر وہاں پہنچا تو اس نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ بھائی! آپ یہاں کیسے آئے؟ کہنے لگے میں علم پڑھ رہا ہوں' میرے والد فلاں جگہ مفتی ہیں میں بھی مفتی بنوں گا' لوگوں میں عزت ہوا کرے گی' دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا میرے والد فلاں جگہ قاضی ہیں' میں بڑا ہو کر ان کا عہدہ سنبھالوں گا' تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا' وقت کا بادشاہ علماء کی بڑی قدر کرتا ہے میں عالم بنوں گا اور بادشاہ کا مصاحب بنوں گا' یہ سب باتیں سن کر بادشاہ نے سوچا کہ واقعی یہ تو سب کے سب دنیادار ہیں' مجھے اتنے پیسے خرچ کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ ارادہ لے کر جب باہر نکلنے لگا تو دروازہ کے قریب اس نے دیکھا' کہ ایک طالب علم چراغ جلائے پڑھ رہا ہے' اس نے سوچا کہ چلو اس سے بھی بات کرتا چلوں' چنانچہ بادشاہ قریب ہوا اور کہا السلام علیکم طالب علم نے کہا وعلیکم السلام اور پھر پڑھنا شروع کر دیا'

بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کرتے' طالب علم نے کہا' جی میں آپ سے یہاں باتیں کرنے تو نہیں آیا' بادشاہ نے پوچھا بھئی! آپ کس لئے آئے ہیں؟ طالب علم نے جواب دیا' میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کو راضی کروں مجھے نہیں پتہ کہ میں اسے کیسے راضی کر سکتا ہوں یہ باتیں ان کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں میں وہ کتابیں پڑھوں گا ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کروں گا اور اپنے پروردگار کو راضی کروں گا یہ بچہ جب بڑا ہوا تو اپنے وقت کا امام غزالی بنا' یہ شیخ کی صحبت تھی جس نے بچپن سے ہی ان کے دل میں یہ جذبہ بھر دیا کہ دین پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

(خطبات ذوالفقار: ۴/۲۰۱)

کتب بینی حسن نیت سے کیجئے......

کسی شخص نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا' حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہی کتابیں آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب جواب دیا کہ میرے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھا کہ ہم معارف قرآن کو جان لیں اور حقائق قرآن مجید سے واقف ہو جائیں' اس لیے ان کو وہ حقائق تو مل گئے مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دی' اس نے پوچھا حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے تیرا حکم جاننا چاہتا ہے کہ جس کو یہ اپنی زندگی میں عمل میں لے آئے سبحان اللہ! یہی چیز صحابہ کرامؓ میں تھی سیدنا صدیق اکبرؓ نے اڑھائی سال کے اندر سورہ بقرہ مکمل کی' حالانکہ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی' اس لیے ان کو تو صرف ونحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی' پھر اڑھائی سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات! ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھر ان کا عمل اس سورت پر مکمل ہوتا تھا۔

ایک ڈاکٹر کو دعا یاد نہ ہونے پر حسرت

ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب کے والد کا انتقال ہوا تو انہوں نے ایک عالم دین سے کہا

کہ آپ نے جنازہ پڑھانا ہے جنازے کے بعد اس پی ایچ ڈی ڈاکٹر نے زاروقطار رونا شروع کر دیا' لوگوں نے اسے تسلی دی کہ اس طرح کا صدمہ ہر آدمی کو پیش آتا ہے اس لئے آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے' مگر وہ مسلسل روتا رہا' بالآخر عالم دین نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اتنا رو رہے ہیں' تو اس نے کہا کہ میں اس بات پر نہیں رو رہا کہ والد فوت ہو گئے' ہر ایک کو دنیا سے جانا ہے' میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میرے اس والد نے مجھے اتنی دنیاوی تعلیم دلوائی کہ میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر بن گیا مگر مجھے دین سے اتنا بے بہرہ رکھا میرے والد کی میت میرے سامنے پڑی تھی اور مجھے نماز جنازہ بھی نہیں آتی تھی۔

(خطبات ذوالفقار: ۱۷۵/۳)

مسجد کے منارے یا راکٹ لانچر

ایک صاحب لاہور کے رہنے والے تھے وہ امریکہ گئے اور وہاں سے لوٹ کر کئی سالوں کے بعد واپس آئے ان کے بچے وہیں پلے بڑھے' وہ اپنے بچوں کو لاہور میں گاڑی میں لے کر جا رہے تھے جب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے سے گزرنے لگے تو وہاں ان کی مسجد کے بڑے بڑے ستون نظر آئے وہ بچے اسلام سے اتنے نابلد تھے کہ ان میناروں کو دیکھ کر کہنے لگے:

R Dad, why these Rocket Lonchers have been fitted right in the center of the city? ابا جی! شہر کے بالکل درمیان میں یہ راکٹ لانچر کیوں فٹ کر دیئے گئے ہیں؟ یہ وہاں پر مسلمانوں کی اولادوں کا معاملہ تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۰۳/۵)

راہِ علم میں یہ دھوکہ کیسا......

ایک محدث دور دراز کا سفر کر کے کسی دوسرے محدث کے پاس گئے۔ وہ گھوڑا پکڑ رہے تھے مگر کپڑے میں یا کسی برتن میں کچھ کنکر ریزے ڈال کر گھوڑے کو اشارہ کیا کہ گھوڑے نے سمجھا کہ دانہ ہے وہ آ گیا تو اس شخص نے پکڑ لیا' مہمان محدث نے جب یہ دیکھا تو حدیث کی روایت لیے بغیر واپس ہو گئے' کسی نے پوچھا حدیث کیوں نہ لی؟ فرمایا جو بندہ حیوان کو دھوکہ دے سکتا ہے وہ بندہ حدیث کے بیان کرنے میں بھی دھوکہ دہی سے کام لے سکتا ہے۔ سبحان اللہ

علمی غیرت اور کاسۂ گدائی سے اجتناب پر نصرت

طلب علم کے راستہ میں ہمارے اکابرین کو مجاہدے بھی کرنے پڑے اس وقت کی مشقتیں اٹھانا پڑیں یہ ہرگز نہیں تھا کہ ان کو سہولتیں میسر نہیں تھیں مثال کے طور پر سفیان ثوری اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پڑھنے کیلئے ایک محدث کی خدمت میں پہنچے فرماتے ہیں کہ ہم تینوں کے پاس گزر اوقات کیلئے ستو وغیرہ تھے ہم اسی کو تھوڑا تھوڑا کر کے استعمال کرتے رہے ہمارے سبق کے مکمل ہونے میں ابھی تین دن باقی تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی چیزیں ختم ہو گئیں ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھئی دو آدمی تو استاد کا درس سننے کیلئے جایا کریں اور تیسرا مزدوری وغیرہ کر کے کھانے کا بندوبست کرے تاکہ بقیہ دنوں کیلئے کھانے کا کچھ انتظام ہو جائے ایک ایک دن سب کو کام کرنا پڑے گا اور یوں تین دن گزر جائیں گے۔ فرماتے ہیں کہ باقی دو تو درس سننے کیلئے چلے گئے اور جس آدمی کو پہلے دن مزدوری کرنی تھی وہ مسجد میں چلا گیا سوچنے لگا کہ مجھے مخلوق کی مزدوری کرنے سے کیا ملے گا کیوں نہ اپنے مالک کی مزدوری کر لوں بالواسطہ لینے کے بجائے بلاواسطہ کیوں نہ حاصل کروں چنانچہ انہوں نے نفلیں پڑھنی شروع کر دیں وہ نفلیں پڑھتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے وہ سارا دن مسجد میں گزار کر شام کو واپس آ گئے باقی دوستوں نے پوچھا بتاؤ بھئی! کچھ انتظام ہوا؟ کہنے لگے جناب! میں نے سارا دن ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو پورا پورا حساب چکاتا ہے اس لیے وہ دے دے گا وہ مطمئن ہو گئے۔ دوسرے دن دوسرے کی باری تھی اپنی سوچ کے تحت انہوں نے بھی یہی راستہ اپنایا۔ وہ بھی مسجد میں سارا دن اللہ کی عبادت کرتے رہے اور اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہے شام کو دوستوں نے پوچھا کہیں کوئی انتظام ہوا؟ کہنے لگے کہ میں نے ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا بلکہ پورا پورا ادا کر دیتا ہے۔ اور اس کا وعدہ ہے کہ تمہیں تمہارا اجر مل کر رہے گا۔ تیسرے دن تیسرے نے بھی یہی عمل کیا۔ اللہ کی شان کہ تیسرے دن کے بعد حاکم وقت رات کو سویا ہوا تھا۔ اس نے خواب میں ایک بہت بڑی بلا دیکھی اور اس بلا نے اپنا پنجہ اسے مارنے کیلئے اٹھایا اور کہا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا خیال کرو۔ یہ منظر دیکھتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی اس نے ہر طرف ہرکارے دوڑا دیئے۔ اور کہا کہ پتہ کرو کہ سفیان کون ہے؟ اس نے ہر ایک کو درہم و دینار سے بھری

تھیلیاں بھی دے دیں اور کہا کہ یہ تو ابھی وقت ان کو دے دینا اور بعد میں جب مجھے اطلاع کرو گے تو میں خزانوں کے منہ کھول دوں گا۔ ادھر تعلیم کا دن مکمل ہوا اور ادھر پولیس تلاش کرتے کرتے مسجد میں پہنچی پولیس والوں نے پوچھا یہاں سفیان نامی کوئی بندہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ وقت کے حاکم کو ایک خواب آیا ہے اور اس نے ہمیں بھیجا ہے سفیان ثوری اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب دو دروازے ہیں ایک مالک کا دروازہ اور ایک حاکم وقت کا دروازہ ہم نے جو علم پڑھا ہے اس میں تو یہی سیکھا ہے کہ ہم کو مالک سے لینا ہے لہٰذا ہماری علمی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ ہم چل کر حاکم وقت کے دروازہ پر جائیں۔ اللہ اکبر! تین دن کے بھوکے تھے مگر حاکم وقت کے پاس جانا گوارہ نہ کیا بلکہ اسی حالت میں انہوں نے واپس اپنے وطن کا سفر مکمل کیا جن کی نظر اللہ کی ذات پر رہتی ہے ان کے ساتھ اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے۔

علم دوست کی نظر ذات خدا پر نہ کہ وظیفہ پر

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا' اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت تو میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہوگا؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا ہیرا تم ڈھونڈنا قیمت ہم لگا دیں گے' نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اس نے علماء سے پوچھا' بتاؤ کونسا ہیرا ڈھونڈا ہے؟ کہنے لگے قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپے ہوگی اس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپے ماہانہ کا پیغام دے دو' اب جس آدمی کو پانچ روپے کی بجائے سو روپے ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے کہ جی ہاں اب تو حضرت ضرور آ جائیں گے' دیوبند جا کر حضرت سے ملے حضرت نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے آپ وہاں تشریف لائیں' نواب صاحب نے آپ کیلئے سو روپے ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے حضرت نے فرمایا بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپے ہے اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچ کے ہیں اور دو روپے میں غریبوں' مسکینوں' یتیموں میں خرچ

کردیتا ہوں اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہو گئی تو میرا خرچہ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کیلئے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا اور میں پڑھا تو نہیں سکوں گا' لہٰذا میں وہاں نہیں جا سکتا ایسی دلیل دی کہ ان علماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں اللہ اکبر کبیرا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دستار فضیلت پر معذرت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں دورہ حدیث مکمل کیا' تو مہتمم صاحب نے جلسہ کیلئے انتظامات کئے کہ ہم دستار بندی کرواتے ہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ پانچ سات شاگردوں کو لے کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر کہنے لگے کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ والے طلبہ کی دستار بندی کیلئے انتظام کر رہے ہیں' حضرت نے فرمایا: ہاں کہنے لگے حضرت ہماری گزارش یہ ہے کہ ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ اعتراض کریں کہ ایسے نالائق طلبہ کی دستار بندی کرادی گئی' کہیں مدرسہ کی بدنامی نہ ہو' حضرت شیخ الہند جلال میں آ کر فرمانے لگے عزیزم! آپ اپنے اساتذہ کے درمیان رہتے ہیں اس لیے اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتے' جب ہم نہیں ہوں گے تو پھر تم ہی تم ہو گے۔

یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں......

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ذمہ داروں میں سے ایک شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے' وہ ایک صوفی اور ذاکر شاغل بزرگ تھے' جب انہوں نے ذمہ داری سنبھالی تو ایک دن وہ دارالعلوم کے کنوئیں پر وضو کرنے کیلئے تشریف لے گئے اس وقت ایک طالب علم ان کے پاس آیا' اس کے پاس پیالے میں ایک پتلی سی دال تھی' اس نے وہ پیالہ حضرت کو دکھایا اور کہا دیکھئے جی! آپ کی نگرانی میں دارالعلوم میں ایسا سالن پک رہا ہے جس سے وضو بھی جائز ہو جائے یہ کہنے کے بعد پیالہ اس کے ہاتھ سے گرا اور الٹ گیا۔

وہ لڑکا تو بھاگ گیا لیکن جب اساتذہ کو اطلاع ملی تو اس پر بہت زیادہ شرمندہ ہوئے کہ ایک طالب علم کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے ناظم صاحب کے سامنے ایسی حرکت کی' اساتذہ ان کی بزرگی سے واقف تھے لہٰذا وہ آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ محسوس نہ کریں' ہم نادم و

شرمندہ ہیں کہ ایک طالب علم نے ایسا کیا ہے حضرت نے فرمایا نہیں نہیں وہ تو طالب علم نہیں ہے اب استاد کہتے کہ وہ طالب علم ہے اور حضرت فرماتے کہ وہ طالب علم نہیں ہے کسی نے کہا کہ مطبخ سے پتہ کرلو وہاں بھی کا نام ہوگا' جب وہاں سے پتہ کیا گیا تو واقعی وہاں بھی اس کا نام تھا اور وہاں سے باقاعدہ کھانا ملتا تھا' یہ معلوم کر کے وہ پھر حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت وہ طالب علم ہے اس کا نام مطبخ میں بھی لکھا ہوا ہے فرمانے لگے نہیں وہ طالب علم نہیں ہے' پھر کسی نے کہا کہ اس کے استاد سے پتہ کرلیں جب استاد سے پتہ کیا تو پتہ چلا کہ اس کا نام تو وہاں بھی تھا مگر وہ لڑکا پڑھنے نہیں آتا تھا بلکہ کسی طالب علم سے اس کا رابطہ تھا اور وہ طالب علم اس کی حاضری لگوا دیتا تھا' وہ صرف کھانا کھانے کیلئے مطبخ میں آتا تھا اور کھانا کھا کر واپس باہر چلا جاتا۔

جب اساتذہ کو حقیقت حال کا پتہ چلا تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ شاہ صاحب تو کبھی کبھی آتے ہیں اور ہم ہر وقت یہاں ہوتے ہیں ہمیں تو اس کی پہچان نہ ہوئی اور شاہ صاحب نے پہچان لیا وہ اور زیادہ شرمندگی محسوس کرنے لگے' چنانچہ انہوں نے حضرت سے معافی مانگی' اور عرض کیا' حضرت! ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ تو طلباء سے اتنا تعلق بھی نہیں رکھتے پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ طالب علم ہے یا نہیں؟ اس پر انہوں نے جواب دیا۔ جب میں یہاں کا نگران بنا تو ایک دفعہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی کنویں کے اوپر کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں پانی کا ڈول ہے طالب علم لائن بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ سب کے ڈول میں پانی بھرتے جاتے ہیں میں نے اس وقت موجود تمام طلباء کو دیکھا لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی تھی' اس طرح میں پہچان گیا کہ یہ دار العلوم کا طالب علم نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات

علمائے کرام میں بعض نے بہت ہی کم عمری میں علم کے جام پہ جام پیئے' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بن چکے تھے۔ اس عمر میں انہوں نے درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا' یہ وہ وقت تھا جب سفید بالوں والے بڑے بڑے مشائخ ان کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ درس

قرآن دے رہے تھے اسی دوران دو چڑیاں لڑتی ہوئی ان کے قریب آ کر گریں یہ کم عمر تو تھے ہی انہوں نے اپنا عمامہ اتارا اور ان چڑیوں کے اوپر رکھ دیا' اب درس قرآن کے درمیان جو یہ کام کیا تو جو مشائخ بیٹھے تھے انہوں نے اس چیز کو Mind (محسوس) کیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے چنانچہ انہوں نے عمامہ اپنے سر پر رکھا اور یہ فرمایا' الصبی صبی ولو کان ابن نبی " کہ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے چاہے کسی نبی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو پھر ان مشائخ کی تشفی ہوگئی کہ ہاں کم عمری کی وجہ سے ایسی باتیں ہو سکتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شوق علم اور ذوق مطالعہ

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

حضرت مولانا محمد انعام الحق قاسمی زید مجدہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

دو پیغمبروں کا سوال: ادھر سے عجیب جواب......

آپ کے سامنے ایک علمی بات پیش کرتا ہوں جو علماء اور طلباء کے لئے بہت مزے کی بات ہوگی' اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبر ... جن کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ ہے اور ان دونوں نے مردوں کو زندہ ہونے کے ... سوال کیا مگر سوال کا انداز مختلف تھا' ایک حضرت عزیر علیہ السلام تھے انہوں نے جو ... دیکھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے پروردگار ﴿اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ اللہ اس کو کس طرح زندہ کرے گا اس کے مرنے کے بعد انہوں نے پوچھا مگر اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہی کو موت دے دی اور وہ ایک سو سال تک اسی حالت میں رہے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرما دیا۔

دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے انہوں نے بھی مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا' ان کا سوال پوچھنے کا انداز یہ تھا کہ ﴿کیف تحی الموتی﴾ اے اللہ! آپ مردوں کو کیسے زندہ فرمائیں گے انہوں نے انّی کا لفظ استعمال کیا اور ادھر کَیْفَ کا لفظ استعمال کیا گیا' کیف کے لفظ میں سوالیہ بات ہے اس میں کوئی تعجب ظاہر نہیں ہوتا کہ جی ان کو کیسے زندہ کریں گے' بلکہ فقط ایک سوال پوچھا اس لئے جب پوچھا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کہ کیا آپ اس بات پر ایمان نہیں لائے تو جواب میں فوراً عرض کیا قال بلی اے اللہ! مانتا ہوں ایمان ہے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ میں نے تو اپنے دل کے اطمینان کے لئے سوال کیا ہے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کَیْفَ کے لفظ کے ساتھ سوال پوچھا اس لئے پروردگار عالم نے کسی غیر پر موت کو طاری کیا اور پھر اس کو زندہ کر کے ان کے سامنے معجزہ دکھا دیا جب کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے سوال پوچھتے ہوئے تعجب کے ساتھ پوچھا' جیسے اس بات پہ بڑے حیران ہو رہے ہوں کہ ﴿اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾

چونکہ تعجب پایا جاتا تھا اس لئے پروردگار نے غیر پر موت طاری کرنے کی بجائے انہی پر موت طاری کر دی اور سو سال تک آرام سے سلا دیا' پھر زندہ کر کے پوچھا کہ اے میرے پیغمبر اب بتایئے۔

اس ساری تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ ایک لفظ کی تبدیلی سے دونوں کے ساتھ معاملہ علیحدہ علیحدہ ہوا' اس سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا گمان کرے گا پروردگار کا اس کے

ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی چونکہ سوال تو پوچھا تھا اس لیے سوال پوچھنے کی کوئی تو قیمت دینی پڑنی تھی' کیونکہ باقی انبیاء بھی تو تھے جنہوں نے سوال ہی نہیں پوچھا تھا اس لئے تمام انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی سے وہ قربانی نہ مانگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مانگی' گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے پیارے خلیل! میں نے مردوں کو زندہ تو کر کے آپ کے سوال کا جواب دے دیا لیکن چونکہ سوال پوچھا تھا اس لئے اس کی قیمت بھی دینے جائیے' اب آپ کو اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے شہید کر کے دکھانا پڑے گا۔
(خطبات ذوالفقار' ۱۳۵/۷)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ میں استغراق

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کوئی حدیث پاک تلاش کر رہے تھے اس وقت انہیں بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی کھجوروں کی ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے ایک کھجور منہ میں ڈالی اور کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت مطالعہ کے اندر استغراق کی کیفیت تھی کہ پتہ ہی نہ رہا کہ میں کتنی کھجوریں کھا چکا ہوں' چنانچہ جب کھاتے کھاتے زیادہ کھالیں تو اس کی وجہ سے بیمار ہو گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے ان کو علم میں اتنا استغراق نصیب ہوا تھا کہ انہیں گردوپیش کی خبر ہی نہ ہوتی تھی۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی علمی مجلس کا رنگ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث کا علم سیکھنے کیلئے اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا کہ ایک دفعہ دواتوں کی تعداد گنی گئی تو چالیس ہزار نکلیں اس دور میں لاؤڈ سپیکر تو ہوتے نہیں تھے وہ حدیث سناتے تو بعض لوگ نماز کے مکبر کی مانند ان کے الفاظ کو اونچی جگہ سے اونچے الفاظ کے ساتھ دہرا دیتے تاکہ پورے مجمع تک آواز پہنچ جائے ان مکبر حضرات کی تعداد بارہ سو ہوا کرتی تھی' پورا مجمع کتنا بڑا ہوگا اتنے بڑے بڑے مجمع کے اندر بیٹھ کر حدیث کا علم پڑھایا۔

اس کو کہتے ہیں شوقِ علم......

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ درس دے رہے تھے وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی وہاں سے بھی لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمارے ہاں بھی

۱؎ حضرت ابن شمر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق آپ کی سن ولادت ۲۰۶ھ ہے اور وفات ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔

درس دیا کریں انہوں نے فرمایا: کہ میرے پاس وقت بہت کم ہوتا ہے انہوں نے کہا حضرت ہم ایک سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں آپ درس دیتے ہی اس پر سوار ہوں اور ہماری بستی میں آئیں اور وہاں درس دے کر جلدی واپس آ جائیں اس طرح پیدل آنے جانے میں جو وقت لگے گا وہی درس میں لگ جائے گا" آپ نے قبول فرمالیا' جب آپ نے وہ درس دینا شروع کیا تو یہ وہ دن تھے جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے' انہوں نے بھی اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا' حضرت! مجھے بھی آپ سے یہ کتاب پڑھنی ہے' حضرت نے فرمایا: بھئی! اب کیسے وقت فارغ کریں گے' اب مجھے یہاں بھی درس دینا ہوتا ہے اور وہاں بھی درس دینا ہوتا ہے' انہوں نے عرض کیا' حضرت! جب آپ یہاں درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر اگلی بستی کی طرف جائیں گے تو آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے درس دے دیں میں سواری کے ساتھ دوڑتا بھی رہوں گا اور آپ سے علم بھی سیکھتا رہوں گا' تاریخ انسانیت طلب علم کی اس سے اعلیٰ مثال پیش نہیں کر سکتی یہ دین اسلام کا حسن و جمال ہے۔

شوق علم نیند اڑا دیتا ہے......

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک رات گزارنے کا موقع ملا فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد چراغ کے سامنے کتاب کھولی اور اس میں سے کچھ پڑھا' پھر چراغ بجھا دیا اور لیٹ گئے' تھوڑی دیر کے بعد اٹھے چراغ جلایا پھر کتاب دیکھی اور پھر لیٹ گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھے چراغ جلایا کتاب دیکھی پھر لیٹ گئے' فرماتے ہیں کہ میں ساری رات جاگا اور میں نے گنا کہ انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا اب سوچئے کہ وہ سوئے کہاں؟ دراصل وہ چراغ بجھاتے اس لیے تھے کہ فالتو تیل نہ جلے اور اسراف (فضول خرچی) نہ ہو جائے پھر وہ جب لیٹتے تھے تو نیند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ غور و خوض اور تدبر و تفکر کیا کرتے تھے' فرماتے ہیں کہ جب صبح اٹھے تو میں نے عرض کیا' حضرت آپ رات کو سترہ مرتبہ اٹھے تھے آپ کتنا سوئے ہوں گے؟ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا' کہ میں رات سویا نہیں' بلکہ میں نے ایک ہزار مسائل کے جواب تلاش کر لیے ہیں۔ اللہ اکبر

حصولِ علم کی برق رفتاری

ہمارے سلف صالحین نے اپنی زندگیوں میں اتنی محنت کی کہ آج عوام الناس ان واقعات کو سن کر حیران رہ جاتے ہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعی بن چکے تھے تیرہ سال کی عمر میں قرآن اور حدیث کے علوم کو حاصل کر چکے تھے اور درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا' یہ ان کی محنت تھی' یہ ان کا شوق تھا' کہ اتنی کم عمری میں انہوں نے علم کے بڑے بڑے سمندر بھی عبور کر لیے تھے۔

علم کا نشہ بوقت نزع بھی نہ اتر سکا

جب امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر نزع کی کیفیت طاری تھی اس وقت انہوں نے ایک شاگرد سے مسئلہ پوچھا کہ رمی جمار' (راکب) سوار ہو کر افضل ہے یا ماشیا (پیدل) افضل ہے اس نے کہا کہ راکب ۔۔۔۔۔ فرمایا: اس نے کہا ماشیا' آپ نے فرمایا پھر بتایا کہ راکبا کب افضل ہے اور ماشیا کب افضل ہے ابھی یہی مسئلہ بتا رہے تھے کہ اسی دوران ان کی وفات ہو گئی۔

علماء نے لکھا ہے کہ آخر انہوں نے یہ مسئلہ کیوں پوچھا؟ انہوں نے اس کا جواب بھی لکھا ہے کہ موت کے آخری لمحات میں بندے کے پاس شیطان آتا ہے ممکن ہے اس وقت شیطان آیا ہو اور امام صاحب نے جیسے ہی شیطان کو دیکھا انہوں نے اس وقت رمی جمار کا مسئلہ چھیڑ دیا اور اسی رمی جمار کے مسئلہ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان سے نجات عطا فرما دی۔

ہم وہ رہرو ہیں کہ چلنا ہی ہے مسلک جن کا......

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس طرح جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں امتیازی شان عطا فرمائی ہے اس طرح بایزید بسطامی کو اللہ رب العزت نے اولیاء میں امتیازی شان عطا فرمائی ہے اور یہ بات کرنے والے بھی جنید بغدادی ہیں۔ یہی بایزید بسطامی جب بچپن میں یتیم ہو گئے ماں نے ان کو مدرسہ میں داخل کر دیا' قاری صاحب سے کہا کہ بچہ کو اپنے پاس رکھنا زیادہ گھر آنے کی عادت نہ پڑے ایسا نہ ہو کہ یہ علم سے محروم ہو جائے' چنانچہ یہ کئی دن قاری صاحب کے پاس رہے ایک دن اداس ہوئے دل چاہا کہ امی سے مل آؤں قاری صاحب سے اجازت مانگی'

انہوں نے شرط لگادی تم اتنا سبق یاد کر کے سناؤ تب اجازت ملے گی' سبق بھی بہت زیادہ بتادیا مگر بچہ ذہین تھا اس نے جلدی سے وہ سبق یاد کر کے سنادیا اجازت مل گئی یہ اپنے گھر واپس آئے دروازے پر آ کر دستک دی ماں وضو کر رہی تھی وہ پہچان گئی میرے بیٹے کی طرح دستک معلوم ہوتی ہے چنانچہ دروازے کے قریب آ کر پوچھا "من دق الباب" کس نے دروازے کو کھٹکھٹایا' جواب دیا بایزید ہوں تو ماں کہتی ہے ایک میرا بھی بایزید تھا میں نے اسے اللہ کیلئے وقف کر دیا' مدرسہ میں ڈال دیا تو کون بایزید ہے جواب کھڑا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے تو جب انہوں نے یہ الفاظ سنے سمجھ گئے امی چاہتی ہیں میرا دروازہ نہ کھٹکھٹائے اب بایزید مدرسہ میں اللہ کا دروازہ کھٹکھٹانے اور اسی سے تعلق استوار کرے چنانچہ واپس آئے اور مدرسہ میں رہے اس وقت نکلے جب عالم باعمل بن چکے تھے اور اللہ نے ان کو بایزید بنادیا تھا۔

تشنگان علم جیل کی سلاخوں تک......

حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وقت کے بادشاہ نے ان سے کوئی فتویٰ مانگا مگر انہوں نے فتویٰ نہ دیا اسے غصہ آیا اور ان کو قید کروادیا' جب تین دن گزرے تو بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا اس وقت ایک ایسا نوجوان جس کی اٹھتی جوانی تھی' اس کے چہرے پر نورانیت اور معصومیت کا حسین امتزاج تھا' وہ نوجوان زار و قطار رو رہا تھا' جس نے بھی اسے دیکھا اس کا دل پسیج گیا' اور ہر بندے نے توقع کی کہ بادشاہ سلامت اس طالب علم کی مراد ضرور پوری کریں گے' جب بادشاہ نے دیکھا تو اس نے بھی وعدہ کیا کہ اے نوجوان! تو کیوں اتنا رو رہا ہے تو ڈر نہیں تو جو بھی کہے گا ہم تیری بات ضروری پوری کریں گے' جب اس نے یہ وعدہ کیا تو طالب علم نے فریاد پیش کی کہ بادشاہ سلامت! آپ مجھے قید خانہ میں بھیج دیجئے' بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ قید خانہ میں جانے کیلئے تو کوئی اس طرح نہیں روتا' چنانچہ اس نے پوچھا کہ آپ قید خانہ میں جانے کیلئے اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ طالب علم نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ نے میرے استاد کو تین دنوں سے قید خانہ میں بند کر رکھا ہے جس کی وجہ سے میرا سبق قضا ہو رہا ہے اگر آپ مجھے قید میں ڈال دیں گے تو میں قید و بند کی مشقتیں تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق تو پڑھ لیا کروں گا یوں پہلے وقتوں میں شاگرد اپنے استاد سے علم حاصل کیا کرتے تھے جب کہ آج تو علم دوستی نکلتی جارہی ہے۔ ہم نے ٹی وی کو

دوست بنالیا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ اس پر تماشے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرآن کو کھول کر بیٹھنے کی بہت کم فرصت ملتی ہے کئی گھر ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر قرآن کھولا ہی نہیں جاتا الا ماشاءاللہ......

علم کے متوالے ایسے بھی تھے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کا آخر زمانہ تھا ایک مرتبہ ان کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز نے درس قرآن کے دوران پانی مانگا ایک طالب علم بھاگ کر ان کے گھر گیا اور کہا کہ شاہ صاحب نے پانی مانگا ہے جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو انہوں نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے' افسوس میرے خاندان سے علم کا نور اٹھالیا گیا بیوی نے کہا کہ جی آپ اتنی جلدی فیصلہ نہ کریں میں ابھی صورت حال معلوم کر لیتی ہوں چنانچہ انہوں نے گلاس میں پانی ڈالا اور اس میں سرکہ ملا دیا' سرکہ کڑوا ہوتا ہے اور پینے میں عجیب ذائقہ محسوس ہوتا ہے وہ طالب علم جب سرکہ ملا پانی لے گیا تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ پانی لے کر پی لیا اور درس قرآن دیتے رہے جب درس قرآن سے فارغ ہو کر گھر آئے تو والدہ نے پوچھا' بیٹا! تم نے پانی پی لیا تھا؟ عرض کیا جی پی لیا تھا' والدہ نے پوچھا وہ پانی کیسا تھا؟ عرض کیا امی! مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ وہ کیسا تھا؟ اب انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دیکھئے عبدالعزیز کو پانی کی اتنی شدید پیاس تھی کہ پانی میں سرکہ کا پتہ نہیں چلا' اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بے ادبی کی وجہ سے نہیں پیا بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے پیا جو عین جائز تھا ورنہ تو درس بھی نہ دے پاتے' اس لیے ہمارے خاندان سے ابھی ادب رخصت نہیں ہوا یہ سن کر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اطمینان کا سانس لیا اور دعا کی اے اللہ! میرے خاندان میں علم وادب کو ہمیشہ باقی رکھنا۔

فتویٰ پڑھتے پڑھتے اللہ کو پیارے ہوگئے......

دارالعلوم دیوبند کے ایک مفتی کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ایک فتویٰ ان کے سینے پر پڑا ہوا تھا وہ اس طرح کہ انہوں نے فتویٰ پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے پڑھتے وہ فتویٰ ہاتھ سے گر گیا اور اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہوگئے ہمارے مشائخ نے اپنے اوقات کو اس طرح غنیمت سمجھا اور عبادات میں اپنا وقت گزارا۔

علم کے متلاشی ایسے بھی تھے

شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم میں حاضر ہوا تو اس وقت کلاس کے داخلے بند ہو چکے تھے ناظم تعلیمات نے انکار کر دیا کہ ہم آپ کو داخلہ نہیں دے سکتے' میں نے ان سے گزارش کی کہ حضرت آخر کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں مطبخ نہیں ہے اور نہ کوئی طباخ ہے بلکہ بستی والوں نے ایک ایک دو دو طالب علموں کا کھانا اپنے ذمہ لے لیا اس لیے جتنے طلبہ کا کھانا گھروں سے پک کر آتا ہے اتنے طالب علموں کو داخلہ دیتے ہیں اور بقیہ سے معذرت کر لیتے ہیں' اب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو مزید ایک طالب علم کا کھانا پکانے کی استطاعت رکھتا ہو' حضرت! فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر کھانے کی ذمہ داری میری اپنی ہو تو کیا پڑھنے کیلئے آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتے ہیں' انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے اس طرح ان کو مشروط داخلہ مل گیا' حضرت فرماتے ہیں کہ میں سارا دن طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتا راتوں کو تکرار کرتا اور جب طلبہ سو جاتے تو میں اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا بستی میں سبزی یا فروٹ کی دوکانیں تھیں' اس وقت تک تو وہ دوکانیں بند ہو چکی ہوتی تھیں میں ان کے سامنے جاتا تو مجھے کہیں سے آم کے چھلکے' کہیں سے خربوزے کے چھلکے اور کہیں سے کیلے کے چھلکے مل جاتے میں انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتا اور دھو کر صاف کرتا اور پھر کھا لیتا' میرے چوبیس گھنٹے کا یہ کھانا ہوتا تھا میں نے پورا سال چھلکے کھا کر گزارا مگر اپنا سبق ناغہ نہ کیا۔

ہم تو ٹھکرا دیں گر راہ میں منزل آئے ......

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں جب دوران سال میرے عزیز و اقارب کے خطوط آتے تھے تو میں ڈر کے مارے وہ خط ہی نہیں پڑھتا تھا' بلکہ ان کو مٹکے میں رکھ دیتا تھا' سوچتا تھا اگر کوئی خوشی کی خبر ہوگی تو گھر جانے کو دل کرے گا اور اگر کوئی غم کی خبر ہوگی تو پڑھائی میں دل نہیں لگے گا' جس کی وجہ

؎ آپ کی صحیح ولادت تاریخ معلوم نہیں البتہ قرائن کی بنا پر حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء کے کچھ بعد ولادت ہوئی ہوگی۔ والدین نے آپ کا نام غلام جیلانی رکھا آپ کے پیر نے عبدالقادر رکھا۔ آپ کا انتقال لاہور میں ہوا اور آبائی ذخیرہ بانی دی گاؤں میں جمعہ کے دن بوقت صبح صادق تدفین ہوئی۔ (سوانح رائے پوری)

سے میں علم سے محروم ہو جاؤں گا' میں وہ خطوط جمع کرتا رہتا تھا اور سال کے آخر میں شعبان کے شروع میں اپنے دارالعلوم کا امتحان دے کر فارغ ہو جاتا تو فارغ ہونے والے دن میں سارے خطوط نکالتا' انہیں پڑھتا اور ان کی فہرست بناتا' خوشی کی خبر والے خطوط کی علیحدہ فہرست بناتا' پھر میں اپنے گاؤں آتا' خوشی کی خبر والوں کو میں مبارک باد دیتا اور جن کو غم ملا ہوتا تھا ان کے سامنے تسلی و تشفی کے چند الفاظ کہہ دیتا تھا' اس طرح لوگ مجھ سے خوش ہو جاتے کہ اس نے سارا سال ہماری بات یاد رکھی' لیکن ان کو کیا پتہ کہ ان کا خط ہی اس وقت پڑھا ہوتا تھا تو جن حضرات نے دنیا میں عظمتیں پائیں' انہوں نے علم حاصل کرنے میں ایسی یکسوئی دکھائی مگر آج کے طالب علم کو کتاب کے علاوہ خارجی باتوں کو سننے کا زیادہ شوق ہے چنانچہ جب تکرار کرنے بیٹھتے ہیں تو دو باتیں سبق کی اور تین باتیں باہر کی کرتے ہیں حتیٰ کہ کتاب پڑھتے ہوئے ملکوں کے فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو علم سے محروم کرنا چاہتا ہے لہٰذا باتوں میں لگا دیتا ہے۔

تصنیف و تالیف میں نوک قلم کو فرصت ہی کہاں

ایک محدث کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں لکھیں کہ اگر ان کے پیدا ہونے کے دن سے لے کر ان کے مرنے تک اگر سارے دنوں کو گن لیا جائے اور جتنی کتابیں لکھیں ان کے صفحوں کو گنا جائے تو ہر دن کے اندر دس صفحات بنتے ہیں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے' پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کے پورے دن گن لیے جائیں کہ اتنے ہزار دن زندہ رہے اور اتنے انہوں نے صفحات لکھے اور آپس میں انہیں تقسیم کیا جائے تو ہر دن کے اندر اوسط دس صفحات بنتے ہیں' اب بارہ تیرہ سال تو علم حاصل کرنے میں ہی گزرے ہوں گے اگر وہ نکال دیں تو یہ دس کی بجائے بھی بیس ہو جائیں گے بیس صفحات کا ایک دن میں ہمارے لیے سمجھ کر پڑھنا مشکل ہوتا ہے' چہ جائیکہ اسے نئے سرے سے ترتیب یا تالیف کر لیا جائے جو لوگ تصنیف و تالیف کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایک دن میں ایک صفحہ لکھنا بھی آسان کام نہیں ہے تو ہم سوچیں کہ انہوں نے کتنی محنت کی ہوگی۔

چٹانیں چور ہو جائیں اگر ہو عزم سفر پیدا

محمد بن قاسمؒ کی کیا عمر تھی؟ ۱۷ سال! آج سترہ سال کے بچے کو گھر کا سربراہ بنا دیں تو وہ گھر کو ٹھیک طرح سے چلا نہیں سکتا اور وہ سترہ سال کا بچہ کمانڈر انچیف بنا ہوا ہے اور فوج کو لے کر جارہا ہے کہاں؟ جہاں راجہ داہر کی منظم حکومت تھی میں نے سندھ میں وہ میدان دیکھا جہاں راجہ داہر اور محمد بن قاسم کی لڑائی ہوئی تھی' میں اس کی وسعتوں کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا اس وقت میری عجیب کیفیت تھی' میں نے کہا کہ یہ نوجوان کہاں سے چلا' اس کے ساتھ کوئی تربیت یافتہ فوج نہیں تھی' یہ بھی ایک حقیقت ہے بلکہ حجاج بن یوسف نے اسے بلا کر کہہ دیا کہ میری فوج مختلف محاذوں پر مصروف کار ہے مگر مجھے یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ ہماری کچھ عورتیں آ رہی تھیں راجہ داہر کے ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا ایک لڑکی نے کہا' مجھے بچاؤ' مجھے بچاؤ' چنانچہ محمد بن قاسم Cornernee lings کے نوجوانوں کو اکٹھا کیا' یہ پروفیشنل فوجی نہیں تھے' یہ ایمان وجذبہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے' وہ نوجوان اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں' کتابوں میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم کے ذہن میں یہ بات اتنی سمائی ہوئی تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے چونک اٹھتا تھا' اور کہتا تھا' لبیک یا اختی' لبیک یا اختی ''میری بہن میں حاضر ہوں میری بہن میں حاضر ہوں' یہ چند نوجوانوں کی جماعت وہاں پہنچی اور راجہ داہر کی لوہے میں ڈوبی ہوئی فوج کے چھکے چھڑا دیئے پھر یہی نہیں کہ اس کو کنٹرول کر لیا بلکہ اس کو کنٹرول کر کے اپنی سیکنڈ لائن کے ہاتھ میں اس کی کمان دے دی خود آگے مارچ کر لیا' خود کنٹرول کرنا کچھ اور چیز ہوتی ہے مگر اتنا Confidence (خوداعتمادی) ہونا کہ اس کو سیکنڈ لائن کے حوالہ کر دیا اور پھر آگے چلتے چلتے سندھ سے لے کر ملتان تک اسلام کا پھریرا لہراتا رہا۔

آج ہمارے نوجوانوں کے اندر اگر یہ شوق ترقی کر جائے تو میرے دوستو! دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی' آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم محنت کو اپنائیں لیکن تن آسانی کی زندگی کامیاب زندگی نہیں ہے کامیاب زندگی ہمیشہ محنت لگن اور مجاہدے کی زندگی ہوا کرتی ہے۔

ا: سندھ کا فاتح اور اسلام کا علم لہرانے والا محمد بن قاسم ہے ولید بن عبدالملک کے انتقال کے بعد ان پر ظلم کی انتہا ہوئی اور سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ (تاریخ ملت ۱/۶۳۸)

درسی دیانت کی انتہا تو دیکھئے

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ[1] ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے دوران تدریس ایک جگہ ایسا اشکال پیدا ہوا کہ اس کا حل سمجھ میں نہیں آتا تھا کوئی ہمارے جیسا ہوتا تو وہ ویسے ہی گول کر جاتا' پتہ ہی نہ چلنے دیتا کہ یہ بھی کوئی حل طلب نکتہ ہے یا نہیں' طلبہ کو کیا پتہ' وہ تو پڑھ رہے ہوتے ہیں یہ تو استاد کا کام ہے کہ بتائے یا نہ بتائے' مگر وہ حضرات امین تھے یہ علمی خیانت ہوتی ہے کہ استاد کے ذہن میں خود اشکال وارد ہو جواب بھی سمجھ میں نہ آئے اور طلبہ کو بتایا بھی نہ جائے' ان حضرات سے تو وہ خیانت ہوتی نہیں تھی' چنانچہ آپ نے طلبہ کو برملا بتادیا کہ اس مقام پر یہ اشکال وارد ہو رہا ہے مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آرہا' کافی دیر تک طلبہ بھی خاموش رہے اور حضرت بھی خاموش رہے' آپ بار بار اس کو پڑھ رہے ہیں' کبھی صفحہ الٹ رہے ہیں اور کبھی اس کا حاشیہ دیکھ رہے ہیں مگر اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آرہا' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بات سمجھ میں نہیں آرہی چلیں میں فلاں مولانا سے پوچھ لیتا ہوں یہ وہ مولانا تھے جو حضرت سے ہی دورہ حدیث کر چکے تھے وہ حضرت کے شاگرد تھے۔

اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نام لیا کہ میں ذرا ان سے پوچھ لیتا ہوں چنانچہ آپ اٹھنے لگے' اتنے میں ایک طالب علم بھاگ کر گیا اور اس نے جا کر مولانا کو بتادیا کہ حضرت آپ کے پاس اس مقصد کیلئے آرہے ہیں مولانا اپنی کتاب بند کر کے فوراً حضرت کے پاس پہنچے حاضر ہو کر عرض کیا' حضرت! آپ نے یاد فرمایا ہے۔ فرمایا ہاں مولانا! یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آرہی دیکھو کہ اس کا حل کیا ہے؟ انہوں نے پڑھا اور سمجھ تو گئے مگر بات یوں کی' حضرت! جب آپ کے پاس پڑھتا تھا تو آپ نے ہمیں یہ سبق پڑھاتے ہوئے اس مقام کو اس وقت یوں حل فرمایا تھا' اور آگے اس کا جواب دے دیا' اب دیکھیں کہ اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ جی میرا تو علم اتنا ہے کہ اب استاد بھی مجھ سے پوچھنے آتے ہیں نہیں نہیں وہ صحبت یافتہ تھے تربیت یافتہ تھے اس کو کہتے ہیں تصوف اور یہ ہے فنا۔

---

[1] آپ کی ولادت ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں ہوئی آپ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ پر خیر المدارس کی بنیاد رکھی آپ ذوق علم و تحقیق کے ساتھ اخذ اور اتفاق کے شاہ کار تھے آپ کی وفات ۲۰ شعبان ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ (سوہڑے اولیاء)

ایک کچھو کے نے ماہر فن بنادیا

دنیا کے مشہور سائنسدان آئن سٹائن کے بارے میں لکھا ہے کہ بچپن میں جب اسکول پڑھنے جاتا تھا تو اس کو پیسوں کا حساب نہیں آتا تھا وہ اکثر اوقات کنڈیکٹر سے لڑتا تھا کہ تم تو اتنے پیسے لینے تھے اور اتنے واپس کرنے تھے جب حساب کیا جاتا تو کنڈیکٹر ٹھیک ہوتا جب دو چار مرتبہ ایسا ہوا تو ایک مرتبہ کنڈیکٹر نے کہہ دیا تو بھی کیا زندگی گزارے گا تجھے تو جمع تفریق نہیں آتی' وہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی تو کہنے لگا اچھا میں حساب پڑھوں گا اب اس نے Mathematics پر محنت کرنا شروع کر دی محنت کرتے کرتے ایک وہ وقت آیا کہ اس نے Theoryfrelativiti کا نظریہ پیش کر کے دنیا کی سائنس میں ایک انقلاب پیدا کر دیا سچ ہے کہ محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔

سرمایہ علم کے نقصان پر ہمت نہ ہاریئے......

دنیا میں جس کسی نے شہرت و ناموری حاصل کی اس نے محنت کی چاہے دین میں کوئی اوپر پہنچا یا علوم دنیا میں کوئی اوپر پہنچا' محنت ان کو کرنی پڑی' نیوٹن کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے ایک تحقیقی مضمون لکھا اور وہ رکھ کر لیٹرین میں چلا گیا' پیچھے چراغ جل رہا تھا تو اس کا کتا جس کا نام اس نے ٹونی رکھا ہوا تھا اندر آیا اور اس نے چھلانگ لگائی تو چراغ کاغذوں کے اوپر گرا اور پورے کے پورے کاغذ جل گئے جب یہ واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ پورے کا پورا تحقیقی مضمون جل کر راکھ بن گیا تو اس نے صرف اتنا کہا کہ ''ٹونی تو نے میرا کام بہت بڑھا دیا'' اس کے بعد اس نے پھر نئے سرے سے مضمون لکھنا شروع کر دیا اور کئی مہینے کی محنت کے بعد دوبارہ اسے لکھا واقعی دھن اور دھیان بڑی نعمت ہے جس کو نصیب ہو جائے۔

مقتدا پھسلا تو سب پھسلے

یہ بات یاد رکھیں کہ علماء کیلئے احتیاط کی زندگی گزارنا زیادہ اہم ہے' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک چھوٹی بچی نے نصیحت کی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا' کسی نے پوچھا کہ حضرت! وہ کونسی نصیحت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بارش کا موسم تھا میں نماز پڑھنے کیلئے مسجد جا رہا تھا' راستہ میں پھسلن تھی سامنے سے ایک چھوٹی سی بچی آرہی تھی گزرتے

ہوئے میں نے اس بچی سے کہا ذرا احتیاط کرنا کہ کہیں پھسل نہ جانا' اس نے آگے سے جواب دیا' حضرت! میں احتیاط کروں گی ہی سہی مگر آپ بھی احتیاط کر لینا' کیونکہ اگر میں پھسلی تو میری ذات کو نقصان ہو گا اور اگر آپ پھسل گئے تو پھر امت کا کیا بنے گا؟ ہمارے لیے بھی یہ بات ایک نصیحت کی ہے آپ حضرات استقامت کے ساتھ شریعت وسنت پر عمل کریں اللہ رب العزت اس علم وعمل کے صدقے دنیا وآخرت میں آپ کو عزتیں عطا فرمائیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن میں ایسے سخت کوڑے لگائے گئے کہ وہ کوڑے ہاتھی کو بھی لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا' ان کے جسم پر جہاں کوڑے لگے وہاں کا گوشت مردہ ہو گیا' اس گوشت کو قینچی کے ساتھ کاٹ کر وہاں مرہم لگایا گیا' وہ دین کی حفاظت کیلئے یوں استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔

علمی ذوق طبقہ نسواں میں بھی......

ہمارے کالج میں اسلامیات کے ایک پروفیسر تھے ان کی بیٹی نے میٹرک کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کر لیا' بیٹی کے دل میں شوق تھا کہ لیڈی ڈاکٹر بنوں' والد نے کہا کہ کالج میں مخلوط تعلیم ہے اسے میں پسند نہیں کرتا کہ میری بیٹی بھی وہیں پڑھے جھنگ میں اس وقت لڑکیوں کا سائنس کالج نہیں تھا فقط آرٹس کا تھا' سائنس کی کلاس نہیں تھی اس لڑکی نے کہا کہ ابو میں پڑھنا چاہتی ہوں باپ نے کہا کہ پرائیویٹ پڑھ لو چنانچہ باپ نے میڈیکل کی ساری کتابیں بیٹی کو لے کر دے دیں اور اس کی بیٹی نے پرائیویٹ امتحان کیلئے تیاری شروع کر دی' درمیان میں اسے کہیں کہیں مشکلات پیش آئیں تو اس نے کہا کہ ابو مجھے فلاں چیز نہیں آتی کسی پروفیسر کو کہئے کہ مجھے سمجھا دیں ابو نے کہا کہ میں تو اچھا نہیں سمجھتا کہ کوئی پروفیسر آپ کو پڑھائے اس لڑکی نے کہا کہ ابو آپ مجھے سمجھا دیں۔ آپ اندازہ کیجئے کہ وہ اسلامیات کے پروفیسر اپنی بیٹی سے میڈیکل کے پرابلمز سمجھتے اور کالج میں جا کر کالج کے پروفیسر سے پوچھتے کہ ان کا جواب کیا ہے؟ اب اسلامیات کے پروفیسر سمجھتے کیا ہوں گے سوال کو کیا سمجھتے ہوں گے جواب کو کیا سمجھتے ہوں گے۔ لیکن جو تھوڑا بہت وہ Hints (اشارات) وہاں سے لے کر آتے وہ آکر بیٹی کو دیتے' بیٹی اسے پک اپ کر لیتی حتیٰ کہ بیٹی نے تیاری کی' میڈیکل کا پرائیوٹ امتحان دیا' اس کے اچھے نمبر آ گئے کہ اس نے لاہور میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں داخلہ

لے لیا جو کہ لڑکیوں کا کالج ہے بعد میں وہ لڑکی لیڈی ڈاکٹر بن گئی۔

کتاب کا مطالعہ ایک بار...... یا بار بار

میں آپ کو ایک ایسی بات سنا دوں مجھے یقین ہے کہ آپ نے پہلے نہیں سنی ہوگی؛ مجھے ایک مرتبہ کالج کے پرنسپل کی طرف سے خط ملا کہ فلاں تاریخ کو ہم نے ایک فنکشن کرنا ہے اور آپ کو اس میں رول آف آنر پیش کرنا ہے اس رول آف آنر کو پیش کرنے کیلئے ہم نے ملک کے ایک نامور سائنس داں عبدالسلام خورشید کو بلایا ہے جو اگرچہ غیر مسلم ہے لیکن پاکستانی ہے اس کو کینیڈا سے بلوایا گیا' میں اس وقت یونیورسٹی سے چھٹی لے کر کالج پہنچا بہت بڑا فنکشن تھا پرنسپل نے کہا کہ اس بچے نے میرے کالج کا بہت اچھا ریکارڈ بنایا ہے میں اس کیلئے فنکشن بھی شایان شان کروں گا چنانچہ اس نے عبدالسلام خورشید (نوبل پرائز ونر) کو کالج میں بلایا وہ بھی اسی کالج سے پڑھے جس سے میں نے پڑھا' خیر اس عبدالسلام خورشید نے مجھے رول آف آنر پیش کیا اس کے بعد چائے کی پارٹی میں اکٹھے ہوئے آپس میں بات چیت ہوئی ہمارے ایک پروفیسر نے عبدالسلام خورشید سے پوچھا کہ آپ نوبل پرائز ونر کیسے بنے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں بہت محنتی ہوں اس پروفیسر نے کہا کہ سائنس سٹوڈنٹس تو سارے ہی محنتی ہوتے ہیں سارے ہی پڑھاکو ہوتے ہیں سارے ہی کتابی کیڑے ہوتے ہیں اس نے کہا نہیں میں زیادہ محنتی ہوں اس پروفیسر نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب وہ کونسی محنت ہے جو دوسرے لڑکے نہیں کرتے سب سائنس پڑھنے والے لڑکے بڑے ذہین ہوتے ہیں بڑی محنت کرتے ہیں لیکن نوبل پرائز ونر تو نہیں بنتے' ڈاکٹر نے کہا کہ نہیں میں بڑا محنتی ہوں پھر کہا میں ذہین اتنا نہیں ہوں محنتی زیادہ ہوں پروفیسر نے کہا کہ نہیں نہیں آپ ذہین زیادہ ہونگے' اس نے کہا کہ میں کہہ رہا ہوں میں محنتی زیادہ ہوں اس نے بڑی عجیب مثال دی' ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے کہا کہ میں نے کیمسٹری کی ایک کتاب پڑھی وہ مجھے سمجھ نہیں آئی میں نے پھر پڑھی سمجھ نہیں آئی میں نے تیسری دفعہ پڑھی مجھے سمجھ میں نہیں آئی حتی کہ میں نے اس کتاب کو تریسٹھ مرتبہ پڑھا وہ کتاب مجھے تقریباً حفظ ہوگئی اس کی بات سن کر ہم حیران ہوئے کہ ایسا بھی کوئی بندہ ہوسکتا ہے کہ جسے ایک کتاب سمجھ میں نہ آئی تو وہ اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک تریسٹھ مرتبہ پڑھتا ہے واقعی جس کے اندر اتنی محنت کا شوق ہو تو وہ مستحق ہے کہ اسے دنیا میں نوبل پرائز دیا جائے۔

گھریلو کاروبار حصول علم میں نہ ہو بار

ایک نوجوان نے میٹرک کا امتحان دیا اور وہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہوا' اس کے والد اور والدہ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اس کا والد بیمار بھی تھا کمزور بھی تھا اور کام بھی نہیں کر سکتا تھا' بچے نے کہا کالج میں داخلہ دلوا دیں باپ نے کہا کہ ہم تو نان شبینہ کو ترستے ہیں بیٹا تو دکان بنا تا کہ کچھ ہمارے لیے کھانے پینے کا بندوبست ہو' باپ نے تین ہزار روپے سے اس کیلئے اپنے گھر کی بیٹھک میں ایک کریانے کی دکان بنائی وہ بیچارہ سکول میں فرسٹ آنے والا بچہ کریانے کی دوکان چلانے لگا' ساتھ ہی ساتھ اسے پڑھنے کا شوق تھا اس نے F.S.C (ایف۔ایس۔ای) کی کتابیں لے لیں اور چوری چھپے پڑھنی شروع کر دیں والد کو پتہ نہیں ہے والدہ کو پتہ نہیں ہے لڑکا فارغ وقت میں دکان پر کتاب پڑھتا جب کوئی گاہک آتا تو اسے سودا دے دیتا' خیر اس نے FSC کی فزکس کیمسٹری اور میتھ کی ساری کتابیں پرائیویٹ خود پڑھ لیں' کہیں کہیں اٹکنے لگا تو اس نے پروفیسر صاحب سے کہا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں مجھے پریکٹیکل بھی کرنے میں آپ میری مدد کریں پروفیسر صاحب نے کہا کہ پریکٹیکل کرواتا ہوں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے مجھے تو خوشی ہوگی اب دیکھو اس بچے نے کتنی عقلمندی کا مظاہرہ کیا کہ جس دن پریکٹیکل ہوتا اپنے سودا لانے کا وہی دن مقرر کرتا اور چار دن پہلے والد کو کہتا کہ مجھے فلاں دن سودا لانا ہے والد کہتا بہت اچھا' اس دن یہ لڑکا پیسے لیتا اور بازار میں جاتا اور ایک بہت ہی دیندار اور پرہیزگار آدمی کو لسٹ دیتا کہ یہ سودا نکال کر رکھو اور میں ابھی آتا ہوں جتنی دیر دکاندار سودا نکالتا یہ لڑکا اس وقت کالج میں جا کر پریکٹیکل کر کے واپس آتا تو سودا اٹھا کر گھر آتا باپ کو پتہ نہ چلتا کہ بیٹا صرف سودا لے کر آیا ہے یا سودے کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل بھی کر کے آیا ہے حتیٰ کہ امتحان شروع ہو گیا امتحان بھی اس نے سودے کی آڑ میں دے دیا۔ F.S.C کا پرائیوٹ امتحان دیا' آپ یقین کریں کہ یہ لڑکا پرائیویٹ امتحان دینے کے بعد لاہور بورڈ میں سیکنڈ آیا' جب اخبار میں خبر آئی تو محلے والے اس کے والد کو مبارکباد دینے لگے' باپ کہتا کہ میرا بیٹا تو پڑھتا ہی نہیں وہ تو دوکانداری کرتا ہے لوگ کہتے ہیں تیرا بیٹا بورڈ میں سیکنڈ آیا ہے اور والد صاحب کہتے ہیں میرا بیٹا تو پڑھتا ہی نہیں' حتیٰ کہ لوگوں نے تسلی دلائی کہ معاملہ یوں تھا' پھر کچھ لوگوں نے مل ملا کر چند صاحب حیثیت لوگوں کو صورت حال بتائی اور ان

کو کہا کہ اگر آپ اپنی طرف سے کوئی پرائیویٹ اسکالرشپ دے دیں تو لڑکا بھی پڑھ جائے گا ماں باپ کو کچھ مل بھی جائے' چنانچہ اس کے لیے دو تین ہزار روپے کا بندوبست کیا اس اسکالر شپ میں سے کچھ تو اس کے ماں باپ کو دیا کہ آپ یہ لیں اور مزے سے بیٹھ کر کھائیں لڑکے کو یونیورسٹی میں داخل کروائیں تاکہ یہ وہاں سے انجینئرنگ کورس کر سکے' اس نے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ لیا' سول انجینئرنگ میں کورس کیا' آج وہ لڑکا ایکسین لگا ہوا ہے گاڑی ان کو ملی ہوئی ہے کوٹھی اس کو ملی ہوئی ہے اس کے ماں باپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں یہ سچا واقعہ ہے اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ جب انسان دل میں مصمم ارادہ کر لیتا ہے تو وہ کام کر گزرتا ہے سچ ہے کہ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

پڑھیے مگر بلند عزائم کے ساتھ......

ایک مرتبہ فقیر نے ایک اسلامک سنٹر میں لڑکوں کا زبانی امتحان لینا تھا' وہاں کے سب طلباء گریجوایٹ کلاسز کے سائنس سٹوڈنٹس تھے فقیر ہر طالب علم سے تین تین سوالات پوچھ رہا تو تھا ایک طالب علم کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی بھی آیا ہوا تھا' اس کی عمر آٹھ نو سال تھی' وہ بچہ فقیر کے سامنے آ کر بیٹھا تو فقیر نے دل میں سوچا کہ اس سے کیا سوال پوچھے جائیں۔

ایک میز قریب ہی پڑی ہوئی تھی فقیر نے کہا:

Ok,please tell me, Who made this Talbe?

آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ میز کس نے بنائی ہے؟ وہ بچہ کہنے لگا

Sir, Allah gave man brain nad man used that brain and he made this table.

کہ اللہ نے انسان کو دماغ دیا' انسان نے دماغ کو استعمال کیا اور اس نے یہ میز بنا دیا'

جب اس نے مدلل جواب دیا تو فقیر بھی تھوڑا سا سنبھل گیا' اس سے دوسرا سوال پوچھا

You tell me why do you read Quran, do you feel it is manditory or is it intresting?

یعنی آپ قرآن کیوں پڑھتے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے یا یہ بڑا دلچسپ ہے؟ فقیر اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ مارے باندھے قرآن پڑھتا ہے یا اپنے شوق سے پڑھتا

ہے جب فقیر نے اس سے یہ پوچھا تو کہنے لگا۔

Sir,I feelis both, it is manditory as well it is very intersting.

اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں ہیں یہ ضروری بھی ہے اور دلچسپ بھی بہت زیادہ ہے فقیر توقع نہیں کرتا تھا کہ وہ اتنا اچھا جواب دے گا۔

اب فقیر نے تیسرا سوال پوچھا۔

Ok,you tell me What do you want to be in your life?

کہ تم اپنی زندگی میں کیا بننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا'

Sir, I want to be the President of America.

کہ میں امریکہ کا صدر بننا چاہتا ہوں

جب اس نے یہ کہا تو فقیر نے اچانک اس سے کہا' **Why?** کہ تم امریکہ کے صدر کیوں بننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا'

Sir, I will be the first, Muslim President of America

کہ میں امریکہ کا پہلا مسلمان صدر بنوں گا۔ سبحان اللہ

فقیر اس کے جواب سے بہت زیادہ خوش ہوا' اور حیران ہوا کہ اگر آج ان مسلمان بچوں میں اللہ نے یہ جذبہ پیدا کر دیا ہے تو کیا بعید ہے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے جب دنیا کی سپر پاور کی کرسی پر ایک مسلمان بیٹھ کر اسلام کے قوانین نافذ کر رہا ہو۔

میرے دوستو! وہاں کے نوجوان امید کی ایک کرن ہیں' وہاں پر مسلمانوں کا سنبھلنا اور اپنی تہذیب و تمدن کو محفوظ کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنا خوش آئند ہے ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ وہاں کے مقامی لوگوں کیلئے دین کی دعوت کا ذریعہ بن جائیں اور اللہ رب العزت وہاں کے مقامی لوگوں کو دین میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما دیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۰۷)

﴿من طلب العلٰی سهر الیالی﴾

ذہانت وذکاوت

از افادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

حضرت ابوہریرہؓ کو حافظے کی قوت کیسے ملی؟

حضرت ابوہریرہؓ جب مسلمان ہوئے تو اس وقت ان کے بڑھاپے کی عمر شروع ہو چکی تھی' اور اکثر بھول جایا کرتے تھے' چنانچہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کی باتیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں' نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ' انہوں نے چادر پھیلا دی۔ نبی علیہ السلام نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے ایسا اشارہ فرمایا جیسے کسی کی گٹھڑی میں کچھ ڈال رہے ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہؓ اب چادر کی گٹھڑی باندھ لو چنانچہ انہوں نے گٹھڑی باندھ لی' اللہ رب العزت نے ان کو ایسا حافظہ دیا کہ اس کے بعد وہ کوئی بات نہیں بھولتے تھے' سبحان اللہ! علم کے حصول کیلئے انہوں نے قدم بڑھایا' اور استاد نے دعائیں دیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یوں پذیرائی عطا فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ مولوی قسم کے صحابی تھے۔ وہ احادیث اکٹھی کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ اسی لیے سب سے زیادہ روایات بھی انہی کی ہیں۔

یادداشت ہو تو ایسی

ایک مرتبہ عبدالملک نے سوچا کہ حضرت ابوہریرہؓ بہت زیادہ احادیث کی روایت کرتے ہیں کیا یہ روایات من وعن انہی الفاظ کی ہیں جو نبی علیہ السلام کے تھے' یا روایت بالمعنی کرتے ہیں چنانچہ اس نے ان کی دعوت کی اور بھی صحابہ کرامؓ کو بلایا گیا' اس نے ایک پردہ لٹکا کر اس کے پیچھے دو کاتب حضرات کو بٹھا دیا' اور انہیں کہا کہ ابوہریرہؓ جو بولیں گے آپ لوگوں کو لکھنا ہے دو بندے اس لیے بٹھائے کہ آپس میں بھی تطبیق ہو سکے' جب محفل شروع ہوئی تو عبدالملک کہنے لگا حضرت! آپ نے نبی علیہ السلام سے بہت باتیں سنیں آپ مہربانی فرما کر ہمیں بھی ان کی کچھ باتیں سنا دیجئے' سیدنا ابوہریرہؓ نے اس محفل میں ایک سو احادیث روایت فرمائیں اور لکھنے والوں نے لکھ لیں مگر کسی کو کچھ پتہ نہ چلا اس کے بعد محفل برخاست ہو گئی' ایک سال کے

---

① آپ دیوبند میں ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ اپنے والد حضرت مولانا یسین صاحب کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۱۳۴۹ھ میں آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے شوال ۱۳۹۶ھ میں ۸۲ سال کی عمر میں کراچی میں وفات پائی۔ (بزم اشرف چراغ)

بعد اس نے حضرت ابوہریرہؓ کو دوبارہ دعوت دی' اس بار پھر اس نے پردے کے پیچھے پھر انہی دو آدمیوں کو بٹھا دیا اور کہا کہ اپنے گذشتہ نوٹس نکالنا اور ملاتے جانا' میں ان سے درخواست یہ کروں گا کہ آپ نے جو احادیث پچھلی مرتبہ سنائیں ان کا بڑا مزہ آیا' آپ مہربانی فرما کر وہی حدیثیں آج پھر سنا دیجئے' چنانچہ جب محفل لگی تو اس نے کہا حضرت! جو حدیثیں آپ نے پچھلے سال سنائی تھیں وہ سن کر بڑا مزہ آیا تھا آپ وہی حدیثیں آج بھی سنائیں۔ سیدنا ابوہریرہؓ نے پھر وہی ایک سو احادیث سنائیں دونوں کاتب ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ کہیں ایک حرف کا بھی فرق نہ آیا' یوں اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔

گر لاکھ حدیث کے حافظ نہ ہوئے تو......

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث گزرے ہیں ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا' اس کی نئی نئی شادی ہوئی ایک دن محفل ذرا لمبی ہوگئی تو اس کو گھر جانے میں دیر ہوگئی' جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا' میں تو حضرت کے پاس تھا' وہ کچھ زیادہ غصے میں تھی غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو کچھ نہیں آتا' تجھے کیا آئے گا' استاد کے بارے میں بات سن کے تو یہ نوجوان بھی بھڑک اٹھا نوجوان لوگ ہوتے تو آگ ہی ہیں تیل لگانے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے ماچس کی ڈبیا ہوتی ہے بس رگڑ لگنے کی دیر ہوتی ہے آگ تو پہلے سے اندر ہوتی ہے نوجوان کا نفس بھی ایسا ہوتا ہے کہ بیچارے بازار سے گزرتے ہیں آنکھ اٹھتے ہی بس رگڑ لگتی ہے اور شہوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

آمدم برسر مطلب جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا تجھے کیا آئے گا' تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں اب غصے میں فائرنگ تو دونوں طرف سے ہوگئی' ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے گئے' صبح اٹھ کر ذرا دماغ ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ ہم نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی' بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں' اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑے گا' اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں' چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہنچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا اب آپ

بتایئے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہو چکی ہے' ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو' کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں کہ جس طرح لوگوں کو سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے' سبحان اللہ یہ قوت حافظہ میں برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تھی۔

حافظ حدیث ایسے بھی تھے......

یہی قوت حافظہ کی نعمت محدثین کو نصیب ہوئی عبداللہ بن ابی داؤد ایک مرتبہ اصفہان پہنچے تو وہاں کے علماء نے ایک بڑے محدث کا بیٹا سمجھ کر ان کا استقبال کیا اور پھر کہا کہ ہمیں کچھ احادیث سنا دیجئے چنانچہ محفلیں جاری رہیں اور انہوں نے اپنی یادداشت سے ۳۵ ہزار احادیث ان کو سنا دیں۔

فقہاء کی ذہن رسائی

سلیمان بن مہران اجو رجال بخاری سے ہیں انہوں نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ سے مسئلہ پوچھا جو انہوں نے بتا دیا سلیمان بن مہران بہت حیران ہوئے کہ آپ نے کہاں سے سیکھا' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' حضرت! آپ ہی سے تو میں نے یہ حدیث سنی ہے کہنے لگے تیرے ماں اور باپ ابھی ایک بستر پر جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت سے مجھے یہ حدیث یاد تھی۔ مگر آپ کے بتانے سے میں نے اس حدیث کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھا فرمایا: نحن الصادلہ وانتم الطباء" کہ ہم تو میڈیکل سٹور والوں کے مانند ہیں اور تم اطباء کی مانند ہو ہم نے یہ سب احادیث رکھ کر اپنے پاس اکٹھی کر رکھی ہیں مگر کس میں سے کونسا فائدہ لینا ہے تو یہ کام تم لوگ بہتر جانتے ہو۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت انگیز حاضر جوابی

﴿۱﴾......ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا شخص آیا اور کہنے لگا واؤ او وین؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: واوین' وہ کہنے لگا لا ولا' کہہ کر چلا گیا' شرکاء مجلس کے پلے کچھ نہ پڑا' حالانکہ ان کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا' ان میں امام ابو یوسف جیسے کثیر الحدیث

۱: آپ کی ولادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ میں ہوئی علم حدیث میں درک کی وجہ سے آپ کو شیخ الاسلام کہا گیا آپ کی وفات ۱۴۷ھ میں ہوئی۔ (سیر التابعین: ۲۰۱)

محدث تھے' قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ جیسے عربی ادب کے ماہر' امام زفر رحمۃ اللہ علیہ عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ جیسے قیاس اور استحسان کے بادشاہ تھے' اور امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے مگر اشاروں کی یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی بالآخر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اس بوڑھے نے کیا پوچھا تھا؟ آپ نے فرمایا اس نے التحیات کے بارے میں سوال کیا تھا کہ "التحیات للہ والصلوات والطیبات" میں دو واؤ ہیں وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ میں دو واؤ والا التحیات پڑھوں یا ایک واؤ والا' تو میں نے کہا "واوین" یعنی دو واؤ والا' اس نے خوش ہو کر کہا کہ واقعی آپ کا علم شجرہ طیبہ کی طرح ہے "اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء" پھر کہنے لگا "لاشرقیۃ ولاغربیۃ" اور لا' لا کہہ کر اشارہ کر دیا کہ آپ کے علم کی مثال نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں ہے۔

﴿۲﴾...... امام اعظم ایک مرتبہ درس دے رہے تھے کہ ایک عورت آئی جو کہ کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی مگر مردوں کی وجہ سے شرما گئی' اور ایک بچے کے ہاتھ سیب بھیج دیا' جس کا کچھ حصہ سرخ تھا اور کچھ زرد' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سیب کاٹ کر واپس دے دیا' تو وہ عورت چلی گئی لوگوں نے ماجرا پوچھا فرمایا' وہ عورت حیض کا مسئلہ پوچھنے آئی تھی مگر تمہاری وجہ سے شرم و حیا مانع ہوئی اس لیے الفاظ میں مسئلہ پوچھنے کے بجائے سیب پیش کر دیا کہ کیا عورت کے حیض کے خون کی رنگت زرد ہو جائے تو غسل کر سکتی ہے یا نہیں؟ میں نے سیب کاٹ کر سفیدی دکھا دی کہ جب تک زردی سفیدی میں نہ بدلے اس وقت تک غسل نہیں کر سکتی ان باتوں کو کون سمجھے؟ ایسے حضرات کے حاسدین بھی زیادہ ہوتے ہیں جتنا کوئی بڑا ہوگا اس کے حاسدین بھی اتنے زیادہ ہوں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی معاملہ فہمی تو دیکھیے......

ایک مرتبہ دو میاں بیوی آپس میں خلوت کے لمحات میں تھے' خاوند بات کرنا چاہتا تھا' مگر بیوی کچھ ناراض سی تھی' حتیٰ کہ خاوند نے غصہ میں کہہ دیا' اللہ کی قسم! جب تک تو نہیں بولے گی تو میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا' جب خاوند نے قسم اٹھائی تو بیوی نے بھی قسم اٹھا دی کہ اللہ کی قسم! جب تک تو پہلے نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی' اب وہ بھی چپ یہ بھی چپ رات تو گزر گئی صبح کو دماغ ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ کوئی تو حل ہونا چاہیے چنانچہ وہ سفیان

ثوری کے پاس گئے انہیں سارا واقعہ سنایا' اور پوچھا کہ اب اس کا کیا حل ہے؟ فرمایا: دونوں میں سے جو پہل کرے گا' وہ حانث بن جائے گا' اس دور میں جو حانث بن جاتا تھا' اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی' کیونکہ وہ معاشرے میں اعتبار کے قابل نہیں رہتا تھا' لہٰذا دونوں کی خواہش تھی کہ قسم ہماری نہ ٹوٹے' اب دونوں پریشان خاوند کو خیال آیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنا چاہیے چنانچہ ان کے پاس پہنچا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا' حضرت! میں بیوی کو بلا رہا تھا مگر وہ بولتی نہیں تھی' مانتی نہیں تھی' میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ اللہ کی قسم اٹھائی کہ جب تک تو مجھ سے نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا' وہ تو لڑنے کیلئے پہلے ہی تیار تھی' اس نے بھی قسم اٹھائی کہ جب تک تو نہیں بولے میں بھی نہیں بولوں گی' اب ہم پھنسے ہوئے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جاؤ تم اس کے ساتھ بات کرو تمہاری بیوی ہے' میاں بیوی بن کر رہو' خاوند ہنستا مسکراتا گھر آیا اور کہنے لگا' میڈیم! کیا حال ہے؟ چلو آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ بیوی نے کہا بس تو حانث بن گیا' کہنے لگا میں تو حانث نہیں بنا' اس نے کہا وہ کیوں کہنے لگا میں امام ابوحنیفہ سے پوچھ کر آیا ہوں اس دور میں علمی ذوق بہت زیادہ تھا' بیوی کہنے لگی اچھا میں ابھی جا کر مسئلہ پوچھتی ہوں میاں بیوی پہلے سفیان ثوری کے پاس پہنچے ان کو جا کر بتایا تو وہ کہنے لگے ابوحنیفہ تو حرام کو حلال کرتا پھر رہا ہے چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں انہوں نے کیسے یہ مسئلہ بتا دیا۔

جب یہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تم نے حرام کو حلال کیسے کر دیا؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر کہنے لگے' حضرت! میں نے تو حرام کو حلال نہیں کیا' حلال کو حلال کہا ہے۔ آپ ان سے سنیں تو سہی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت! پہلے خاوند نے کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گی' میں تجھ سے نہیں بولوں گا اس کے جواب میں بیوی نے بھی قسم اٹھا دی آپ دیکھیں تو سہی وہ کس سے بات کرتے ہوئے قسم اٹھا رہی ہے' خاوند ہی سے تو بات کر رہی ہے' لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہو گئی اب بیوی کی قسم باقی تھی' اس لئے میں نے خاوند سے کہا کہ جاؤ جاؤ تم اس سے بولو گے تو اس کی بھی قسم پوری ہو جائے گی تم دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گزارو' سفیان ثوری اس نکتہ سنجی اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر حیران

ہو گئے۔

خلیفہ منصور امام ابوحنیفہ کے سامنے ہکا بکا رہ گئے

ایک مرتبہ وقت کے بادشاہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ امام ثوری اور ایک فقیہ کی گرفتاری کا حکم دے دیا' وہ چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بنائے لیکن چاروں نہیں بننا چاہتے تھے۔ چنانچہ پولیس والوں نے ان کو گرفتار کر لیا' راستے میں جب ایک جگہ پہنچے تو جو چوتھے فقیہ تھے وہ بیٹھے بیٹھے اس طریقہ سے اٹھے جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ہو' پولیس والے انتظار میں رہے اور وہ تو گئے تو چپے ہی گئے۔ یہ حیلہ تھا اب باقی تین رہ گئے' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں قیافہ لگاؤں کہ ہوگا کیا؟ دوسروں نے کہا ہاں لگائیں کہنے لگے میں وہاں جا کر ایسی بات کہوں گا کہ خلیفہ منصور کے پاس اس کا جواب ہی نہیں ہوگا' لہٰذا میں چھوٹ جاؤں گا امام شعبی بھی کوئی حیلہ کر لیں گے البتہ سفیان ثوری پھنس جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا' جب تینوں حضرات کو دربار میں پہنچایا گیا' تو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ذرا آگے بڑھے اور جا کر خلیفہ منصور سے کہنے لگے خیلفہ صاحب! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کے بیوی بچوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے گدھوں کا کیا حال ہے؟ خلیفہ منصور کو عجیب لگا کہ میں جس شخص کو چیف جسٹس بنانا چاہتا ہوں وہ سب کے سامنے میرے گھوڑوں اور گدھوں کا حال پوچھ رہا ہے دل میں سوچا کہ یہ شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں' چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ میں آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بنا سکتا' امام شعبی اس طرح بچ گئے' پھر خلیفہ امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوا' اور کہنے لگا! ابوحنیفہ! میں نے آج کے بعد آپ کو چیف جسٹس بنا دیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے۔ اور فرمایا میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں خلیفہ منصور نے کہا نہیں نہیں آپ اس قابل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' خلیفہ صاحب! اب دو باتیں ہیں میں نے جو کچھ کہا یا تو وہ ٹھیک ہے یا وہ غلط ہے اگر وہ غلط ہے تو جھوٹ بولنے والا شخص چیف جسٹس نہیں بن سکتا اور اگر وہ سچ ہے تو میں تو کہہ ہی رہا ہوں کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں اب خلیفہ حیران اگر کہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو نے

---

[1] ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد تابعین میں سے ہیں۔ ۲۲ سال حکومت کی ۱۵۸ھ میں سفر حج کو جاتے ہوئے بیر معونہ کے پاس ۶ ذی الحجہ کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ یہ ہارون رشید کے دادا ہوتے ہیں۔ (تاریخ ملت: ۲۷۹)

ٹھیک کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے ہیں اگر کہے کہ تو نے غلط کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ نے وقت کے خلیفہ کو بھرے دربار میں لاجواب کر دیا۔

ایک حدیث سے چالیس مسائل کا استنباط

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے انہوں نے وہاں رات جاگتے ہوئے گزاردی' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا آپ رات کو کیوں نہیں سوئے؟ فرمانے لگے کہ میرے سامنے ایک حدیث پاک آ گئی تھی کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹے سے بچے کو جوانس کا بھائی تھا' فرمایا:

"یا ابا عمیر ما فعل النغیر" "اے ابوعمیر! تیرے پرندے نے کیا کیا اس نے ایک پرندہ پالا تھا وہ مر گیا تو جب بھی نبی علیہ السلام اس سے ملتے تو اس کو خوش طبعی سے فرماتے۔ تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ یعنی مر گیا اور تجھے چھوڑ گیا تو میں ان الفاظ پر غور کرتا رہا اور حدیث پاک کے اتنے سے ٹکڑے سے میں نے فقہ کے چالیس مسائل کا جواب نکال لیا ہے جیسے چھوٹے بچے کو تصغیر کے ساتھ بلا سکتے ہیں کنیت سے کیسے پکارا جاتا ہے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیران کن علمی جوابات

ایک آدمی آ کر کہنے لگا آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں' جو (۱) بن دیکھے گواہی دیتا ہو' (۲) یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو (۳) اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو (۴) مردار کھا لیتا ہو (۵) جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پروا نہ کرتا ہو۔ (۶) جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔ (۷) فتنے کو محبوب رکھتا ہو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: وہ شخص مومن ہے' سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا کہنے لگا جی وہ کیسے؟ فرمایا: دیکھو تم نے پہلی بات کہی کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو تو مومن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔ دوسری بات تم نے یہ کہی کہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو تو قرآن پاک میں آیا ہے کہ "وقالت الیہود لیست النصاری علی شیء وقالت النصاری لیست الیہود علی شیء" تو مومن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے کہنے لگا یہ بھی ٹھیک ہے فرمایا: تیسری

بات یہ تھی کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے تو دیکھو بارش اللہ کی رحمت ہے اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں وہ کہنے لگا یہ بھی ٹھیک ہے چوتھی بات یہ ہے کہ مردار کھاتا ہے تو مچھلی مردہ ہوتی ہے اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے اس نے کہا ٹھیک ہے پانچویں بات یہ ہے کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا پس وہ جنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بلایا ہے واللہ یدعو الی دار السلام" مگر اس کو مشاہدہ حق اتنا مطلوب ہے۔ اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا کبھی پسند نہیں کرتا چھٹی بات یہ ہے کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں تو وہ دوزخ ہے اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر ہوتی ہے کہ اب اسے جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں ہوتی' ساتویں بات یہ ہے کہ اسے فتنہ محبوب ہے' پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا "انما اموالکم واولادکم فتنۃ" اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے پس وہ شخص مومن ہے سوال پوچھنے والا شخص حیران رہ گیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ منی کے بازار میں تھا حج کے ایام میں فرماتے ہیں کہ جمرات سے فراغت ہوگئی مجھے ایک بوڑھا آدمی ملا' تھوڑی دیر اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا تجھے اللہ کا واسطہ تو میری دعوت کو قبول کرلے' فرماتے ہیں میں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا' اور وہ بھی ایسا بے تکلف کہ جو اس کے پاس تھا پیش کر دیا' اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور وہی دسترخوان پر رکھ دیا اور کہنے لگا کھاؤ' میں نے کھانا شروع کر دیا' وہ مجھے دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ مجھے لگتا ہے کہ تو قریشی ہے میں نے کہا ہاں لیکن تجھے کیسے پتہ چلا' اس نے کہا کہ یہ قریشی دعوت دینے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں اور قبول کرنے میں بھی پھر باتیں کرتے رہے مجھے پتہ چلا کہ یہ مدینہ سے آیا ہے فرماتے ہیں میں نے اس سے امام مالک کے بارے میں پوچھا اس نے مجھے ان کے کچھ حالات سنائے جب اس نے دیکھا کہ میں بڑے شوق سے ان کے حالات پوچھ رہا ہوں تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں تو یہ خاکی رنگ کا اونٹ ہمارے پاس خالی ہے یہ ہم آپ کو دے دیں گے آپ مدینہ پہنچ جائیں گے کہنے لگے کہ میں تو پہلے ہی سے تیار تھا' لہٰذا میں نے حامی بھرلی فرماتے ہیں میں قافلہ کے

ساتھ سوار ہوا انہیں راستہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچنے میں سولہ دن لگے اس دوران میں نے سولہ قرآن مجید پڑھ لیے آج یہ حال ہے کہ حج کر کے آتے ہیں دس دس دن مدینہ گزار کر آتے ہیں ایک قرآن مجید بھی مکمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی' ہمارے اسلاف جب حج کیلئے آتے جاتے تھے تو سینکڑوں لوگ ان کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا کرتے تھے آج حج کر کے آتے ہیں خود مسلمان بن کر صحیح طرح سے نہیں آتے واپس آ کر پھر گناہوں کی طرف چل پڑتے ہیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سفر میں سولہ دن میں سولہ قرآن مجید پورے کئے فرماتے ہیں' جب ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونچے قد کا ہے اور اس نے ایک تہبند باندھا ہے اور ایک چادر لپیٹی ہوئی ہے' وہ ایک جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا' قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ گئے تو میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے' یہ وہ ایام تھے جب امام مالک احادیث کا املاء کرا رہے تھے' "موطا امام مالک" کی جو احادیث ہیں ان کو لکھوا رہے تھے' میں نے بھی ایک تنکا اٹھا لیا اور دل میں یہ سوچا کہ یہ میری قلم ہے اور ہاتھ سامنے کر لیا اور سوچا کہ یہ میری کاپی ہے اور میں نے اپنی زبان سے اس تنکے کو لگایا کہ جیسے میں اس کو سیاہی لگا رہا ہوں اور ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا' اب طلبہ کاغذوں پر لکھ رہے ہیں' چنانچہ میں نے بھی ان سے املاء کی نسبت حاصل کرنے کیلئے ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا' کہنے لگے اس دوران امام مالک رحمۃ اللہ نے میری طرف دیکھا انہوں نے اس محفل میں ایکسو ستائیس احادیث لکھوائیں جب اگلی نماز کا وقت ہو گیا' تو محفل برخاست ہو گئی' طلبا چلے گئے فرمانے لگے (امام شافعی رحمۃ اللہ) کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنی طرف بلایا اور مجھے کہا تو اجنبی معلوم ہوتا ہے میں نے کہا کہ جی ہاں میں مکہ مکرمہ سے آیا ہوں کہنے لگے کہ تو ہتھیلی پر کیا کر رہا تھا؟ میں نے کہا کہ احادیث لکھ رہا تھا کہنے لگے کہ دکھاؤ میں نے دکھایا تو ہتھیلی پر تو کچھ لکھا ہوا ہی نہیں تھا' انہوں نے کہا کہ یہاں تو کچھ نہیں لکھا میں نے کہا کہ حضرت نہ میرے پاس قلم تھا نہ کاغذ میں تو آپ جو املاء لکھوا رہے تھے اس کی نسبت حاصل کرنے کیلئے ایک تنکے سے بیٹھا ہوا ہتھیلی پر لکھ رہا تھا' اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے کہ یہ تو حدیث پاک کے ادب کے خلاف ہے کہ تم نے اس طرح سے لکھا' میں نے کہا کہ حضرت میں تو ظاہری مناسبت کیلئے ہاتھ پر تنکا چلا رہا تھا' حقیقت

میں تو حدیث پاک دل میں لکھ رہا تھا کہنے لگے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اگر دل میں لکھ رہا تھا تو مجھے چند ایک روایت اس میں سے سنا دے تو میں جانوں' فرمانے لگے میں نے ان کو ایک سے لے کر ایک سو ستائیس حدیثیں متن اور سند کے ساتھ سنا دیں۔ یہ علم ۱۲۷ حدیثیں جس ترتیب سے لکھوائی تھیں تمام اس ترتیب پر ان کو سنا دیں فرماتے ہیں امام مالک بڑے خوش ہوئے کہنے لگے کہ اچھا اے نوجوان تو میرا مہمان بن جا' اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں! میں تو پہلے ہی سے تیار تھا' کہنے لگے کہ حضرت میں تیار ہوں امام مالک گھر تشریف لے گئے امام مالک کے گھر میں ان کی بیٹیاں تھیں اور وہ عالمہ تھیں حدیث کی حافظہ تھیں قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ بہت متقیہ پاک زندگی گزارنے والی عورتیں بھی' حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اتنا علم رکھتی تھیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ حدیث کا درس مسجد نبوی میں دیتے وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث کے درس میں شریک ہوتیں اور ان کا علمی معیار اتنا اونچا تھا کہ کئی مرتبہ ان کا شاگرد جب کسی حدیث پاک کی تلاوت کرتا اور عبارت میں کہیں غلطی کرتا تو ان کی بیٹیاں لکڑی کے اوپر لکڑی مار کر آواز کرتیں جس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سمجھ جاتے کہ پڑھنے والے نے غلطی کی ہے۔

آپ نے جا کر گھر میں بتایا کہ آج ایک عالم آ رہے ہیں اور وہ بڑے دانا ہیں اور بڑا علم کا شوق رکھتے ہیں' وہ تو بہرحال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے انہوں نے گھر میں کھانے کا بڑا اہتمام کیا بستر لگایا مصلیٰ بچھایا' لوٹا پانی کا بھر کر رکھا' اکرام یضوف الرحمن'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھالیا لیٹ گئے صبح کو امام مالک کے ساتھ مسجد میں آ گئے' جب اشراق کی نماز پڑھ کر واپس گھر گئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام شافعی سے کہ میری بیٹیوں کو آپ پر اعتراض واقع ہوا ہے اور میں آپ کو پوچھتا ہوں یہ سچے لوگ تھے کھرے لوگ تھے صاف بات کرتے تھے فرمایا کہ بچیاں کہہ رہی ہیں کہ ابو آپ نے تو یہ کہا تھا کہ یہ بڑے نیک اور اچھے انسان ہیں لیکن ہمیں ان پر اشکال واقع ہوا ہے خیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بات تو یہ پوچھی کہ سارا کھانا تنہا کھا گئے' دوسرا یہ کہ ہم نے مصلیٰ بچھا کر رکھا اور پانی کا برتن بھر کر رکھا لیکن جیسا مصلیٰ بچھایا تھا صبح کو ویسا ہی رکھا ملا' اور پانی بھی جوں کا توں تھا لگتا ہے کہ تہجد کی نماز بھی نہ پڑھی اور پھر مسجد میں تو وضو کا انتظام بھی نہیں لوگ گھروں سے وضو کر کے جاتے ہیں اور یہ اسی

طرح آپ کے ساتھ اٹھ کر مسجد میں چلے گئے پتہ نہیں نماز بھی انہوں نے کیسی پڑھی؟ تو ہماری سمجھ سے تو بالاتر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ جب میں نے آپ کے یہاں کھانا کھایا تو کھانے میں اتنا نور تھا اتنا نور تھا کہ ہر ہر لقمہ کھانے پر مجھے سینہ نور سے بھرتا نظر آتا تھا۔ میں نے سوچا کہ ممکن ہے اتنا حلال مال زندگی میں پھر میسر نہ ہو کیوں نہ میں اسے جزو بدن بناؤں اس لیے میں نے اس سارے کھانے کو اپنے بدن کا جزو بنا لیا (اللہ اکبر) فرماتے ہیں کہ پھر میں لیٹ گیا لیکن اس کھانے کا نور اتنا تھا کہ نیند غائب تو میں نے احادیث میں غور کرتا رہا فرمانے لگے کہ ایک حدیث پیش نظر میرے رہی کہ نبی علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو جس کا پرندہ مرگیا تھا' پیار محبت سے کہا تھا' "یا ابا عمیر مافعل النغیر" تو یہ جو چند الفاظ تھے میں ان کے اندر غور کرتا رہا اور آج کی رات میں نے چند الفاظ سے فقہ کے چالیس مسائل اخذ کر لیے کسی کے دل میں ملاطفت کے لیے کیسے بات کرنی چاہیے؟ یا ابا عمیر مافعل النغیر'' صرف اس میں غور کر کے میں نے چالیس فقہ کے مسائل اخذ کر لیے اور پھر فرمایا چونکہ میرا وضو باقی تھا اس لیے میں اٹھا اور فجر کی نماز اسی وضو سے ادا کی ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا' تو سب سے پہلا قدم علم حاصل کرنا' دوسرا قدم اس علم کے اوپر عمل کرنا لیکن عمل کرنے کے ساتھ کام ختم نہیں ہوتا ایک قدم اور اٹھانا ضروری ہے۔ اس کو کہتے ہیں اخلاص پیدا کرنا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی قوت یادداشت

قریب کے زمانہ میں ہمارے اکابرین علماء دیوبند ارجمند کے علوم میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا کی تھی ایک مرتبہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ محمود الحسن نے اپنے شاگرد سے فرمایا: کہ بارش کا موسم ابھی ختم ہوا ہے اور بارش کے موسم میں کتابوں کو نمی کی وجہ سے دیمک لگنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے تو بہتر ہے کہ ہم یہ کتابیں باہر دھوپ میں رکھ دیں اچھی طرح دھوپ لگ جائے گی تو اندر رکھ دیں گے اگر کسی کی جلد خراب ہوئی اور صفحہ درست نہ ہوا تو اسے بھی ٹھیک کریں گے چنانچہ وہ شاگرد یہ کام کرنے لگ گیا۔

اس زمانہ میں زیادہ کتابیں مخطوطہ ہوتی تھیں شاگرد نے ایک کتاب نکالی اور کہنے لگا' حضرت اس کے تو پانچ چھ صفحے دیمک نے چاٹ لیے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ پانچ

چھ صفحے سفید لگا دو' اس نے سفید کاغذ لگا کے دھوپ میں رکھ دیا' جب خشک ہو گئے تو کہنے لگا' حضرت! اب کیا کروں؟ فرمانے لگے' بھئی! جو عبارت موجود نہیں ہے وہ اس پر لکھ دو' اس نے کہا حضرت! میں نے تو یہ کتاب پچھلے سال پڑھی تھی مجھے تو زبانی یاد نہیں بتاؤ کونسی کتاب ہے؟ اس نے کہا سیبذی' حالانکہ یہ کتاب چھوٹی سی ہے لیکن مشکل کتابوں میں سے ہے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہاں سے کتاب کی عبارت منقطع ہوئی ہے؟ اس نے آخری لفظ بتایا' حضرت نے آگے لکھوانا شروع کر دیا' اسی جگہ بیٹھے ہوئے' عبارت کچھ صفحے اپنی یادداشت سے زبانی لکھوا دیئے یہ علم کی برکت تھی کتاب پڑھے ہوئے سالوں گزر جاتے تھے مگر عبارت یاد رہتی تھی۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مصر تشریف لے گئے' وہاں کتب خانہ میں ایک کتاب ''نور الایضاح'' دیکھی' پوچھا کیا لے سکتا ہوں؟ کیونکہ ہمارے پاس نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم نہیں دے سکتے' حضرت نے اس کو اچھی طرح دیکھ لیا اور واپس آ کر اس کو زبانی لکھوا دیا جب نقل اصل کے ساتھ ملائی گئی تو کوئی فرق نہ نکلا' ان کی لکھی ہوئی وہ کتاب آج مدارس کے طلبہ پڑھ رہے ہیں۔

قوت حافظہ کا کمال

جب بہاولپور میں ختم نبوت کے سلسلے میں مقدمہ ہوا تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے مخالفین نے وہاں ایک کتاب پیش کی اس کتاب کا ترجمہ مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف بنتا تھا' وہ کتاب بھی مسلمانوں کے اکابرین کی تھی' جج بڑا حیران ہوا اس نے کہا کہ دیکھو یہ تو تمہاری اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں جو تمہاری ہی جڑیں کاٹ رہی ہے' علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذرا وہ کتاب مجھے دکھائی جائے' جج نے کتاب دکھائی حضرت نے کتاب کے صفحے کا مطالعہ کیا اور فرمانے لگے کہ جس کاتب نے یہ کتاب لکھی اس سے اصل کتاب سے لکھتے ہوئے درمیان میں سے ایک سطر چھوٹ گئی ہے اس وقت تو مطبوعہ کتابیں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مخطوطہ کتابیں ہوتی تھیں' اس سطر کے چھوٹ جانے کی وجہ سے جب پچھلی عبارت کو اگلی عبارت سے ملا کر پڑھتے تو معانی مخالف بن جاتے' لہٰذا حضرت نے فرمایا کہ اسی کتاب کا ایک نسخہ اور منگوایا جائے' چنانچہ ایک اور نسخہ منگوایا گیا جب دونوں نسخوں کو

ملایا تو علامہ انور شاہ کشمیری کی بات بالکل ٹھیک نکلی چنانچہ اس طرح مخالفین کے جھوٹ کا پول کھل گیا' لیکن بعد میں علماء نے کہا حضرت! آپ کو تو توقع ہی نہیں تھی کہ وہ اس کتاب کا حوالہ پیش کریں گے آپ کو کیسے یاد رہا کہ درمیان سے ایک سطر چھوٹی ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں میں نے ستائیس سال پہلے یہ کتاب دیکھی تھی الحمدللہ کہ مجھے اس وقت سے یہ بات یاد ہے سبحان اللہ۔

حفظ ونسیان کا عجیب کرشمہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب "تراشے" میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک عالم فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے دو کام ایسے ہوئے کہ کوئی بھی نہیں کر سکتا ایک اچھا اور ایک برا' اچھا کام ایسا ہوا کہ کوئی کر نہیں سکتا اور برا کام بھی ایسا ہوا کہ کوئی کر نہیں سکتا' لوگوں نے پوچھا کونسے کام؟ وہ کہنے لگے کہ ایک دفعہ علماء کی محفل میں تذکرہ ہوا کہ فلاں حافظ' فلاں حافظ' اور میرے بارے میں کہا کہ یہ عالم تو بڑا بھاری ہے مگر حافظ نہیں ہے میں نے یہ سنا تو مجھے خیال آیا کہ میں آج سے ہی حفظ شروع کرتا ہوں چنانچہ اسی وقت میں نے قرآن پاک کے پاروں کو یاد کرنا شروع کر دیا' الحمدللہ میں نے تین دن کے اندر قرآن پاک کا حفظ مکمل کر لیا' یہ خیر کا کام ایسا ہوا کہ کوئی ایسا کر نہیں سکتا' اور ایک برا کام بھی مجھ سے ہوا وہ یہ کہ ایک دفعہ محفل میں بیٹھے تھے بیٹھے بیٹھے میرے بارے میں بات چل پڑی کہ یہ بڑے عقلمند ہیں اور چند خوبیوں کا ذکر ہوا' یہ سن کر میرے اندر بھی خود پسندی آ گئی اور عجب کی تھوڑی سی کیفیت آئی اس کا نتیجہ مجھے یہ ملا کہ جمعہ کا دن تھا' میں جمعہ کی تیاری کرنے کے لیے گھر گیا' تیاری کے دوران خیال آیا کہ میں اپنے بال اور ناخن کاٹوں جب میں نے ناخن کاٹ لیے تو میں نے سوچا کہ میری داڑھی کے بال کافی بڑھ گئے ہیں میں ان کو سنت کے مطابق نیچے سے برابر کر دوں چونکہ ایک مٹھی کے برابر بال رکھنا سنت ہے اس سے بڑے بال ہو جائیں تو کاٹے جا سکتے ہیں وہ کہنے لگے کہ میں ایک مٹھی بھر اپنے بال پکڑ کر کاٹنے لگا تو بے خیالی میں نیچے سے کاٹنے کے بجائے اوپر سے کاٹ بیٹھا' جب میں مسجد میں آیا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی ہر بندہ پوچھ رہا تھا اور میں بتا رہا تھا کہ میں بھول گیا ہوں جس بندے کے تین دن میں قرآن مجید حفظ کرنے کے چرچے دنیا میں تھے اس کی بیوقوفی کی یہ بات اس قدر مشہور ہوئی کہ اس کی ہر جگہ بدنامی ہوئی۔

عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت

خطابت کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تہلکہ مچادیا' ان کی تقریریں سن کر ہندو بھی مسلمان ہو جاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ذہانت ایسی دی تھی کہ حاضر جواب بہت تھے ایک دفعہ ایک صاحب کہنے لگے حضرت! آپ تو انگریز کو Show (تماشہ) دکھاتے ہیں فرمایا بھئی! میں انگریز کو Show نہیں دکھاتا میں تو انگریز کو Shoe (جوتا) دکھاتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک صاحب حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور کہنے لگے حضرت! زندگی کیسی گزری؟ فرمایا بھئی آدھی ریل میں گزری اور آدھی جیل میں گزری۔

☆......ایک دفعہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تو ابوالاعلیٰ مودودی فرمانے لگے' شاہ صاحب! آپ کی جماعت کو تقریر کا بڑا ہیضہ ہے شاہ جی نے جواب دیا' جیسے آپ کی جماعت کو تحریر کا ہیضہ ہے۔

☆......ایک جلسہ گاہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا مجمع ہے شاہ جی نے چاہا کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں سے کچھ پوچھوں' چنانچہ حساب کا چھوٹا سا سوال پوچھا' ہندوؤں نے تو جواب دے دیا مگر مسلمان نہ دے سکے' اب مسلمانوں کی ہوٹی تو سب کی تھی مگر شاہ جی فرمانے لگے' واہ مسلمانو! تم یہاں بھی بے حساب ہو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آگے بھی بے حساب والا معاملہ فرمائے گا۔ ماشاء اللہ

ایک شخص کہنے لگا' شاہ جی کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی! ہماری تو زندہ بھی نہیں سنتے ہم مردوں کی کیا بات کریں۔

ایک دفعہ علی گڑھ پہنچے' بعض طلباء نے پروگرام بنایا ہوا تھا کہ تقریر نہیں کرنے دینی' شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سٹیج پر آئے تو طلباء تو اٹھ کھڑے ہوئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ بیان نہیں کرنے دینا' شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بھئی ایک بات سنو' میں اتنا سفر کر کے آیا ہوں' اگر اجازت ہو تو میں ایک رکوع پڑھ لوں' اب طلباء میں اختلاف ہو گیا' کچھ کہنے لگے' جی تلاوت میں کیا حرج ہے اور کچھ کہنے لگے یہ بھی نہیں سننی حتیٰ کہ تلاوت کی تائید کرنے والے غالب آ گئے' انہوں نے کہا جی آپ رکوع سنا دیں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے رکوع پڑھا' پھر فرمایا عزیز طالب علمو! اگر اجازت ہو تو اس کا ترجمہ بھی پیش کروں طلباء پر تلاوت کا ایسا اثر ہوا کہ سب خاموش رہے چنانچہ شاہ جی نے

تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۹۵؍۲)

ہائے رے..... تو نے..... زندگی گواں دی

مجھے یہاں ایک کہانی یاد آئی ہے جو ہم انگلش کی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک جگہ مختلف جزیرے تھے ان میں سے ایک جزیرے پر آبادی تھی مگر دوسرے جزیرے میں اسکول بنایا گیا تھا' بچے اسکول جانے کیلئے کسی ملاح کے ساتھ اس کی کشتی میں بیٹھ کر دوسرے جزیرے میں جایا کرتے تھے' ایک دن ان طلباء کے دل میں شرارت پیدا ہوئی انہوں نے کہا کہ ہم اس ملاح کو ذرا چھیڑیں تو سہی' لہذا ان میں سے ایک آگے بڑھا اور ملاح سے پوچھا' جناب! کیا آپ کو ریاضی آتی ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے تو نہیں آتی ہے وہ کہنے لگا:

Then you have wasted hald do your life پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسرا آگے بڑھا اور کہنے لگا جناب! آپ کو سائیکالوجی (نفسیات) کا پتہ ہے؟ اس نے کہا' جی مجھے تو نہیں پتہ؟ وہ پھر ہنسنے لگ گئے' کہنے لگے Wasted Hald do your life then you تم نے آدھی زندگی ضائع کر دی' اس کے بعد تیسرا آگے بڑھا اور کہنے لگا' جناب! آپ کو فزکس اور کیمسٹری کا پتہ ہے؟ اس نے کہا مجھے تو بالکل نہیں پتہ وہ کہنے لگا Wasted hald do your life then you have تو نے تو اپنی آدھی زندگی تباہ کر لی وہ اسی طرح کی باتوں سے اس کا مذاق اڑاتے رہے' اس دوران بارش شروع ہوگئی' سمندر کے اندر تلاطم پیدا ہوا' (مدوجزر کا) وقت آ گیا کشتی ہچکولے کھانے لگی اب ملاح کی باری تھی چنانچہ اس نے کہا بچو بتاؤ کیا تمہیں تیرنا آتا ہے؟ کہنے لگے کہ نہیں ہمیں تیرنا تو نہیں آتا وہ کہنے لگا پھر تو تم نے اپنی پوری زندگی تباہ کر لی ہے' یعنی ڈوب جاؤ گے۔

تربیت وپرورش

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

لخت جگر کی تربیت اور شوق شہادت.....

حضرت خنساءؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے چار بیٹے تھے وہ جب کھانے پر بیٹھتیں تو بچوں کو کہتیں میرے پیارے بیٹو! تم اس ماں کے بیٹے ہو جس نے نہ ماموں کو رسوا کیا نہ تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی' جب بار بار یہ کہتیں تو ایک بار بچوں نے کہا امی آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ تو فرماتیں میرے بیٹو! جب میں کنواری تھی مجھ سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوئی جس سے تمہارے ماموں کی رسوائی ہوتی اور جب شادی ہوئی تو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی' میں اتنی غیرت اور باحیا زندگی گزارنے والی عورت ہوں' بچے پوچھتے امی جان! آپ کیا چاہتی ہیں؟ تو ماں کہتی! بیٹے جب تم جوان ہو جاؤ گے تو سب اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور میرے بیٹو تم شہید ہو جانا اور میں آ کر تمہیں دیکھوں گی اگر تمہیں سینوں پر تلوار کے زخم ہوئے میں تم سے راضی ہو جاؤں گی اور اگر تمہاری پشت پر زخم ہوئے تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی' بیٹے پوچھتے امی آپ کیوں کہتی ہیں شہید ہو جانا شہید ہو جانا تب ماں سمجھاتیں کہ میرے بیٹو! اس لیے کہ جب قیامت کے دن عدل قائم ہوگا' اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے' شہیدوں کی مائیں کہاں ہیں؟ میرے بیٹو! اس وقت میرے پروردگار کے سامنے مجھے سرخروئی نصیب ہوگی' کہ میں بھی چار شہیدوں کی ماں ہوں سوچنے کی بات ہے ایسے شہداء کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ان کی شکل میں نظر آئے گا۔

بیٹا! دامن صدق نہ چھوڑنا

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لڑکپن میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے چلتے ہیں والدہ ان کے کپڑوں میں کچھ پیسے سی دیتی ہیں اور نصیحت کر دیتی ہیں کہ بیٹے ہمیشہ سچ بولنا' چنانچہ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا' کسی نے پوچھا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے سچ سچ بتا دیا اس نے سردار کو بتایا تو سردار نے پاس بلا کر کہا تو نے جھوٹ کیوں نہیں بولا؟ نہ تجھے جان کی فکر نہ مال کی فکر' کہنے لگے میری امی نے کہا تھا بیٹا سچ بولنا' اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا' مجھے جان کی پرواہ نہ تھی' مجھے اپنے قول کا پاس رکھنا تھا اور ڈاکوؤں کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ جب ایک بچہ ماں سے کیے ہوئے عہد کا اتنا پاس رکھتا ہے تو ہم نے بھی کلمہ پڑھ کر اپنے رب سے عہد کیا ہے کہ ہم اس کا پاس کیوں نہ کریں چنانچہ وہ اللہ سے توبہ کرتے ہیں اور اس کے بعد ان

کی زندگی ... [illegible] ... آگے چل کر عبدالقادر جیلانی بنا تو سوچئے ایک
درجہ میاب ... کے بچے ... [illegible] ... نظر ... گا

جیسے بیٹے ... [illegible]

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ... [illegible] ... مینار کے قریب لیٹے ہوئے ہیں ان کے بارے میں ... [illegible] ... قطب الدین بختیار کاکی ... کہا جاتا ہے ... [illegible] ... ولی واقعہ یہ ہوا کہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والدین بیٹھے ... [illegible] ... ہمارا بیٹا نیک کیسے بنے؟ اچھا کیسے بنے؟ چنانچہ ان کی ماں نے کہا میرے ذہن میں ایک تجویز ہے کل سے یہ تجویز پر عمل کروں گی اگلے دن جب بچہ مدرسہ میں چلا گیا ماں نے کھانا بنایا اور الماری میں کہیں چھپا کر رکھ دیا بچہ آیا کہنے لگا امی بھوک لگی ہے مجھے کھانا دیجئے ماں نے کہا بیٹا! ہمیں بھی تو کھانا اللہ تعالیٰ دیتے ہیں وہی رزاق ہیں وہی رزق پہنچاتے ہیں وہی مالک وخالق ہیں ماں نے اللہ رب العزت کا تعارف کروایا ... [illegible] ... بھی وہی بھیجتے ہیں تم اللہ سے مانگو بیٹے نے کہا امی کیسے مانگوں؟ ماں نے کہا بیٹا مصلی بچھاؤ چنانچہ مصلی بچھا دیا بیٹا التحیات کی شکل میں بیٹھ گیا چھوٹے چھوٹے معصوم ہاتھ اٹھائے ماں نے کہا بیٹا دعا کرو بیٹا دعا کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میں مدرسے سے آیا ہوں بھوک لگی ہے اللہ مجھے کھانا دے دیجئے۔ بیٹے نے تھوڑی دیر اس طرح عاجزی کی پوچھنے لگا امی اب کیا کروں؟ ماں نے کہا بیٹا تم ڈھونڈو اللہ نے کھانا بھیج دیا ہوگا تھوڑی دیر کمرے میں ڈھونڈا الماری میں کھانا مل گیا بیٹے نے کھانا کھایا اب بیٹے کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا وہ روز اللہ تعالیٰ کی باتیں پوچھتا امی وہ سب کو کھانا دیتے ہیں پرندوں کو بھی حیوانوں کو بھی پتہ نہیں ان کے پاس کتنے خزانے ہیں؟ وہ ختم نہیں ہوتے وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ماں کا دل خوش ہوتا کہ بیٹے کے دل میں اللہ رب العزت کا تعلق بڑھ رہا ہے چنانچہ جب بچہ محسوس کرتا سب کو اللہ تعالیٰ رزق دے رہے ہیں تو محسن کے ساتھ محبت تو فطری چیز ہے بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگئی وہ محبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا وہ سونے سے پہلے والدہ سے اللہ تعالیٰ کی باتیں پوچھتا ماں خوش ہوتیں کہ میرے بیٹے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بس رہی ہے۔

ہاتھ پر بیعت توبہ کی' اس لیے آج میرا دل بہت خوش ہے ماں نے کہا بیٹا یہ تیرا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے فرمایا مگر ماں بتائیں تو سہی کیسے؟ ماں نے جواب دیا کہ بیٹا جب تم پیدا ہوئے تو میں نے کبھی بھی زندگی میں تمہیں بلا وضو دودھ نہیں پلایا' آج اس کی برکت ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی تو ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار نظر آئے گا شخصیت ماں کے۔

باوضو دودھ پلانے کا نمونہ تو پڑھئے......

میں نے اخبار میں سرگودھا کی ایک عورت کا انٹرویو پڑھا اس کے دو بیٹے تھے' دونوں اپنے اپنے وقت میں فوج کے جرنیل بنے' ان سے کسی نے انٹرویو لیا کہ تو خوش نصیب ماں ہے کہ جس کے دو بیٹے اور دونوں ایسے شیر بیٹے کہ اپنے اپنے وقت میں جرنیل بنے تیری کونسی خاص بات ہے؟ تو نے ان کی تربیت کیسے کی؟ اس نے کہا تھا کہ میں سادہ سی مسلمان عورت ہوں مگر کسی بزرگ سے میں نے سنا تھا کہ جو عورت باوضو اپنے بچے کو دودھ پلائے گی اللہ بچے کو بخت لگائیں گے میں نے دونوں بچوں کو الحمدللہ باوضو دودھ پلایا ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس عمل کے صدقے دنیا میں عزت و وقار عطا فرمایا' چنانچہ جو عورتیں ایسی نیکی کو اپنا لیتی ہیں اللہ ان کے بچوں کو نیک بخت بنا دیتا ہے' اپنی زندگی میں خوشیاں دیکھنے کی توفیق نصیب فرمادیتا ہے' جو اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آنکھوں سے دکھاتا ہے کہ دیکھ میں نے تمہیں اولاد مرضی کی نہ دی اور اگر دے بھی دی تو اسے نافرمان بنادیا۔

والدین کی خدمت پر غیبی نصرت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے برکت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا اس نے اپنے والدین کی بڑی خدمت کی بھائیوں سے کہا کہ جائیداد کا حصہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں' والدین کی خدمت آپ میرے سپرد کردیں سودا کرلیا' چنانچہ اس نے ماں باپ کی خوب خدمت کی' ماں باپ فوت ہوگئے' اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ فلاں پتھر کے نیچے سو دینار ملیں گے' کیونکہ تو نے ماں باپ کی بڑی خدمت کی ہے' پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا برکت نہیں ہوگی' نوجوان نے کہا میں نہیں لوں گا' صبح اٹھا بیوی کو بتایا' بیوی نے کہا بے شک نہ لینا لیکن جا کے دیکھو تو سہی پڑے بھی ہوئے ہیں یا نہیں پڑے ہوئے' اس

نے کہا جب لینے نہیں تو میں جا کر دیکھتا بھی نہیں' دوسری رات پھر خواب آیا کہ دس دینار فلاں پتھر کے نیچے پڑے ہیں ابھی موقعہ ہے لے لو تمہاری خدمت کے بدلے مل رہے ہیں' پوچھا برکت ہوگی؟ کہا کہ برکت تو نہیں ہوگی' نوجوان کہنے لگا مجھے نہیں چاہئے' تیسری رات پھر خواب آیا کہ فلاں پتھر کے نیچے ایک دینار پڑا ہے اب جا کر لے لو اب موقعہ ہے پوچھا برکت ہوگی؟ کہا ہاں برکت ہوگی' وہ صبح اٹھا اس پتھر کے نیچے سے جا کر دینار اٹھا کر لے آیا' گھر آتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ آج میں گھر میں پکانے کیلئے اچھی چیز لے جاؤں اس نے مچھلی خریدی جب گھر آیا اور اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو اس مچھلی کے پیٹ سے ایک ایسا موتی نکلا جس کو بیچا تو ان کی زندگی کا پورا خرچہ نکل آیا' یہ برکت آتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ انسان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

کتا بہتر ہے یا ماں؟

امریکہ کی ایک ریاست میں ایک ماں نے اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ کیا' وہ مقدمہ اخبارات کی بھی زینت بنا اور ٹی وی میں بھی اس کی تفصیل آئی' ماں نے مقدمہ یہ کیا کہ میرے بیٹے نے گھر میں کتا پالا ہوا ہے اور یہ روزانہ تین چار گھنٹے اس کتے کے ساتھ صرف کرتا ہے یہ اسے نہلاتا ہے اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اس کو اپنے ساتھ ٹہلنے کیلئے بھی لے جاتا ہے وہ اپنے کتے کو روزانہ سیر بھی کرواتا ہے' اسے کھلاتا پلاتا بھی ہے میں بھی اسی گھر کے دوسرے کمرے میں رہتی ہوں لیکن یہ میرے کمرے میں پانچ منٹ کیلئے بھی نہیں آتا' اس لیے عدالت کو چاہئے کہ وہ میرے بیٹے کو پابند کرے کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ میرے کمرے میں آیا کرے۔

جب ماں نے مقدمہ کیا تو بیٹے نے بھی مقدمہ لڑنے کیلئے تیاری کر لی' ماں نے بھی وکیل بنالیا اور بیٹے نے بھی وکیل بنالیا' جب دونوں کے وکیل جج صاحب کے سامنے پیش ہوئے تو جج صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد فیصلہ دیا کہ عدالت آپ کے بیٹے کو آپ کے کمرے میں پانچ منٹ کیلئے آنے پر مجبور نہیں کرسکتی کیونکہ مقامی قانون ہے کہ جب اولاد ۱۸ سال کی عمر کو پہنچ جائے' اس کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو چاہے تو کچھ وقت دے یا بالکل علیحدگی اختیار کرلے' رہی بات کتے کی تو کتے کے اس کے اوپر حقوق ہیں جن کو ادا کرنا اس کی

ذمہ داری ہے' البتہ اگر ماں کو کوئی تکلیف ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ حکومت سے رابطہ کرے وہ اسے بوڑھوں کے گھر میں لے جائیں گے اور وہاں جا کر اس کی خبر گیری کریں گے اب بتائیے کہ جہاں ماں بیٹے کا یہ تعلق ہوگا وہاں پر زندگی سکون سے کیسے گزرے گی؟

(خطبات ذوالفقار ۵/۹۵)

سفید فام اور کتے میں کون وفادار؟

ہمارے ایک دوست کہنے لگے کہ میں ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا' میرے بالکل قریب ایک جوڑا بیٹھا ہوا تھا پہلے تو وہ اپنے ہی کاموں میں مشغول رہے کچھ دیر کے بعد فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھ سے ہیلو ہائے کیا' میں نے ان سے پوچھا'

How many kids you have?

کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ تو وہ دونوں میاں بیوی جواب دینے لگے کہ

We would like to have a dog.

کہ ہم بچوں کی بجائے گھر میں کتا پالنا پسند کریں گے' وہ کہتے ہیں کہ میں حیران ہوا اور ان سے پوچھا' بھئی! آپ کتا پالنا کیوں پسند کریں گے اس لئے کہ وہ بچوں سے زیادہ وفادار ہوتا ہے' جب ماں باپ کا اولاد کے بارے میں یہ تصور ہے تو اولاد کا ماں باپ کے بارے میں کیا تصور ہوگا' چنانچہ اولاد ذرا بڑی ہوتی ہے تو ماں باپ کو سامنے کہہ دیتی ہے:

You enjoyed your life and now let me enjoy my life.

کہ آپ نے اپنی زندگی کے مزے لیے اب ہمیں اپنی زندگی سے لطف اندوز ہونے دیں ان کے دلوں میں اتنی بے مروتی نظر آتی ہے جیسے خون بالکل سفید ہو گئے ہیں۔

(خطبات ذوالفقار ۹۴/۵)